

سالنامہ کا ۱۹۷۶ء

یوک ایک

قیمت فی پرچہ دس روپے

چیف ایڈیٹر
سمپادک
گورکھ ناتھ مندر
برہمانند مندر

چند سالانہ 26/- روپے - دی پی منگوانے پر 2/- روپے مزید

ممالک غیر سے بذریعہ بحری ڈاک 60/- روپے
مذریعہ ہوائی ڈاک 110/- روپے
رقم بذریعہ فارن پوسٹل منی آرڈر بھیجنے کی کراہ کریں
چیک یا پوسٹل آرڈر ارسال نہ کریں

پتہ: شری برہمانند مندر، ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، یوک ایک، گلی سوداگراں، لیالپور، دہلی

شری برہمانند مندر ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر، یوک ایک، گلی سوداگراں، لیالپور، دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ ایم مکان نمبر 406 اندرون بازار

سستی بھگوان شکر

جے جے جے مہادیو ہمیش

جے بھوتیشور، جے گوپیشور، جے نندیشور، جے چکیشور
جے کامیشور، جے رامیشور، جے کالیشور، جے تریمیشور

جے سستی پتی، لپتو پتی، پلپیش
جے جے جے مہادیو ہمیش

جے ڈمرؤ ترشول کر دھاری، جے ترپاپ ہاری، ترپڑاری
جے شمشو بھولے بھنڈاری، جے شکر شمشان، وہاری
جے کیلاشی کاشی نریش،
جے جے جے مہادیو ہمیش

سر سترسی سیس پہ سچی کمال، دوج کا چندر سشو بہت بھال
نیل کنڈہ آر منڈن مال، لپٹی گئی مرگ راج کی کھال
انگ پر تئی انگ پہ لپٹے شیش
جے جے جے مہادیو ہمیش

(لوکناٹہ دل دہلی)

لے نکا لے کر لے شیر لے ناگ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضمون نگار	نام مضمون	نمبر شمار
۲	کوی لوکنا تھ دل	ستنی بھگوان سنگھ	۱
۵	ایڈیٹر	ایشور بھگتی اور یوگ	۲
۹	شری کانشی رام جی چادر	یوگ کیا - کیوں - کہاں اور کیسے ؟	۳
۳۴	کوی لوکنا تھ دل	وہ مجھ سے (نظم)	۴
۳۶	دیوان پنڈی داس جی چوڑہ	یوگ داس شش سار	۵
۳۷	حکیم رملداس جی مضطر	دریہ عبرت (نظم)	۶
۵۸	ایضاً	بھول جا	۷
۵۸	ایضاً	یاد رکھ	۸
۵۹	منشی سدرج نرائن جی قمر	اشٹانگ یوگ	۹
۷۹	ڈاکٹر مدن گوپال جی سنگھ	نظم	۱۰
۸۰	شری لکشمی چند گروور	مہرشی رن جی کی تعلیم کا لب لباب	۱۱
۸۷	ایضاً	قطعات	۱۲
۸۸	ایضاً	لاہر الہستی (نظم)	۱۳
۸۸	ایضاً	خودی و خدا	۱۴
۸۹	پنڈت رام لال جی سالک	گفتگوئے راز و نیاز	۱۵
۹۲	ایضاً	آتما میں فنا ہونا لقا ہے (نظم)	۱۶
۹۳	ایضاً	نغمہ سالک	۱۷
۹۴	ایڈیٹر	بھگوان کرشن کا آپدیش	۱۸
۹۸	شری شگور پرساد سرلوہاستہ	یہ من ایشور کے جہیز میں لگائے جس کا جی چکا (نظم)	۱۹
۹۹	پنڈت نربندر ناتھ جی شرما	بھگتی یوگ	۲۰
۱۰۵	گور بانی	۳ مٹھ پر دھیائے گوپال	۲۱
۱۰۷	مہاتما ٹی۔ ایل۔ دسوانی	پریم کا دیوتا - بھگوان کرشن	۲۲
۱۰۹	گوسائیں روشن ناتھ جی	اک توں نظر آیا (نظم)	۲۳
۱۱۰	جناب قمر بلا یونی	شری کرشن جی کی شان میں	۲۴
۱۱۱	ایڈیٹر	شری چیتنید مہا پر بھو	۲۵
۱۱۱	شری ۱۰۸ سوامی گوہند انند جی	پستی اور لازوال شائستگی کے آپائے	۲۶
۱۱۵	شری ۱۰۸ سوامی پری پوزنا نند جی	مئے وحدت کا اثر (نظم)	۲۷

نمبر شمار	نام مضمون	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۲۸	مائی میں دھن پا پوہری نام	گوربانی	۱۱۶
۲۹	بھرتی ہری شنگ کا ویراگ شنگ (منظوم)	شری ساجو سناچی	۱۱۷
۳۰	یوگ اور اس کا مقصد	شری سوامی شوانند جی سرسوتی	۱۱۸
۳۱	وہ	کوی لوکناکھ جی دل	۱۲۱
۳۲	تذکرۃ الاولیاء	حکیم ریملااس جی منظر	۱۲۳
۳۳	حضرت ابراہیم ادہم	ایضاً	۱۳۴
۳۴	بحر بقا	شری لکشمی چند گردور	۱۴۴
۳۵	تیری فرقت	ایضاً	۱۴۴
۳۶	کرم یوگ	ایضاً	۱۴۵
۳۷	تو اور میں	کوی لوکناکھ جی دل	۱۴۹
۳۸	مہرشی رمن	ماخوذ	۱۵۱
۳۹	یاد خدا	شری آذر صاحب جاندھر	۱۵۳
۴۰	رباعیات آذر	ایضاً	۱۵۴
۴۱	شری روپ سنان	مہاتما شوبرت لال	۱۵۵
۴۲	دھکیا کی فریاد	حکیم چان رام جی ونا	۱۶۰
۴۳	شری گارڈ صاحب	شری دینا ناتھ ڈوگل	۱۶۱
۴۴	اے لئے نواز انلی	شری نریندر ناتھ شدرما	۱۶۵
۴۵	سنت دھرم داس جی	ماسٹر فتح چند جی مکھانی	۱۶۶
۴۶	پربھو سے پرارھنا (ازینڈت مدن موہن جی)	مرسلہ راتھ صاحب ملک راج جی چٹھا	۱۶۷
۴۷	مہاتما کبیر سے ایک جگیا سو کے سوال و جواب	مرسلہ بینڈت نوہر یارام جی	۱۶۸
۴۸	اوم نمہ شولے (پرارھنا)	شری دوار کا ناتھ رینہ صاحب	۱۶۹
۴۹	بیرا اور اپرا دیا	ایڈیٹر	۱۷۱
۵۰	درشنائے بندہ حق	مہاتما شہنشاہ جی مہاراج	۱۷۲
۵۱	یوگیراج شری اربند جی کا یوگ	شری خیراتی رام جی پوری بی ایس ای	۱۷۵
۵۲	راک شرط ذراسی	شری آنند کیور	۱۷۹
۵۳	جوگ ساگر	حضرت غلام جیلانی صاحب	۱۸۰
۵۴	نور الہی	منشی جے چند ریم جرنلسٹ کانپور	۱۸۵
۵۵	بادا صنوئی شاہ صاحب	ماسٹر فتح چند مکھانی	۱۸۶
۵۶	مستانہ کلام	مرسلہ بینڈت جوی رام جی بھار دواج	۱۸۹
۵۷	یوگ	کمار دی رمانندہ ایم نے	۱۹۰
۵۸	گیان یوگ	رایصاحب ملک راج جی چٹھا کلکتہ	۱۹۳
۵۹	شری ۸۰ سوامی شانتوت آنند جی کی چٹھی		۱۹۴
۶۰	مدراج سب ہیں تیرے		۱۹۷

ایشور بھگتی اور یوگ

نئے سال کی مبارکباد اور اپنی شہید کامناؤں سہت ہم یہ سالنامہ "آدم" پریسوں کی سیوا میں اس وشواس کے ساتھ بھینٹ کرتے ہیں کہ اس کے سوا دھیلے سے اٹھیں یوگ میں سدھی پراپت کرنے کی پیرنا ملے گی اور وہ سچا دل سو روپ پریم پریشو کا پریم اور شردھا پوروک زرتھر دھیان کرتے ہوئے منش جنم کو سمجھل بنائیں گے۔

سولہ کلا سپورن بھگوان شری کرشن چندر جی نے شرید بھگوت گیتا میں یوگ کا مہتو ورن کرتے ہوئے فرمایا ہے۔
 "جس اوسھقا میں یوگ کے ابھیاس سے نردھ ہو اچیت پریشور کے دھیان سے شدھ ہو گی سو کھشم بندھی کے دوارا انت آند کا اٹو بھو کرتا ہے، نیز پریشور کی پراپتی روپ جس لاجہ کو پراپت ہو کر اس سے زیادہ کچھ بھی لاجہ نہیں ماننا ہے، اور بھگوت پراپتی روپ جس اوسھقا میں بھگت ہوا یوگی بڑے بھاری دکھ سے بھی چلا ایمان نہیں ہوتا ہے اور جو دکھ روپ سنسار کے سینوگ سے رہت ہے۔ تنھا جس کا نام "یوگ" ہے۔ اس کو جانا چاہیے۔ وہ یوگ نہ اکتلے ہوئے چیت سے نشیچے پوروک کرنا کر تو یہ ہے۔"

نہ صرف یہ کہ یوگیشور بھگوان شری کرشن چندر نے منش کے کلیان کے لیے یوگ ابھیاس کو لازمی قرار دیا ہے بلکہ یوگ کی مہانتا اور اشد ضرورت اس بات سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایشور پراپتی کا کوئی بھی ایسا سادھن نہیں جو یوگ کی سیما سے باہر ہو۔ کیونکہ دراصل یوگ کی کوئی حد نہیں۔ یوگ کا دشے اتنا و سرت ہے کہ پراپتا سے ملنے کے لیے جو بھی سادھن اختیار کیا جاتا ہے، وہ یوگ کے ہی انترگت آ جاتا ہے۔ اسی لیے تمام سادھنوں کے ساتھ یوگ شبد جوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً کرم یوگ، بھگتی یوگ، گیان یوگ، بھٹ یوگ، اشنانگ یوگ وغیرہ وغیرہ۔

ایشور پراپتی کے لیے ہم کسی بھی راہ سے چلیں، آخر کار ہمیں اس منزل پر پہنچنا ہوتا ہے جہاں ایشور کے سوا کسی اور چیز کا خیال تک باقی نہیں رہ جاتا۔ بلکہ ہم اپنی الگ ہستی کو بھی بھلا کر اسی کا روپ بن جاتے ہیں۔ زرو کلیپ سعادھی کی اوسھکا تک پہنچے بغیر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور یہی یوگ کی معراج ہے۔ چنانچہ ہم کچھ بھی کریں، ہمارے ابھیاس کا آخری نتیجہ یوگ سدھی ہی ہو گا۔ اس کے بغیر ہمارے کلیان کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ آپ اس بھگت کا دھیان کریں جو اپنے اشد دیو کی پوجا ارادھنا میں لگا ہوا ہے۔ وہ پرات کال سنان اتیادی سے یوزت ہو کر اپنے کٹھار جی کی سیوا میں لگ جاتا ہے۔ وہ اپنے اشد دیو کو پتھر کی مورتی نہیں سمجھتا بلکہ اس مورتی کے روپ میں ساکھشات اشد دیو کے ہی درشن کرتا ہے۔ اور اسی بھا دنا سے نہایت شردھا اور پریم کے ساتھ پراپھنا کرتا ہے، سستی کرتا ہے اور ہر طرح کی منتیں مانگتا ہے۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ وہ پتھر کی مورتی کو حقیقی اشد دیو ہی تصور کرتا ہے ورنہ وہ پتھر کی پرستش ہرگز نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ بھت پرست بھی دراصل خدا کے کسی ایک تصور کو خیال میں رکھ کر اس سے دعائیں مانگتا ہے اور خدائی طور پر اپنے ڈھنگ سے خدا ہی کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔

ایثار کا کوئی دوسرا بھگت نہ تو مورتی کی پوجا کرتا ہے۔ نہ مندر میں جاتا ہے۔ نہ کسی دیوی دیوتا سے منتیں مانگتا ہے۔ نہ کسی اوتار میں شردھا رکھ کر بھگوان کی لیلیاؤں میں دلچسپی لیتا ہے اور نہ ہی تیرتھ یا تراکرتا ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو ایثار بھگت مانتا ہے اور پہلے بھگت ہی کی طرح بڑی شردھا اور پریم سے اپنے گورو کی بتائی ہوئی ودھی کے اوسار سا کار کی بجائے نرا کار ایثار کا بھجن دھیان کرتا رہتا ہے۔

خدا کا گھر سمجھ کر کوئی مندر، مسجد، گرجہ اور گورو دوارے میں جا کر ودھی پوروک خدا کی پرستش کرے تو وہ ایثار بھگت ہے اور سدا سے سنسار کو ایثار سے دیپت اوتھو کرتے ہوئے کوئی ارگہ، ہر وقت یادِ الہی میں زندگی گزارے تو وہ بھی ایثار بھگت ہے۔ خدا کی ہستی میں یقین رکھ کر جذبہ باقی طور پر لگن کے ساتھ اگر آپ خدا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں تو آپ یقیناً ایثار بھگت ہیں۔ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں اگر آپ خدا کے گھروں میں جا کر اپنے فرقہ اور مذہب کے طور طریقوں کے مطابق خدا کی پرستش کرتے ہیں تو بہتر ہے۔ ایسا کرنے سے آپ کو خدا کی جان پہچان اور دیدار حاصل کرنے میں بڑی سہولیت ہوگی۔ لیکن اگر آپ کو مذہبی رسومات میں کوئی دلچسپی نہیں بلکہ فطرتاً آپ آزادی پسند ہیں اور کسی فرقے یا گورو دم کی قید میں پھنسا نہیں چاہتے تو بھی آپ ایثار کے سچے بھگت بن سکتے ہیں۔

کوئی پاکیزہ کردار پانچ وقت کی نماز پڑھ کر اپنی نیک کمائی سے خیرات یا نفل ہے اور خدمتِ خلق سے اپنے خدا کو خوش رکھتے ہوئے اُس کی رحمت کا طلبگار ہوتا ہے۔ کوئی اپنے ایثار کے بھجن کیرتن میں دن رات محو رہتا ہے۔ کوئی اُس کے نام کا حپ کرنے میں مشغول ہے۔ کوئی ہون یگیہ کر کے ایثار کا منظورِ نظر بننے کی کوشش میں مصروف ہے۔ کوئی سب کچھ تپاک کر پورندہ یوں کے گناہ سے یا پہاڑوں کی داویوں اور جنگلوں میں ریاضت کر رہا ہے۔ کوئی اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو کر ہر روز اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے اور اس یقین کے ساتھ دعا مانگتا ہے کہ خدا کا بندہ ہونے کی بدولت وہ آئندہ بدہشت میں داخلہ پائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایثار کے بھگت بے شمار طور طریقے اختیار کر کے اُس کی حمد و ثناء میں لگے ہوئے ہیں۔ ان سب کو آپ لوگ ہی سمجھیے۔ کیونکہ وہ سب اپنے اپنے ڈھنگ سے ایثار پراپتی کے لئے ایک ہی منزل کی طرف گامزن ہیں۔ اکثر ایسا کہا جاتا ہے کہ مختلف سادھن پر ماتماتک پہنچنے کے الگ الگ راستے ہیں۔ یہ بات درست بھی ہے اور سراسر غلط بھی۔ درست اس لئے کہ واقعی سچا خدا پرست کسی بھی راستے سے چل کر اپنے محبوب تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ پر ماتم کو پالنے کے لئے صرف شردھا، وشواس، بھگتی بھاؤ، لگن اور دیرپہ لپچھ کی ضرورت ہے۔ جو کوئی مستقل مزاجی سے پرشارتھ کرتا ہے وہ یقیناً خدا کو پالیتا ہے۔

خدا تک پہنچنے کے مختلف راستوں کی بات سراسر غلط اس لئے ہے کیونکہ ایسا سوچنے کا ہی منطقی نتیجہ بدترین قسم کی فرقہ پرستی اور انسان کے لئے مذہبی غلامی کی صورت میں ردنا ہوتا ہے۔ خدا تک پہنچنے کا

مقصود بھلا کر عموماً مذہبی لوگ فرقہ پرستی کی آڑ میں اپنے سیاسی اور معاشی مقاصد حاصل کرنے کے لیے اپنے پیروکاروں کو تحصب کی آگ میں جھونک دیتے ہیں اور بہشت تک پہنچنے کی بجائے انسانی زندگی اسی دنیا میں دوزخ کا نظارہ بن جاتی ہے۔ جس مذہب کو انسانی تہذیب کے لئے خدا کی رحمت بننا چاہیے، نام نہاد مذہبی رہنماؤں کے تعصب کا شکار ہو کر وہی فتنہ اور فساد کا موجب بن جاتا ہے۔

ایسے فرقہ پرست نام نہاد مذہبی لوگ اپنے پیروکاروں میں یہ غلط فہمی پیدا کرتے ہیں کہ انہیں کا خدا اصلی خدا ہے اور اُس خدا کی پرستش کا وہی طریقہ درست ہے جو اُن کے دھرم یا مذہب میں ملج ہے۔ جو لوگ اُن کے دھرم سے تحقیق نہیں رکھتے، وہ سب گمراہ ہیں۔ اس لئے اُنہیں راہِ راست پر لانے کے لئے اگر تشدد سے کام لینا پڑے تو بھی کوئی بُرائی نہیں۔ بلکہ ہر طرح کی قربانی دے کر ایسا کرنا چاہیے۔ لیکن مذہب کے نام پر انسانی برادری میں تفریق پیدا کر کے ہم نہ تو خدمتِ خلق کر سکتے ہیں اور نہ اپنے خدا کی خوشنودی ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کوئی خدا نہیں ہو سکتا جو اپنی مخلوق کو آپس میں گردن زدنی کر کے فنا ہوتے دیکھنا چاہتا ہو۔ ہم نے خدا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے مختلف راستوں کی بات کہہ کر دراصل اپنے آپ کو بھول بھلیوں میں پھنسا رکھا ہے۔ کبھی ہم اس راہِ راست پر بھٹکتے ہیں اور کبھی اُس راستے میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ کچھ عرصہ ایک گورو کی چاکری کرتے ہیں اور پھر دوسرے کے چنگل میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

وہ کون سا خدا ہے اور اُسے کس نے دیکھا ہے جو کاشی میں ہے لیکن ممقرا میں نہیں ہے؟ یقیناً اگر خدا یہاں نہیں ہے تو وہ کہیں بھی نہیں ہے۔ جو پر ماتما ہندو پر مہربان ہے اور مسلمان پر نظرِ عتاب رکھتا ہے، وہ قابلِ پرستش کیسے ہو سکتا ہے؟ کوئی خدا اپنے بندوں کے درمیان فرق اور امتیاز نہیں رکھ سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا کہیں دُور نہیں بیٹھا کہ اُس تک پہنچنے کے لئے تیرے نئے راستوں کی تلاش کی جائے اور بھول بھلیوں میں بھٹک بھٹک کر اُسے کھوجنے کی زحمت اُٹھائی جائے۔ ہم کچھ بھی کریں، پر ماتما ہمیں نہ تو آسمان پر ملے گا اور نہ زمین کے کسی مقام پر۔ وہ جب بھی ملے گا ہمیں اپنے دل کی گہرائیوں میں ملے گا۔ جب تک ہم اپنے آتما سے الگ کسی غیر پرستی کی طرح پر ماتما کو دُور بھنگوں اور پٹیاؤں کی غاروں میں کھوجتے کا تردد کرتے رہیں گے، وہ ہم سے دُور رہے گا۔ لیکن جس دن ہم نے غیریت کا خیال بھلا کر اپنی الگ پرستی کو اُس کے عشق میں غرق کر دیا، پھر اُس کا یوگ ہونے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہیں لگے گی۔

سچی بات تو یہ ہے کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کے دوچار یا دس راستے نہیں ہیں بلکہ اُسے پراپت کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم اُس پر دل و جان سے فدا ہو جائیں۔ ہم اُس کی خاطر ہر قربانی کرنے کے لئے

تیار ہوں اور اُس کے لئے زندہ ہی مرنا قبول کریں یعنی اپنی خودی کو ختم کر کے خدا کی خدائی میں شامل ہو جائیں۔ جب تک ہم ایسا نہیں کرتے، ہمارا کوئی بھی دھرم کرم نہیں سنسار کے بندھنوں سے نجات نہیں دلا سکتا۔ خدا سے وصل حاصل کرنے کا مقصد بھلا کر چوں کہ مذہب والوں نے انسان کا سدھار کرنا ہی اپنا نصب العین بنا لیا ہے۔ اس لئے خدا تو ملتا نہیں اور ایک انسان دوسرے انسان کو ٹھیک کرتے کرتے خود ہی راہ راست سے بھٹک جاتا ہے۔

ہم نے کہا کہ پرہتاما کو پالنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے آتما کو پرہتاما کے ساتھ ایک روپ کر دینا۔ یہی نیردھ کلپ سادھی ہے۔ اور یہی یوگ ہے۔ نہ تو پرہتاما کو پالنے کے دوا راستے ہیں اور نہ ہی کوئی دوطرح کے یوگ ہیں۔ یقیناً ایک ہی راستہ ہے اور ایک ہی یوگ ہے۔ پرہتاما کے سادھک، بھگت اور یوگی کسی مغالطہ میں نہ رہیں۔ جب تک وہ سچائی کو نہیں سمجھ لیتے اُن کے کلیان کی کوئی صورت نہیں۔

مذہب والے بھی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں۔ اب خدا کو زیادہ عرصہ تک مندروں اور عبادت گاہوں میں قید نہیں کیا جاسکے گا اور نہ ہی انسان کی رُوح کو لائسہ کی تاریکیوں میں رکھا جاسکے گا۔ یہ سنائیں، علم اور آزادی کا زمانہ ہے۔ انسان کی رُوح جہالت کے پردے بھاڑ کر آسمان کی بلندیوں اور ستاروں سے آگے وہاں تک پرواز کرنے کو بمقرر ہے جہاں خدا کا نور برستا ہے۔ خدا را انسان کی رُوح پر قابض ہونے کی کوشش مت کیجئے ورنہ آپ کے دھرم اور فرضی خدا کا وجود ہی خطرہ میں پڑ جائے گا۔

نہ ہی رہنماؤں اور اُن کے معتمدوں کا مفاد اب اسی بات میں ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو جہالت میں رکھ کر انھیں توہمات کا شکار نہ بنائیں۔ کیونکہ علم کی روشنی ہو جانے پر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو فرضی خدا کے نام پر زیادہ عرصہ تک بیوقوف نہیں بنا سکتا۔ خدا کا واسطہ دیکر جو غریبوں کی ٹوٹ کھوٹ کی جاتی ہے اُسے اب برداشت نہیں کیا جائے گا اور نہ اس بات کی اجازت ہوگی کہ نیاگ اور ویراگ کی تعلیم دینے والے دان اکٹھا کر کے اپنے نام پر جائیدادیں بنائیں اور خود تو عیش و آرام کی زندگی بسر کریں۔ جبکہ عوام بھوکے ننگے کھلے آسمان کے نیچے پڑے رہنے کو مجبور ہوں۔ جو دھن دان کے طور پر حاصل کیا جاتا ہے وہ دھرم پرچار اور فلاح و بہبود کے کاموں پر صرف ہونا چاہیے۔

آخر میں ہم سر و دیایک، سر و شکیمان، سب جیوؤں کے ہر دے میں سچیت سچیدانند سورو پ پرہم پریشور کا دھیان کر کے یہ پراختنا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں سد بھ بھی پر دان کریں تاکہ ہم سنمارگ پر چلتے ہوئے اُن کی کرپا کے پاتر بن سکیں۔

برہمانند منند

یوگ کیا، کیوں، کہاں اور کیسے؟

از۔ شری کانشی رام جی چاولہ - لدھیانہ

”یوگ انک“ کیوں؟

شری نندہ جی کو ۱۹۷۵ء کے سالنامہ ”پرمیشور انک“ کے بعد ۱۹۷۶ء کا سالنامہ ”یوگ انک“ نکالنے کا وچار کیوں پیدا ہوا۔ اس کی بھی کوئی وجہ ہونی چاہیئے؟ اس سوال کا جواب دینے سے پیشتر ہم نے دیکھنا ہے کہ ”یوگ“ شبد کا ارتھ کیا ہے؟ یوگ شبد ایک بڑا ویلک شبد ہے۔ کوشوں میں اس کے ارتھ یہ لکھے ہیں۔ جوڑ، میل، بلاپ، بلاؤ، سفیوگ، سمبندھ، تپ، تپتیا، آپائے، نسخہ، دھیان، سماوھی، پرمیشور میں من لگانا، جیو آتما اور پرما تما کا ایک ہونا وغیرہ۔

یوگ شبد کے ان ارتھوں سے ہی اس سوال کا جواب مل جاتا ہے کہ پرمیشور انک کے بعد یوگ انک کیوں نکالا گیا۔ پرمیشور کی طرف سے ہی شری نندہ جی کے من میں پرما تما معلوم ہوتی ہے۔ سکتیت دیا گیا ہو گا کہ پرمیشور کی مہانتا، اس کی نزدیکی یا سمیپتا اور اس میں وٹھواس اور پریم ہونے سے جو لا بعد اور الوک سکھ پراپت ہوتا ہے، وہ تو سب کچھ پرمیشور انک میں بتا دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے بعد اب یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اس مہان ستا والے پرمیشور سے بلاپ یا سمبندھ قائم کس طرح سے کیا جائے۔ چونکہ یوگ شبد کا ارتھ ہی پرمیشور سے بلاپ اور سمبندھ ہے۔ اسی لئے اس انک میں وہ تمام آپائے اور نسخے (یہ بھی یوگ شبد کے ہی ارتھ ہیں) بتائے جانے ہیں، جن سے جیو آتما، پرما تما کے ساتھ من لگائے اور اس کے ساتھ ایک ہو جائے۔ (یہ سب کریائیں اور ان کے پرپیام بھی یوگ شبد ہی ویکت کرتا ہے۔)

ایک درشٹانت

جس طرح اگر ہم کسی شخص کو بتائیں کہ ایک ایسا چشمہ ہے جس کا جل پان کر کے منشیہ کی

پیاس سدا کے لئے شانت ہو جاتی ہے۔ تو اتنا مাত্র بتلا دینا تو اس شخص کے لئے نہ تو کافی ہی ہو گا اودم ہی لاکھ پرو۔ اُس آدمی کو حقیقی لاکھ بھی ہو سکتا ہے، کہ جب اُسے یہ بھی بتایا جائے، کہ وہ چشمہ کہاں ہے اور وہ وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے، اور وہاں پہنچ کر اُس کے جل کاسیوں کیسے کر سکتا ہے۔ ٹھیک اُسی طرح سے جب پریشور انک میں پریشور کی مہبتا اور اس کے ساتھ ایکتا ہونے پر پرم شکھ کی پراپتی کی باتیں بتائی گئیں، تو اب یہ بھی واضح کرنا لازمی ہے، کہ وہ پریشور ہے کہاں؟ اُس تک پہنچنے کا مارگ کونسا ہے، اور اُس سے ملنے کے سادھن یا ایائے کیا ہیں۔ ان سارے سوالوں کا جواب یوگ شبد میں ہی مضمر ہے، اور اسی لئے یہ یوگ انک نکالا گیا ہے۔ ہندائیں شری نشدہ جی کو اس انک کے نکالنے کی سادہ بدھائی نویدین کرتا ہوں۔

یوگ کی اوشیکتا

یوگ کیوں ضروری ہے؟ یہ امر یوگ شبد کے بیان کردہ ارتھوں سے ہی واضح ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی کچھ تشریح کی جاتی ہے۔ جیوؤں کی چور اسی لاکھ یونیاں بتائی جاتی ہیں جیو اپنے اپنے کرموں کے انوسار دیگر مختلف یونیوں میں جنم لے کر اپنے شبھ کرموں کے پھل سو روپ متسیہ کا جنم پاتا ہے۔ یہ انسانی جامہ اُسے اس لئے عطا ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اپنے پرہم پرماتما سے یوگ یا میل کے جنم مرن کے چکر سے رہائی پائے، اور موکش پد کا ادھیکاری بنے۔ اگر وہ اس مانو جنم کا لاکھ یوگ دوارا نہیں اٹھاتا، تو وہ پھر جنم مرن کے چکر میں پڑا رہتا ہے۔ اسی لئے شرتی کہتی ہے۔۔

इह चेद वेदीदथ सत्यमस्ति न चेदिहा वेदीन्महती विनिष्ठः ॥ (केन उप० २-५)
 ارکھ۔۔ اے جیو! اگر تُو نے اس جنم میں اس مہان سنا کو جان لیا تو تیرا بھلا ہو گیا لیکن اگر تُو جوک گیا تو تُو نے اپنی بڑی تباہی کر لی۔ وید بھگوان کا فرمان ہے۔

श्रुते न मनसा वयं देवस्य सवितुः सर्वं स्वर्गाय शक्रया ॥ (यजु ११-२)

ارکھ۔۔ پریشور کے دیئے ہوئے اس جنم میں ہم لوگ ایک من سے اور سادھنوں سے سچے سکھ کے بھاگی بن سکتے ہیں۔

स निश्चयेन योक्तव्यो योगोऽनिर्विण्णं चेतसा ॥ (गीता ६-२३)

ارکھ۔۔ وہ یوگ نیچے پوروک چیت کی ت پر تا سے کہنا کہ تو یہ ہے۔

● پرہم سنت گوسا میں متلسی داس جی نے رام چرت مانس میں فرمایا ہے۔۔۔
 بڑے بھاگ مانس تن پاوا، سرور لبھ سب گرتھن گاوا
 سادھن دھام موکش کر دوارا، پائے نہ جیہ پر لوگ سنوارا

سو پر تر دکھ پاوٹی سر دھنی دھنی پھپھٹائے گا ہی کر مہی ایشوری متھیا دوس لگائے (اثر کانڈ-۳۳)
 ارتھ :- انسانی جاں بڑی خوش نصیبی سے بلائے ساوے گرتھ کہتے ہیں کہ یہ دیوتاؤں کو بھی نہیں بلتا۔ جس جیو
 نے اس ساوہن کو کر کے موکش پراپت کرنے والے مانو جنم کو پا کر سچل نہیں کیا، وہ آنت میں دکھ پائے گا، اور پھر بے حد طور
 سے پھٹتا کر فضول طور سے زمانہ کو یا کروں کو یا پریشور کو ہی الزام دے گا۔

● سندھ گوی جی نے کہا ہے :-

پالو ہے منشیہ دیہہ او سر بنیو ہے آئے ایسی دیہہ بار بار کہو کہاں پائے
 جھولت ہے بانورے تو اب کے سیا نو ہوئے رتن امول یہ کا ہے کوں ٹھگا یے
 سمجھ بچار کری ٹھگن کو سنگ تیاگ ٹھگ بازی دیکھ کہوں من نہ دلایے
 سندھ کہت تو ہے اب ساو وہان ہوئے
 ہری کو بھجن کر ہری میں سما یے

● گوریانی سکھنی صاحب میں ارشاد ہوا ہے :-

رام نام تت کرو بچار در بھ دیہہ کا کرو ادھار
 ہلت پلت دوئی لیہو سنوار رام نام اترا ر دھار
 سچ و پار کرو و پارنی در کہہ بیٹھے کھیب تھاری
 ایکٹیک رکھو من مانہہ نانک بوہرن آوے جانہہ

● مہا بھارت کے شانتی پر (۱۹/۳) میں لکھا ہے، کہ جو انسان پر دم در بھ منشیہ جنم کو پا کر
 اُسے سچل نہیں بتاتا، وہ مہان لاجھ سے محروم رہ جاتا ہے۔

● شرمید بھاگوت (۱۱/۱۰) میں کہا ہے کہ اس مرت لوک میں یہ مانو شریر و شے بھوگ کے
 لئے نہیں ہے۔ اس سے کوتاہ اور آنتہ کرن کی شدھی کے دوارا برہمانند کی پراپتی کرنی ہے۔

یوگ کی مہانتا اور اس کا لاجھ

اس سے پیشتر یوگ کی آوشیکتا شاستروں کے پرمان دے کر واضح کی گئی ہے سوال
 ہو سکتا ہے کہ یوگ کو اتنی مہانتا کیوں دی گئی ہے۔ اس سے جیو کو لاجھ کیا ہو سکتا ہے؟ اس کا
 جواب یہ ہے کہ منشیہ کی سب سے بڑی سمسیا اور اس کا سب سے جٹل مسئلہ ہے دکھ کی نورینی
 یعنی دکھ سے چھٹکارا پانا۔ منشیہ کا یہ مقصد اگر کسی بھی طریقہ سے حاصل ہو سکتا ہے، تو وہ
 یوگ سے ہی ہو سکتا ہے۔ اُس کو سچا سکھ دینے کا ذریعہ یوگ ہی ہے۔ یعنی سکھ سو روپ پریشور
 سے لیکتا اور بلاپ پیدا کرنا۔

اس بارے میں بھی اس حقیقت کی تائید میں دو طرح کا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے۔ ایک تو ان مہاتماؤں کا جیون جنہوں نے یوگ کی سیدھی کر کے سچے آئندگی پر اپنی کی۔ آپ کسی بھی یوگیت نہا پرش کا جیون پڑھ جائیں، تو اس سے آپ کو پتہ لگے گا، کہ وہ کھ نام کی کوئی چیز ان کے نزدیک پھٹک نہیں سکتی تھی۔ یہ بات نہیں کہ انہیں روگ نہیں ستاتا تھا، یا ان کے سامنے کوئی رکاوٹیں نہیں آتی تھیں، یا ناموافق حالات سے دوچار نہیں ہونا پڑتا تھا۔ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں تو انسانی جیون کا ایک انگ یا جزو ہیں۔ لیکن ان سب حالات کے وارد ہونے پر بھی ان کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ

جو مرد ہیں پورے وہ ہر حال میں خوش ہیں
جو مال دیا رب نے تو وہ مال میں خوش ہیں
کھانے کو بلا کم تو کم میں رہے خوش
گر غم دیا اُس نے تو غم میں رہے خوش
چہرے پر ملا مت نہ جگر میں بھی کچھ غم
شکوہ نہ زباں پر نہ کبھی چشم ہوئی تم
چینے کا نہ اندوہ نہ مرنے کا ذرا غم
ہر کام میں ہر دام میں ہر مال میں خوش ہیں
بے زر جو کیا اُس نے تو اسی حال میں خوش ہیں
جس طرح بھی رکھا اُسی عالم میں رہے خوش
ماتم جو دیا اُس نے تو ماتم میں رہے خوش
ماتھے پر کہیں ہیں نہ آبرو میں کہیں غم
غم میں بھی وہی عیش الم میں بھی وہی دم
یکساں ہے انہیں زندگی اور موت کا عالم

وہ دروین آفات میں جہال میں خوش ہیں

پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

یہ ہوتی ہے یوگیت پرشوں کی حالت۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیونکہ انہوں نے آئندہ سو روپ پر مشورہ کے ساتھ یوگ کیا ہوا ہوتا ہے۔ اُس کے ساتھ ایکٹا کی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے ان کو وہ اوستھا بھی جس کو عام لوگ وہ کہتے ہیں، سکھ ہی میں پر تیت ہوتی ہے۔ ان کے من کی اوستھا ایسی بن جاتی ہے کہ جس طرح کل کے پتے پر پانی نہیں بھر سکتا یا مرغابی کے پروں کو پانی گیلانہیں کر سکتا۔ اُسی طرح عام لوگوں کی نگاہ میں جو وہ کھ کا عالم ہوتا ہے، وہ ان کے من پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ دنیاوی ریخ و غم کے اثر کو اپنے من پر جتنے نہیں دیتے۔ ان کے من کی حالت کمافی وار گرسی کی مانند ہوتی ہے۔ جس طرح کمافی وار گرسی پر بوجھ گرے، تو وہ فدا سی دب جاتی ہے۔ لیکن اُسی وقت اپنی اصلی حالت میں آ جاتی ہے۔ ٹھیک اُسی طرح یوگیت پرشوں کا من ہوتا ہے۔ وہ پتھر دل نہیں ہوتے دوسروں کی تکلیف کو دیکھ کر، یا اپنی ذات پر کوئی نا خوش گوار واقعہ درپیش آنے پر ان کے من کو چوٹ ضرور لگتی ہے، لیکن اس کا اثر بہت جلد زائل ہو جاتا ہے، اور وہ پھر اپنی آئندہی حالت میں مست ہو جاتے ہیں۔ — ان کے من پر ایسے مخالف حالات اور واقعات کا اثر اتنا

عرصہ ہی رہتا ہے۔ جتنا عرصہ ریت پر پڑی ہوئی لکیر کا نشان رہتا ہے۔ اسی لئے میکت یعنی لوگ بدھ پُرتشوں کی علامت ہی یہی ہوتی ہے۔ کہ

خدا کے بندوں کی پہچان ہے یہی خوش دل
غموں میں رہ کے بھی وہ غمزدہ نہیں ہوتے
● ایک اور دانے ایسے خوش نصیب انسانوں کی نسبت فرمایا ہے کہ

جس کے دل کو مطلقاً جنبش نہ پیش و کم سے ہو
جو نہ شادی سے ہوشاواں جو نہ غمگین غم سے ہو
روح اس کی راحتوں سے مالا مال ہو جائے گی
جو کبھی نہ ختم ہو ایسا سکون وہ پائے گی

ایسے میکت پُرتشوں کی مثالیں بہت سی ہیں۔ طوالت مضمون کے خوف سے کچھ ہی عرض کر دی جاتی ہیں۔
۱۔ پریم ہنس رام کرشن جی کہتے ہیں ناسور ہو گیا۔ ایک دن شرعی شمشی دھرت کر چوڑا مٹی جی اُن کے پاس گئے، اور کہا آپ من کو ایسا کر کر کے دو بار اپنے منہ سے کہیں "روگ چلا جا" تو آپکی اپنی آتمک شکنتی سے ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ سن کر پریم ہنس بولے۔ میں اپنے من کو بھگوان سے ہٹا کر اس ہاڑ مانس کے پتھر کے کی طرف کیوں لٹاؤں۔ تب ان کے شمشوں نے کہا کہ آپ بھگوانی ماں سے ہی سواستھ کی پرار تھنا کریں۔ تب پریم ہنس جی نے فرمایا۔ کیا ماں سے کوئی بات چھپی ہوئی ہے کہ میں اس کو تکلیف دوں، میں ایسی مود رکھتا نہیں کر سکتا۔ جو کچھ ہو رہا ہے وہی ٹھیک ہے۔

۲۔ مہاراج ایک تاتھ کو بھگوان نے انوکول یعنی اپنی طبیعت کے موافق دھرم پتنی دی تھی۔ اس لئے وہ بھگوان کا شکر کرتے تھے، کہ اس کی سہاوتا سے وہ جلدی ایشور پراپتی کر سکیں گے۔ لیکن اس کے خلاف مہاراج مہاکارام جی کو انوکول پتنی نہیں ملی تھی۔ اس کا سبھاؤ اور مزاج وغیرہ انکے بالکل خلاف تھا۔ لیکن وہ بھی بھگوان کا شکر کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اُس دیالو کی کتنی انوگرہ ہے کہ اگر پتنی موافق ہوتی، تو وہ اُس کے موہ میں پھنس کر اپنے آتم کلیان کی طرف کم توجہ دیتے۔

۳۔ لوکمانیہ تلک کی ساٹھویں ورشس گانٹھ کا دن بڑی دھوم دھام سے منانے کا انتظام پورہ میں کیا گیا تھا۔ ایک لاکھ روپیہ کی تھیلی بھینٹ کرنی تھی۔ بڑے بڑے نیتا آئے ہوئے تھے۔ خوب چہل پہل ہو رہی تھی۔ جب لوکمانیہ جی بھی وہاں آگئے، تو اُن کے پیچھے ہی کپتان پولیس نے وہاں آکر بنیں ہزار روپیہ کی ضمانت کے نوٹس پر تعمیل کروائی۔ لوکمانیہ جی نے نوٹس جیب میں ڈالا،

اور اسی طرح اگر اُتسویں شش ہو گئے۔

۴۔ پرسدھ پر بھو بھگت رام نارائن جی آخری عمر میں ادھرنگ کے روگ میں مبتلا ہو گئے۔ اُن کے ہشیشہ دیش بھگت، ابو اشونی کمار بڑے اُداس ہو کر اُن سے ملنے گئے۔ بسوجی ادھرنگ کی وجہ سے صرت ایک ہی ہاتھ سے اُن کو بڑی خوشی سے ملے، اور خوشی خوشی شاستروں اور مہا پرشول کے واکہ بول کر تین گھنٹے تک ہنستے ہنستے ہی باتیں کرتے رہے۔ آخر اشونی جی نے کہا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ بہت دکھی ہوں گے۔ تب بھگت جی نے کہا۔ پیارے اشونی! جس پر میثور نے اتنی عمر تک شکہ دیئے، اتنے سندر درشہ اور استھان دکھائے، بڑے منگل بھرے اُتسور دیئے۔ کیا اب وہ مجھے چھوڑ گئے ہیں، یا میں نے اُن کو چھوڑ دیا ہے۔ اب یہ ایک نئی قسم کی موج دکھا رہے ہیں، اور میں اُسی طرح آئند بھرے من سے اُس کی موج کو بھی دیکھ رہا ہوں۔

یوگ کی مُستی اور آئند

ان وچاروں اور درشتانتوں سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا، کہ یکت پرش کیسی مُستی بھرا آئند کا بھاگی بنتا ہے۔ اس میں شاستر کا پرمان بھی پیش کیا جاتا ہے :-

युञ्जन्नेन सदात्मानं योगी विगत कल्मषः ॥

सुरवेन ब्रह्म संस्पर्श मत्त्यन्तं सुखमश्नुते ॥

यं लब्ध्वा सापरं लाभं मन्यते नाधिकं तथः ॥

यस्मिन्स्थितो न दुस्तेन गुरुणापि विचाल्यते ॥ (गीتا ۶- ۲۲، ۲۳)

اُرتھ :- اس طرح سے یوگ پرسدھ پرش سدا اپنی آتما کو پر میثور کے ساتھ جوڑ کر بڑی آسانی سے پرمانند پراپتی کے آئند کو انو بھو کرتا ہے۔

اس لایبھ کو پراپت کر کے اس سے بہتر کوئی اور لایبھ وہ نہیں مانتا۔ اور اس حالت میں قائم رہتا ہے وہ بھاری سے بھاری دکھ سے بھی متزلزل نہیں ہوتا۔

اب ہم نے وچار کرنا ہے کہ بعض لوگ سوچتے ہیں، کہ ہم بھی بھگوان کا چتن کرتے ہیں۔ اس سے پرستہ بھی جوتے ہیں، لیکن ہمیں تو نہ ہی ایسا آئند پراپت ہوتا ہے، اور نہ ہی دکھوں سے چھٹکارا ملتا ہے۔ ہم نے دکھوں کو دھتہ تو کیا بتانا ہے، بلکہ ہم کو تو وہ دبائے رکھتے ہیں۔ اس کا جواب ایک شاعر کے الفاظ میں سنئے۔ اُس نے کہا ہے کہ

دل میں جلائی آپ نے ہے حرص و ہوا کی آگ

اک دن نہ دل سے شکر کا سجدہ ادا کیا

ہائیں تو کہیں خدا کے بھروسے رات دن

لیکن نہ خود کو آپ نے سپردِ خدا کیا

اس لئے یہ حقیقت سمجھ لینی چاہیئے، کہ پر میثور کے ساتھ مستی بھرا یوگ پر اپت کرنے کے لئے خاص تردد کی ضرورت ہے۔ ایک خاص قسم کا جیون و تپت کرنے کی اوشیکتا ہے۔ وہ جیون کیسا ہونا چاہیئے۔ اس بارے میں بھی شاستروں کا پرمان سماعت کیجئے۔

अद्वेष्टा सर्व भूतानां मैत्रः करुण सुख च ।

निर्ममो निरहंकारः सम दुःख सुखः क्षमी ॥

समः शत्रौ च मित्रे च तथा मानवमानयोः ।

शीतोष्ण सुख दुःखेषु समः सङ्ग विवर्जितः ॥

नृत्य निन्दा स्तुतिर्मौनी सन्तुष्टो येन केनचित् ।

अनिकेतः स्थिरमतिर्भक्तिमान्मे प्रियो नरः ॥ (गीता १२-१३/१८, १९)

اگر کھ:۔ پر میثور کے ساتھ اس شخص کا پریم یوگ ہو سکتا ہے کہ جو کسی بھی پرانی سے دلش نہ کرے۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ سب سے بہتر تارکھے۔ چھوٹوں، دکھیوں اور کمزوروں پر دیا کرے۔ ممتا دہت ہو، مقررہ نہ ہو، دکھ سکھ ہیں، ایک سار ہے، اپرا دھ یا قصور کرنے والوں کو معاف کر دے۔ دوست دشمن میں اور عزت بے عزتی میں سمان بھاؤ بنائے رکھے۔ اسی طرح سے سردی گرمی اور رنج و راحت میں بھی یکساں نیت کا بھاؤ قائم رکھے، دنیاوی چیزوں میں من نہ پھنساوے، کوئی برائی کئے یا بد گوئی، اس سے بے نیاز رہے، پر بھو سمن میں مست رہے، ہر حال میں شاکر رہے، گھر سے بھی موہ نہ ہو، عقل کو یقیناً رکنے، من کو بھائی بھاؤ سے بھر پور رکھے۔

● گوریانی کا ارشاد بھی ملاحظہ کیجئے۔

نہیہ نہریا نہہ استی جا کے لوبھ موہ ابھیانا۔

ہر نہ سوگ تے رہے نیار و ناٹھ مان ایمانا

آسا مندا سنگل تیا کے جگ تے رہے تراسا

کام کرو دھ جیہہ پر سے ناہن تپہہ گھٹ برسم نواسا۔ (سورٹھ محلہ ۹)

اگر آپ مسکھوں کے بھندار مسکھ سو روپ پر بھوسے یوگ کرنے کے طلبگار نہیں، اگر آپ پریم مسکھ کے سوامی پر میثور کا میل چاہتے ہیں، اگر آپ کو آئند کے نضر و آئند سو روپ پر تیم سے بلاپ کی آرزو ہے، تو ایسی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ کچھ مہاتماؤں کے کھٹن بھی سن لیجئے۔

سرس رہے سنسار میں من رکھے مجھ پاس اپت نہ ہو سنسار میں وہی جانو نم واس

جن پرانی ہے جانیا گھر بن ایک سمان
پریم بھاؤ اک چاہیئے بھیش انیک بناؤ
جو کوئی سادھو گرہ میں منہ رام بھریو
ایک یوگ ایک سجن کہتا ہے ۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب کار نہیں ہوں
یا زار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں
ایک مہمان آتما کا فرمان پنجابی بھاشا میں پیش خدمت ہے ۔
بھٹیلا جو گیا جوگ دا پاچ کر کے کاہنوں دھونیاں اچھل رمانی جاویں
جوہاں اُجڑیاں کچھدا پھریں اینویں سہنوں جٹاں تے جٹاں ودھائی جاویں
لاجھ دس بھٹھوتیاں منن دا کی ، کھیہ سواہ توں کیساں سچ پائی جاویں
بھگوے ولس کرے چتر بگلیا اوٹے ، وچون قینچیاں خوب چلائی جاویں

پتے بتمہ نے پیچ کے گل میری ایہناں ویساں اندر سچا جوگ نہیں ائے
اصل جوگ توں پالیا ٹھیک اُس نے جہدے من ہنکار داروگ نہیں ائے
جنہوں خوشی نہ جیمیاں پر تیاں دی ، آتے مرن والیاں دا کچھ سوگ نہیں ائے
جنہوں چھٹا نہ ہندیا استی دی جو خوشاں داں دی چگدا چوگ نہیں ائے

سچ بولنا نیکی دے راہ چلنا ، ایہو جوگ ای جو گیا کھٹ نے توں
دیتی ہر دے دے وچ نہ کھان سچی ، اپنے اندروں آپ ہی پٹ لے توں
جنت منت تے دھرم توں دھار لینا ، نام پر بھو دا جیہا توں رٹ لے توں
سیوا دھرم دے وچ توں من لاویں ، لاہال اُپکار دے کھٹ لے توں

سدا اندر لے دے نال جڑ رہنا ایہو جوگ ای ہو دی لڑ کوئی نہیں
اندر والا بے ہیرا توں لبھ لوں ، تینوں کسے دی گل دی تھوڑ کوئی نہیں
موہ متا دے وچ جو پھدا نہیں ، نہ ہی ہر کھتے سوگ اوہ متا اے
بتھیں کر کے آپ کمانی کھاندا ، جنم مرن دا ٹھگر اوہ بھندا اے

یوگ سدھی سے پر م سکھ کی پراپتی

ہر شخص سکھ کی تلاش میں ہے اور اس کے لئے ہی انیک یقین کرتا ہے۔ کوئی دولت حاصل کرنے میں سکھ ڈھونڈتا ہے، کوئی اقتدار حاصل کرنے میں، کوئی شہرت میں اور کوئی مقبوضات میں لیکن ان کے حاصل کرنے پر بھی وہ سکھی نہیں بنتا۔ سکھ کا سروت تو انسان کے اندر ہے۔ اس کے اوپر انسان نے اپنی غلط کاریوں کا ڈھکنا دے رکھا ہے۔ جیسے خود غرضی، خود پسندی، نفرت، حرص، خواہشات وغیرہ کا جب تک ان چیزوں کا بنا ہوا ڈھکنا من اور آتما سے پرے نہیں کیا جاتا، تب تک سچا سکھ انسان کو نہیں ملی سکتا۔ اس ڈھکنے کو دور کرنے سے ہی اصلی سکھ کی پراپتی ہو سکتی ہے۔ یہ ڈھکنا دور ہو سکتا ہے۔ یوگ کی سدھی سے۔ یوگ کی سدھی ہو جانے پر انسان فراخ دل بن جاتا ہے۔ سب سے پیارا کرتا ہے۔ سب میں ایک ہی پرہو کی حیوتی دیکھتا ہے۔ سب کا بھلا سوچتا ہے۔ دوسروں کو سکھ اور خوشی دینا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اپنے فرائض کی ادائیگی ایماندارانہ تسہی، لگن، خوش دلی اور صدقہ دلی سے کرتا ہے۔ یوگ کی سدھی ہونے پر یوگ سدھ پُرش جو لوگ سکھ محسوس کرتا ہے۔ اس کے متعلق شاستر کا ہی پرمان سنیئے۔ طوالت مضمون کے خوف سے، اور اردو مضامین میں سنسکرت بھاشا کے پرمانوں کی تحریر کی وقت کے پیش نظر ان شاستر پرانوں کا صرف ترجمہ ہی دیا جاتا ہے۔

۱۔ جو پتھ پھل ویدوں کے پڑھنے سے، یگیہ کرنے سے، تپ کرنے سے اور دان کرنے سے پراپت ہوتا ہے۔ بلاشبہ اس سب پر کار کے سکھ کی حد کو یار کرتا ہوا یوگ سدھ پُرش ساتن پر م پد کو پراپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۲۔۸ - ۲۸)

۲۔ جو پُرش نشے کر کے انتر آتما میں سکھ لیتا ہے۔ انتر آتما میں ہی آرام لیتا ہے، اور انتر آتما میں ہی آرام لیتا ہے اور انتر آتما کی حیوتی کے درشن کرتا ہے۔ وہ یوگ سدھ پُرش پر برہم پرما آتما کے ساتھ ایک بھاؤ ہو کر شانت برہم کو پراپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۵۔۵ - ۲۴)

۳۔ یوگ سدھ پُرش تپسویوں سے بھی بہتر ہوتا ہے، شاستر گیان والوں سے بھی اتم ہوتا ہے، اور کرم کے پھل کی اشار رکھنے والوں سے بھی اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس لئے اسے ارجن کو یوگ سدھی کو پراپت کرنے والا بن۔ (گیتا ۶۔۴ - ۲۶)

۴۔ اے ارجن! یہ ایک حقیقت ہے، کہ اپنی انتر آتما میں پریشور کے دھیان کے ایسا روپ یوگ سے یکت پُرش اور کسی طرف دھیان نہ دیتا ہوا ہمیشہ چپن کرنے والا پُرش اس لاثانی پر م برہم پریشور کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۸۔۸ - ۸)

۵۔ اپنے آنتہ کرن میں بھگوت سو روپ کو متن کرنے والا لوگ سدھ پُرش بہت جلد پر پرہم پُراپتا کو پراپت ہو جاتا ہے۔ (گیتا ۷-۶)

۶۔ اس حالت میں لوگ کے ابھياس سے دُش میں کیا ہوا چت بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور پرماتما کے درشن کرتا ہوا اُسی کے پرہم سکھ میں مست رہتا ہے۔ (گیتا ۷-۲۰)

۷۔ لوگ سدھ بھی سے من اچھی طرح سے شانت ہو جاتا ہے، پاپ سے دور رہتا ہے۔ چنچلتا ختم ہو جاتی ہے، اور اس طرح لوگ سدھ پُرش اتی اتم سکھ کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۷-۲۷)

لوگ سدھ پُرش کے لکشن (علامتیں)

کئی بچن لوگ سدھ بھی کے لئے کئی پرکار کے سادھن کرتے ہیں، کیونکہ وہ شاستروں میں اس سے پرہم سکھ کی پراپتی کی بات پڑھتے ہیں، لیکن وہ اس حقیقی سکھ کو حاصل نہ کر کے مایوس سے ہو کر سوچتے ہیں کہ شاستروں میں جو یہ بات لکھی ہے، ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن اُن کا سوچنا غلط نہیں پر یعنی ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ پہلے تو وہ جو سادھن کرتے ہیں وہ پورن ریتی سے ٹھیک نہیں ہوتے۔ آج کل بہت سے مت چل پڑے ہیں، جو لوگ کی کچھ کریاؤں کو ادھوری اور نامکمل طرح کی بنا کر سبزاغ دکھاتے ہیں، کہ ہمیں معمولی سی سادھنا سے ہی اس مہان سکھ کا انوبھو ہونے لگے گا۔ اسی طرح سے کئی لو بھی لوگ ماری کی طرح تماشے دکھا کر لوگوں کے گوروں کو اُسی طرح کی اُپورن کریاؤں کے ذریعے اُن کو اپنے چنگل میں پھنسا رہے ہیں۔ کئی بھگوان کے اوتار اپنے آپ کو کہہ کر پرہم سکھ کے بناؤنی سادھن بتا کر لوگوں کو لوگ کی سچی راہ سے بھٹکا رہے ہیں اس لئے جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کو لوگ ددارا پرہم سکھ کی پراپتی نہ ہونے کے باعث شاستروں کا کھن غلط ہے۔ اُن کو دیکھنا چاہیے کہ آیا اُن کی کی ہوئی سادھنا کا حقیقی پھل بھی اُن کو ملا ہے یا نہیں۔

اگر لوگ کی سدھ بھی ہو جائے، تو لوگ سدھ پُرش کے یہ لکشن ہونے چاہئیں۔ اگر تو وہ اپنے میں یہ علامتیں مکمل طور پر ٹھیک پاتے ہیں، تب تو اُن کو پرہم سکھ کا بلنا نصیحت ہے۔ لیکن اگر اُن میں یہ لکشن نہیں آئے، تو انہیں سمجھ لینا چاہیے، کہ آج کل کے لو بھی گورو، بناؤنی اوتار اور لوہن متوں والے ان کو غلط رستے پر چلا رہے ہیں۔ اس لئے اس راہ کو چھوڑ کر لوگ کے سچے مارگ پر کامزن ہوں، تب ہی اُن میں لوگ سدھ بھی کے اصلی لکشن رونما ہو سکیں گے، اور وہ یقینی طور پر پرہم سکھ کا آئندہ پراپت کریں گے۔ اب وہ لکشن بتائے جاتے ہیں۔ جو لوگ سدھ پُرش میں ودیمان ہونے چاہئیں۔ لیکن اردو زبان میں ہونے کی وجہ سے پرمانوں کے تسکرت شلوک نہ لکھ کر اُن کا اوداد ہی پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ لوگ سدھ پُرش اس طرح کا سم درشی (نگاہ کی یکسانیت والا) ہو جاتا ہے کہ وہ کسی کو غیر

نہیں سمجھتا۔ سب میں اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔ اور اپنے آپ میں سب کو دیکھتا ہے۔ (گیتا ۶-۳۰)
 ۲۔ جو پرش سب میں بھگوان کی ستا کو دیکھتا ہے، اور سب کو اُسی ایک بھگوان میں دیکھتا ہے۔
 اس سے بھگوان جدا نہیں ہوتے اور وہ بھگوان سے جدا نہیں ہوتا۔ (گیتا ۶-۳۰)
 ۳۔ جو پرش یکسانیت کی نگاہ والا ہو کر سب میں بھگوان کی ستا کے درشن کرتا ہوا سب سے
 پریم اور سب کی سیوا کرتا ہے۔ وہ ہر طرح سے اپنے فرائض نبھاتا ہوا بھی بھگوان میں واس کرتا
 ہے۔ (گیتا ۶-۳۱)

۴۔ اے ارجن! جو پرش اپنے جسم کی مثال سے سارے بھوتوں میں یکسانیت کی نگاہ رکھتا ہے۔
 وہی اعلیٰ درجہ کا یوگ سدھ پرش ہوتا ہے یعنی جس طرح کل تیاگنے والے شریر کے انگوں کو اپنے سر اور
 آنکھوں کے مقابلے میں برا نہیں سمجھتا، اور نہ ہی اُن میں درد ہونے پر اس کی طرف سے یہ خیال کر کے
 لاپرواہی اور اُدھیلتا کرتا ہے۔ کہ چونکہ شریر کے یہ خراب عضو ہے۔ اس لئے اگر اُس کو دکھ درد ہوتا
 ہے، تو ہونے دو، بلکہ اس کے درد کا علاج بھی اُسی احتیاط اور خیرداری سے کرتا ہے۔ جیسا کہ سرکا۔
 جب کہ اس میں درد ہو، اُسی طرح سے جو پرش اپنے جسم کے سب اعضاء میں یکسانیت کی نگاہ
 رکھنے کی مانند دوسرے بھوتوں میں اور اُن کے دکھ سکھ میں بھی یکسانیت کا بھاؤ رکھتا ہے۔ وہی
 سچے معنوں میں یوگ سدھ پرش ہوتا ہے۔ (گیتا ۶-۳۲)

۵۔ سب میں یکساں طور پر پریشور کی ستا کو دیکھتا ہوا اپنے آپ کی تیا ہی نہیں کرتا۔ بلکہ
 پریم سکھ کی پراپتی کرتا ہے۔ (گیتا ۱۳-۲۸)

۶۔ جس اوستھا میں پرش پرانیوں کے جدا جدا بھاؤ کو ایک پر ماتما کے سنگلپ میں گھرا
 ہوا اور پر ماتما کے سنگلپ سے ہی سارے پرانیوں کے پھیلاؤ کو دیکھتا ہے۔ اُسی صورت میں
 ہی وہ پریم سکھ کا بھاگی بنتا ہے۔ (گیتا ۱۳-۳۰)

یہ ہیں وہ لکشن جو ایک یوگ سدھ پرش میں نمودار ہونے لازمی ہیں۔ اگر اس قسم کی دشانتا
 اور سمتا یعنی یکسانیت کی نگاہ اُن کے اندر پورن روپ سے نہیں ابھری، تو وہ پریم سکھ کا
 اُلو بھو نہیں کر سکتے۔ اس لئے اُنہیں دیکھنا ہوگا کہ اُن کا سادھن تو غلط نہیں اور نوین متوں والے
 یا بناوٹی گورڈاں کو چمکے تو نہیں دے رہے۔ یہ درست ہے، پورن سمتا بھاؤ یا ایکی بھاؤ بھٹ
 پٹ تو انسان میں سادھن کرتے ہوئے بھی ابھر نہیں سکتے۔ لیکن خیال اس بات کا رکھنا ہوتا ہے
 کہ یہ سمتا بھاؤ دھیرے دھیرے ترقی پکڑ رہا ہے یا نہیں۔ اگر من کے اندر دولیش درودھ اور غیرت
 کے بھاؤ کم نہیں ہو رہے تو جو بھی سادھنا کی جا رہی ہے، وہ ریت میں تیل آندھینے کی مانند ہے
 محض اپنا قیمتی وقت خوش فہمی میں ہی ضائع کیا جا رہا ہے۔

ایسی صورت میں آپ پوچھ سکتے ہیں، کہ آخر یوگ سدھی کی ٹھیک راہ یا اس کے لئے ٹھیک سادھن کو نسا ہے تاکہ اس پر عمل پیرا ہو کر اپنی مقصد براری کی جاسکے۔ بلاشبہ ایسے سادھن آپ کی سیوا میں نویدیں کئے جھائیں گے۔ فی الحال تو آپ کو یوگ سدھی کا اتم پھل اور اس کی ٹھیک یا غلط راہ کی پہچان عرض کی جا رہی ہے، تاکہ ایک تو آپ کے من میں یوگ سدھی کے لئے مہکت اکا نکشا پیدا ہو، اور اگر آپ پہلے ہی کوئی سادھنا کر رہے ہیں، تو اس کی درستی اور نادرستی کا آپ کو پتہ یا اندازہ لگ سکے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پر بھو سے یوگ حاصل کرنے کی راہ کوئی ایک نہیں ہے۔ اس کے لئے ایک مارگ ہیں۔ کیونکہ بھگوان نے خود فرمایا ہے کہ ۷

ये यथा मां प्रपद्यन्ते तांस्तथैव भजाम्यहम् ।

मम वत्मानुवर्तन्ते मनुष्याः पार्थ सर्वशः ॥ (गीता ४-३३)

اُرتھ :- اسے ارجن ! بھگوان کو جو پرش جس سادھنا سے ملنا چاہتے ہیں۔ بھگوان بھی اُس کو اسی طرح سے ملتے ہیں۔ ہاں اس ادیش کے لئے منشیہ بھگوان کے ٹھیک مارگ کو گریہ کرنے والے ہوتے ہیں۔

اب سوال ہوتا ہے کہ وہ ٹھیک مارگ کیا ہے ؟ اس کی وضاحت تو بعد میں کی جائے گی۔ لیکن ایک ضروری نکتہ بھی سمجھ لینا چاہیے۔ کسی گاؤں یا شہر کو جانے کے لئے جس طرح صرف ایک ہی راستہ نہیں ہوتا کسی راستے ہوتے ہیں۔ کسی بھی راستے سے انسان وہاں پہنچ سکتا ہے۔ لیکن ایک یا ت لاری ہے کہ انسان کا منہ چلتے ہوئے اُس گاؤں یا شہر کی طرف ہو، اُس طرف پھین ہو۔ ذر نہ دوسری طرف کر کے چلنے سے تو آدمی اپنی اس منزل سے اور بھی دور جا پڑے گا۔ اسی طرح بھگوان سے یوگ یا میل کرنے کے لئے بھی منشیہ جس بھی مارگ سے جاتا چاہے جاسکتا ہے۔ لیکن منہ بھگوان کی طرف ہونا چاہیے۔ اور سنسار کی طرف پیٹھ ہونی چاہیے۔ یعنی اُس کا پریم پاتر یا لکش بھگوان ہونا چاہیے۔ اور سنسار میں رہتے ہوئے بھی اس میں سوہ نہیں ہونا چاہیے۔ یوگ کی سیدھی راہ پر چلنے والا تو کہتا ہے کہ

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب کار نہیں ہوں

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

دنیا میں رہنے یا دنیا کے دھندے کرنے سے پر بھو سے میل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ رکاوٹ اُس وقت پڑتی ہے۔ جب ساری توجہ اور سارا پیارا ان دھندوں میں ہی ہو، اور بھگوان کی طرف پیٹھ ہو جائے۔ اسی صورت میں کوئی بھی سادھنا پھلی جھوت نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں رہتے ہوئے اور اپنے سارے دنیاوی فرائض نبھاتے ہوئے حالت یہ ہونی چاہیے کہ ۷

آوت ہر ش نہ اُپجے جاوت شوک نہ ہوئے !
 ایسی رہنی جو رہے گھر میں یوگی سوئے
 مان، دھام، دھن، ناری شست ان میں نہیں جو آسکت
 رام بھگت تہہ جانے گھر ہی مانہ ورکت
 سہجو جگ میں یوں رہو جیہوں جیہا مکھ مانہ
 کھی گھنا بھکش کرے پھر بھی چکنی نانیہ
 آدمی کو چاہیئے دُنیا میں رہنا اس طرح
 جس طرح تالاب کے پانی میں رہتا ہے کمل
 اُس پرندے کی طرح دُنیا میں رہنا چاہیئے
 چھپاتا ہے خوشی سے جو کہ نازک شاخ پر
 بھومتی ہے شاخ لیکن خوف اُس کو کچھ نہیں
 گر نہیں سکتا کہ ہیں موجود اُڑ جانے کو پیر

پر بھو سے یوگ کا ستھان

انسان کی سب سے بڑی خواہش کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، کہ وہ دُکھ سے نورتی چاہتا ہے۔
 یہ بھی اس سے پیشتر عرض ہو چکا ہے، کہ اُس کی اس خواہش کی تکمیل کا ایک ماترہ سادھن ہے
 پر بھو سے یوگ۔ کسی انسان کا خواہ دُنیا کے سارے زرو مال اور دوسرے پدارتھوں پر قبضہ ہو
 جائے، لیکن اُس کا پر بھو سے میل نہ ہو، تب بھی اُس کا چھٹکارا دُکھ سے نہیں ہو سکتا۔ دُکھ سے بچنے
 کا واحد وسیلہ ہے "وہمال الہی"۔ اپنے مالک سے ملاپ۔ اس دعوے کی تائید میں شناسستروں کے
 انیک پرمان بھی دیئے جا چکے ہیں۔

اب ہم یوگ سدھی کے عملی پہلو پر آتے ہیں۔ اس بارے میں پہلے یہ جاننا ضروری ہے، کہ ہم
 اُس اپنے مالک کو کہاں مل سکتے ہیں۔ ہمارا میل اپنے پر بھو سے کس جگہ ہو سکتا ہے؟ کیونکہ کوئی تو اُس
 مالک کے ٹھہرنے کا مقام عرش بریں بتلاتا ہے، کوئی ساتواں آسمان کہتا ہے، کوئی خاص مقام کا
 نام لیتا ہے۔ یعنی دُنیا کے کسی مقدس شہر یا پر بت کا نام بیان کرتا ہے، کوئی عبادت گاہوں کی طرف
 اشارہ کرتا ہے، کوئی کسی خاص چشمے یا دریا کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن حقیقت کیا ہے۔

جلوہ دوست تو ہر شے میں موجود ہے رند
 آپ اُمدھا ہے تو تیری آنکھوں میں نور نہیں ہے

● ایک اور حقیقی آنکھیں رکھنے والا یوگ سِدھ سچن کہتا ہے۔

جل میں جھلک ہے اُس کی پرہت پہ ٹھاٹھ اُس کا

چاروں طرف پر بھو وہ پر ماتما ہے چھایا

آکاش پر وہ نیلا اور سورج میں ہے وہ پیلا

دھرتی پہ اور لیسلا کیا رنگ ہے بنایا

آپ کہہ سکتے ہیں کہ چلو یہ تو مان لیا کہ وہ مالک ہر جاتی ہے۔ سب جگہ موجود ہے۔ لیکن وہ سوال تو بدستور بنا رہا، کہ اُس کو بلیں کہاں؟ آپ کا فرمانا درست ہے۔ آؤ شاستر کی شرن میں وہ ہم کو بتلائے گا کہ اُس سرو ویاک پر میثور کا میل کس جگہ ہو سکتا ہے۔ شرتی کہتی ہے۔

तिलेषु तैलं दधनीव सर्पिरापः स्रोतः स्वर्णीषु चामनिः ۱

सर्वमात्माऽत्मनि गृह्यतेऽसौ सत्येनैनं तपसा योज्युपश्यति (१- १५)

اُرتھ :- جیسے تلوں میں تیل، دہی میں گھی، چشے میں پانی اور لکڑی میں آگ موجود ہے۔ اسی طرح وہ پر میثور انسان کے اپنے ہر دے میں ہی موجود ہے۔ اور وہیں اُس سے میل ہو سکتا ہے۔

(شروتیا شروترا پینشد ۱- ۱۵)

● اب شرمید بھگوت گیتا کا فرمان بھی سنئے :-

ईश्वरः सर्वभूतानां हृद्देशेऽर्जुन तिष्ठति (गीता १८ - ६१)

اُرتھ :- اے ارجن! وہ مالک کل سب پرانیوں کے ہر دے میں ہی موجود ہے۔ اب کچھ یوگ سِدھ پُرشوں کے ارشاد بھی سماعت فرمائیے :-

خدا کو دل ہی میں ڈھونڈو! دھر! دھر نہ پھر

نہیں کتاب کا مطلب اس کتاب سے باہر

غافل ٹوک دھر بٹکے ہے فلکِ دل کی خبر سے

شیشہ جو بغل میں ہے اُسی میں تو پتری ہے

شیخ و برہمن دہر و حرم میں ڈھونڈتے ہو کیا حاصل

موند کے آنکھیں ویکھو تو ہے ساری خدائی پیسنے میں

جیسے تو ڈھونڈتے آہوئے رختن وہ نافہ نات میں تیری یہیں ہے

تمام عالم میں کیوں ڈھونڈتے ہو اُس کو تیرے قالب میں وہ پردہ نشیں ہے

بہیوں نینوں میں پوتری تیروں خالق گھٹ ماتھ

مورکھ لوگ نہ جاہلی باہر ڈھونڈن جانہہ
 جیہوں تل ماہیں تیل ہے جیہوں حقیق میں آگ
 تیرا سائیں تجھ میں جاگ سکے تو جاگ
 برچھ جو ڈھونڈے بیج کو بیج برچھ کے مانہہ
 جیو جو ڈھونڈے پیو کو پیو جیو کے مانہہ
 تیرا سائیں تجھ میں جیہوں پہن میں باس
 کتوری کا مرگ جیوں پھر پھر ڈھونڈے گھاس
 بھیکھا بھوکھا کو نہیں سب کی گھڑی لعل
 گانٹھ کھول نہیں دیکھتے یا بدھ بھٹے کنکال
 دیہی مانہہ و دیہہ ہے جو ہے ست سروپ
 انت لوگ میں رم رہا جا کا رنگ نہ روپ

ان پر باتوں اور گفتنوں سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ ہم اپنے پر م پتا پر میسور کے ساتھ کس
 جگہ لوگ یعنی ملاپ کر سکتے ہیں۔ وہ مقام ہمارا اپنا ہی ہر دے سے متصل ہے۔ اب ہم اگلے و شے پر چلتے ہیں۔

لوگ میں ساودھانیاں

لوگ ایک ایسا وسیع اور ویایک مضمون ہے، اور اس کے اتنے بے شمار پہلو ہیں کہ ان سب پر وشتا
 سے پرکاش ڈالنا ایک رسالہ کے انگ میں ممکن نہیں ہے۔ اس پر تو ایک ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس
 لیکھ میں کچھ ضروری پہلوؤں پر اختصار سے عرض کیا جا رہا ہے۔
 پر مضمون سے لوگ کا مقام تو بیان ہو چکا ہے، لیکن پیشتر اس کے کہ آپ اپنی لوگ کی سادھنا شروع کریں۔
 آپ کو اس کے متعلق کچھ احتیاطی امور بتلانے ضروری ہیں، کیونکہ اگر ان کے متعلق آپ لا پرواہی سے کام
 لیں گے، تو آپ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکیں گے۔ شرمید بھگوت گیتا میں ہی بیان کر دہ کچھ ساودھانیاں
 بتلائی جاتی ہیں۔ اس انوکھے پوتر شاستر میں بھگوان نے فرمایا کہ

नात्यंश्नतस्तु योगोऽस्ति न चैकान्तमश्नतः ।

न चति स्वप्रशीलस्य जाग्रतो नैव चार्जुन ॥

युक्तः २ विहारस्य युक्त चेष्टस्य कर्मसु ।

युक्त स्वप्नावबोधस्य योगो भवति दुर्बहः ॥

असंयतात्मना योगो दुष्प्राप इति मे मतिः ।

वश्यात्मना तु यतता शक्योऽवाप्तुमुपायतः ॥

اُرتھ :- (یوگ سدھی کے اُبھلا شیوں کو یاد رکھنا چاہیے) کہ اے ارجن! نہ تو یوگ کی سدھی ضرورت سے زیادہ کھانے سے بھرے چڑھ سکتی ہے اور نہ ہی بالکل بھوکا رہنے سے۔ نہ ہی زیادہ سونے اور نہ ہی بالکل نہ سو کر جاگتے رہنے سے، دُکھوں کے دُور کرنے والے یوگ کی سدھی تو اعتدال کا ہی سونا جاگنا کرنے سے ہو سکتی ہے۔ نیز (شری کرشن فرماتے ہیں) کہ من پر قابو نہ رکھ سکنے والا سادھک یوگ کی سدھی نہیں کر سکتا ہے۔ ہاں البتہ من کو ویش میں رکھ کر تپن کرنے والا سادھک تو کامیاب ہو سکتا ہے۔ ایسا میرا مت ہے۔ اسی لئے تو ایک وانانے کہا ہے کہ سہ

اگر حکمراں دل کے اندر ہے تو
نہیبے کا اپنے سکندر ہے تو

کھانے پینے اور دیگر ہر طرح آتم ستیغ یا خود ضبطی پورے طور پر رکھنا یوگ سدھی کے لئے لازمی ہے۔
کہا بھی ہے :- سہ

قلبو ہے زبان پر تو یہ انسان بڑا ہے دل ہاتھ میں آجائے تو یہ شاہوں کا بھی شاہ ہے
خود ضبطی مکمل ہو تو یہ ایک فرشتہ ہے کیا بس ہے فرشتے پر اس سے سوا ہے
من پر قابو کئے بغیر کوئی بھی سادھنا سچھل نہیں ہو سکتی۔ بے قابو من سے سادھنا کرنے کے متعلق کیا
خوب کہا ہے :- سہ

مسجد تو بنالی شب بھر میں، ایمان کی حرارت والوں
پر من پانی تو وہ ہی رہا برسوں نمازی بن نہ سکا
اس لئے یوگ کی سچھلتا کے لئے ان سب باتوں کا دھیان رکھنا لازمی ہوگا۔

یوگ کے پرکار (قسمیں)

اس سے پیشتر یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ جس طرح ایک شہر کو جانے کے لئے کئی راستے ہوتے ہیں۔ اُسی طرح بھوکے سے یوگ کرنے کے بھی کئی مارگ ہیں، اور اس تنہیہ کی تائید میں شری گیتا جی کا پرمان بھی دیا جا چکا ہے۔ سناستروں نے اس مقصد کے لئے جو مارگ بتائے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے تو تین ہیں۔ یعنی کرم مارگ، بھگتی مارگ اور گیان مارگ۔ یعنی کرم یوگ، بھگتی یوگ اور گیان یوگ۔ ان کے علاوہ شری گیتا جی اور دوسرے سناستروں نے کچھ اور یوگ بھی بیان کیے ہیں۔ جیسے بدھی یوگ، تپ یوگ، جب یوگ، ستمو یوگ، آتم ستیغ یوگ، ابھیاس یوگ۔ علاوہ ازیں ہر شری پاتنجی کا پرستہ اشٹانگ یوگ ہے۔ جس کے آٹھ انگ ہیں۔ (۱) یم، (۲) نیم، (۳) آسن، (۴) پرانا یا م، پریتیا ہار، (۵) دھارنا، (۶) دھیان، (۷) سمادھی۔

اس کے متعلق کئی اور بھی یوگ انک میں پرکاش ڈالیں گے۔ اس یوگ کے پہلے دو انگ ہیں ییم اور تیم پانچ ییم ہیں یعنی اہنسا، ستیہ، استیہ (چوری نہ کرنا) برہمچریہ اور اپوری گرہ (ذخیرہ خیزی نہ کرنا) تیم بھی پانچ ہیں یعنی شوج، سنتوش، تپ، سوادھیائے اور ایشور پورندھان۔

گہرائی سے دیکھا جائے تو باقی کے یوگ پہلے تین یوگول یعنی کرم یوگ، بھگتی یوگ اور گیان یوگ کے ہی سوکشم انگ ہیں یا جو تھا ہٹھ یوگ ہے۔ جس میں آسن اور پرانا یا م کو آدھا دیتا جاتا ہے۔ یہ چاروں یوگ مختلف قسم کی پرکرتی والے لوگوں کے لئے ہر دھارت کئے گئے ہیں۔ یعنی جن کی ساتوک برکتی ہے۔ ان کے لئے گیان یوگ ہے۔ جن کی راجسی برکتی ہے۔ ان کے لئے کرم یوگ ہے، جن کی ساتوک اور راجسی برکتی ہے۔ ان کو بھگتی یوگ انوکول ہوتا ہے، اور جن کی تامسی برکتی ہے، ان کے واسطے ہٹھ یوگ سدھی پروان کرتا ہے۔ یعنی ان کے لئے آسن اور پرانا یا م کے سادھن ناگزیر ہیں۔

شری گیتا جی نے یہ حقیقت بڑی اچھی طرح سے واضح کی ہے کہ اپنے اپنے ستھان میں یہ سبھی مارگ یوگ سدھی کا مکمل سادھن ہیں۔ اگرچہ مختلف مارگوں کے پیرو اپنے اپنے مارگ کو ہی صرف پر بھو یوگ کا ایک ماتر سادھن بتاتے ہیں۔ لیکن شری گیتا جی ان کے اس دعوے کی تائید نہیں کرتی۔ شری گیتا جی کے فرمان کے مطابق تو یہ تینوں بڑے مارگ یکساں طور پر پر بھو پراپتی کے پریا پت سادھن ہیں۔ سچا گیانی اور سچا بھگت یکساں طور پر پر م آئند کے بھاگی بنتے ہیں۔

اگر ان لوگوں کے دعوے کو تسلیم کیا جائے کہ صرف ان کا مارگ ہی یعنی یا تو صرف گیان مارگ ہی ایک ماتر سادھن ہے، یا بھگتی یا کرم مارگ ہی صرف مقصد براری کر سکتے ہیں، تو گیتا جی کا ایک توہہ فرمان درست نہیں ٹھہرتا، کہ بھگوان کو جس بھی مارگ سے کوئی ملنا چاہیے تو بھگوان اسی مارگ سے ہی پراپت ہو سکتے ہیں اور دوسرے شری گیتا جی نے جو پیشکش روپ سے ان مارگوں کو یکساں طور پر سمجھاتا پروان کرنے والا بتایا ہے، تو گیتا جی کے وہ کتھن بھی پر مانت نہیں رہتے۔ اس لئے یہ خیال دل سے نکال دینا چاہیے کہ کوئی ایک خاص یوگ یا ایک خاص مارگ ہی پر بھو پراپتی کا سادھن ہے۔ اپنی اپنی پرکرتی کے انوسار جو بھی سادھک جس بھی مارگ کو ودھی پوروک اور شر دھا پوروک کہہ من کرے گا۔ اس کو سچھلتا پراپت ہوگی۔ ودھی اور شر دھا کا ٹھیک ہونا لازمی شرط ہے۔ ودھی اور شر دھا کے بغیر کوئی بھی یوگ سچھل نہیں بن سکتا۔ ودھی اور شر دھا کے بغیر کیا سادھن نہ صرف ناکام رہتا ہے۔ بلکہ اس کو مڑی گیتا جی کے ستارہ یوں آدھیائے کے شلوک ۱۱ میں ماس کر یا کہا ہے۔ یعنی ہانی کرنے والی کر یا بتایا ہے۔ شری گیتا جی کے اسی آدھیائے کے شلوک ۲۸ میں تو یہ فرمایا ہے کہ شر دھا کے بغیر تو کیا ہوا دان یا تپ کوئی ایسا کرم نہ اس لوگ میں سکھ دیتا ہے نہ پر لوک میں۔ سادھن میں شر دھا کا ہول ستھان ہے۔ شر دھا کے سہندھ میں گیتا جی کا فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ لکھا ہے۔

सत्त्वानुरूपा सर्वस्य ब्रह्मा भवति भारत ।

ब्रह्ममयोऽयं पुरुषो यो यश्च ब्रह्मः स एव सः ॥

(गीता १०-३२)

اگرچہ :- اے ارجن! صحیح منشوں کی شر دھا اُن کے انتہ کر ن کے مطابق ہوتی ہے۔ (یاد رکھو کہ یہ انسان شر دھا کا ہی پتلا ہے۔ جس انسان کی جس طرح کی شر دھا ہے۔ وہ خود بھی اُسی قسم کا ہی ہوتا ہے۔) ————— یوگ بدھ کی بھلاشی سجنوں کو یہ حقیقت بار بار یاد دلائی جاتی ہے کہ اس مہان اُدیش کی پورتنی کے لئے کوئی ایک خاص مارگ مخصوص نہیں ہے۔ اس بارے میں گیتاجی کا ایک اور سنپنٹ پر مان نویدن کیا جاتا ہے۔ مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف اس کا انوداد ہی عرض کیا جاتا ہے۔ ارجن کو سمجھ دھن کرتے ہوئے بھگوان نے فرمایا ہے :-

"بہت سے انسان تو پرماتما کو شدہ کی ہوئی سوکشم بدھی سے دھیان کے ذریعہ اپنے ہر دے میں دیکھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے بہت سے گیان یوگ کے ذریعے اُسے پر اپت کرتے ہیں۔ کچھ دوسرے نیشکام کرم یوگ کے ذریعے اُس کے درشن کرتے ہیں (علاوہ انہیں کئی اور ایسے بھی ہیں جو) اُپر وکت بیان کردہ نہ کر سکنے والے ہیں، وہ دوسرے یکت پُرشوں سے سکر ہی پر بھوکا (را دھن کرتے ہیں، اور اسی سادھن سے ہی اس مرتیورپ سنسار ساگر سے یالیقین پار ہو جاتے ہیں۔" (گیتا ۱۳-۲۵ و ۲۶)

اس بھاوتان کی اہمیت :- میں اس بھاوتان پر اتنا زیادہ زور اس لئے دے رہا ہوں، کہ ایک تو جیسا آپ نے دیکھا، شری گیتاجی نے اس کو بہت اہمیت دی ہے، دوسری بڑی بات یہ ہے کہ میں خود اسی بھاوتان کا قائل ہوں، اور اسی بھاوتان نے مجھے بے حد لایعہ پہنچایا ہے۔ تو فارسی کے اس کتھن کے انوسار اس کی مہانتا ورن کر رہا ہوں، جس میں کہا ہے۔ "سنیدہ کے بتو مانند دیدہ" جس کے معنی یہ ہیں کہ سنی ستانی بات کا اپنی دیکھی یا آزمودہ بات سے کیا مقابلہ ہے؟ ایک ہندی کوئی نے بھی اس کی تائید میں ایک بڑے معرکہ کی بات کہی ہے۔ لکھا ہے۔

انترانگری چار کو ساچ جھوٹ کو ہوئے

سب مانیں دیکھی کہی سنی نہ مانے کوئے

یعنی آنکھ اور کان کا درمیانی فاصلہ تو صرف چار انگلی ہے۔ لیکن اس چار انگلی کے فاصلہ سے ہی سچ اور جھوٹ کی تمیز ہو جاتی ہے۔ یعنی جو بات آنکھوں دیکھی ہو، اُس کا تو سمجھی اعتبار کرتے ہیں، لیکن کانوں سے سنی کا نہیں کرتے۔

ایک اعتراض :- شری گیتاجی کے اس انوکھے سدھانت کے بارے میں کچھ لوگ ایک یہ اعتراض بھی کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے، کہ انہوں نے تو کھوڑا گدھا برابر کر دیا ہے۔ کیونکہ (۱) ایک جگہ تو یہ لکھا

ہے، کہ اس سنسار میں گیان کے سمان پو تر کرنے والا اور سادھن نہیں ہے۔ (گیتا ۷-۱۸)
۲۔ دوسری جگہ لکھا ہے۔ کرم یوگی تو پیستویوں اور گیانیوں سے اعلیٰ ہے (کرم یوگی سے مراد شکام
کرم یوگی ہے) گیتا ۴-۲۶

۳۔ بھگوان میں من لگانے والا، اُس کی پوجا کرنے والا، اُسی کو نمسکار کرنے والا بھگت بھگوان کو
پراپت کر لیتا ہے۔ (گیتا ۱۸-۷۵)

معترض سچ کہتے ہیں کہ بھلا سب سادھن یکساں طور پر کیسے اتم پھل کے دینے والے ہو سکتے
ہیں۔ یہ اُن کا اعتراض غلط فہمی پر مبنی ہے جس بات کا وہ اعتراض کرتے ہیں، وہی تو اس بات کا ثبوت
ہے کہ سبھی سادھن ودھی اور شرودھا پوروک کہے ہوئے مقصد پر ارمی کر سکتے ہیں، اور پھر اس
سے پیشتر یہ حقیقت بھی واضح کی گئی ہے، کہ چونکہ منشوں کی انتر پر کرتی مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ اس
لئے اُن کے لئے ایک ہی طرح کا سادھن ان کو ل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہم دیکھتے نہیں کہ انسان کی جسمانی
پر کرتی کے اختلاف کی وجہ سے وہید لوگ بھی مختلف پر کرتی رکھتے ہیں اور والیوں والے لوگوں کے ایک
ہی روگ کیلئے مذان یعنی روانی بھی مختلف تجویز کرتے ہیں۔ لوگ کا ایک ارتھ نسخہ بھی ہے۔ اس طرح
وہید لوگ جس طرح جدا جدا جسمانی پر کرتی والے روگیوں کے لئے جدا جدا یوگ بتاتے ہیں۔ (اسی طرح
سے انتر پر کرتی کے اختلافات (ساتوک، راجس، تامس) کے مطابق پر بھو پر اپتی کے لئے بھی جدا جدا
یوگ ہمارے دھرم گرنٹھ بتاتے ہیں۔ اس لئے ان سچوں کا یہ اعتراض کوئی دقت یا وزن نہیں رکھتا۔
اس قسم کے اعتراضات کے متعلق اس سے پیشتر بھی عرض کیا گیا ہے، کہ اگر کوئی کہے کہ فلاں شہر کو
جانے کا ایک ہی راستہ ہے، تو جس طرح اس کا کہنا غلط فہمی پر مبنی ہے، اُسی طرح یہ کہنا بھی ایک سخت
غلط فہمی ہے کہ پر بھو ملن کا صرف ایک ہی سادھن یا مارگ ہو سکتا ہے۔ ایسا کہنے والے یا ماننے والے نہ صرف
خود تنگ دلی کا شکار ہوتے ہیں، بلکہ بھگوان کو بھی ایک محدود ہستی بناتے ہیں، اور پھر شری گیتا جی میں واضح
طور پر فرمان ہے کہ بھگوان کو جو جس راستے سے بھی ہلنا چاہے، بھگوان اُسی راستے یا سادھن سے اُس
کی اچھا پوری کرتے ہیں۔ اس بارے میں شری گیتا جی کے چوتھے ادھیائے کا گیارھواں شلوک کا اصل پرمان
بھی پہلے دیا جا چکا ہے۔

محض اعتراض کرنے والے لوگ اصل مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ایک داتا نے کہا ہے۔

منزل پہنچ نہیں جاتا ہے وہ شکوہ نہیں کرتے

شکوہ جو کیا کرتے ہیں وہ پہنچا نہیں کرتے

شرودھا پورکش بحث مباحثہ میں نہ پڑھ کر خاموشی سے اپنی سادھنا میں لگے رہتے ہیں۔ (اسی لئے

کہا ہے۔

بے بصر ہیں وہ لوگ جو بختوں میں نور سنبھال رہے ہیں
جن کی آنکھیں کھل گئیں ان کی زبانیں بند ہیں

یوگ کیسے؟ (یوگ کے سادھن)

جہاں کہیں بھی یوگ کے وشے کا ذکر آتا ہے تو عام طور پر پانچ بجی جی کے اشتانگ یوگ کا ہی دھیان سامنے آتا ہے۔ اس کے آٹھوں انگوں کی بات پہلے عرض کی گئی ہے۔ نگاہ غور سے دیکھا جائے، تو اگرچہ اشتانگ یوگ کے نام سے تو یہ ایک ہی یوگ تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن درحقیقت ان آٹھوں انگوں میں ہی بہت سے سادھن مشتمل ہیں۔ مثلاً اس کا پہلا انگ یم ہے۔ اسی ایک انگ میں ہی پانچ سادھن شامل ہیں۔ یعنی اہنسا، ستیہ، استیہ، برہمچریہ اور اپری گروہ۔ یہ پانچوں بجائے خود جدا جدا ایک یوگ ہیں۔ مثلاً جو سادھک اہنسا کا برت لے لے، اور کسی حیوان کو دکھ نہ دے، سب سے پریم کرے۔ سب میں ایک بھگوان کے درشن کر کے کسی کو کسی طرح کی تکلیف نہ دے، وہ تو اسی سادھن سے پر بھوکا پیارا بن جائے گا۔ دوسرا یم ہے ستیہ یعنی صداقت یا سچائی۔ جو سچ بولنے کا عہد کر لے اور اسے پوری طرح بھلا دے وہ تو بھگوان کا ہی روپ ہوتا ہے، کیونکہ پریشور جہاں پریم سورو پ ہیں، وہاں ست سورو پ بھی ہیں۔

اہنسا برت دھارن کرنے والا سادھک سب سے پریم کرتا ہے اور پریم پر بھوکا پر اپتی کا ایک نشیبت سادھن ہے، گور یا نی کا فرمان ہے۔

”ساچ کہوں سن لیہو بھی جن پریم کو تیر ہی پر بھوکا پائی“

● پھر گو سائیں تلسی داس جی نے رام چرت مانس میں فرمایا ہے۔

”ہری دی ایک سرؤ تر سمانا، پریم تے پرکٹ ہو ہیں میں جانا“

● ایک پر بھوکا پریمی نے کیا اچھا کہا ہے۔

”محبت خدا ہے خدا ہے محبت، محبت نہ ہوتی خدا ہی نہ ہوتا“

● ایک اور پریمی بھگت نے فرمایا ہے۔

محبت کی یہ بات کتنی حسین ہے

محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

सत्येन लभ्यस होष आत्मा ।

(مہاک ۳-۱)

اگرچہ ستیہ سے پر بھوکا پر اپتی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح باقی میوں اور پانچوں میوں کی حقیقت ہے کہ وہ بھی سوئٹزرلینڈ سے پرہیزگاروں کا یوگ یا سادھن ہیں۔ طوالت مضمون کے خوف سے ان سب کے متعلق انفرادی طور پر بحث نہیں کی جاتی۔

پانچوں نیم بھی اس سے پہلے ایک جگہ بتائے جا چکے ہیں۔ یعنی شوچ (پوتترتا) سنو شس (قناعت) پیمتیا، سوادھیائے، ایشور پرندھان۔ یہ پانچوں بھی پورن روپ سے دھارن کئے ہوئے وصال الہی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ یہی بات اشٹانگ یوگ کے باقی چھ انگوں یعنی آسن، پرائام، پرتیار، دھارنا، دھیان، سمادھی کے متعلق صادق آتی ہے۔ البتہ سلسلہ وار ان انگوں کا پالنا جلد از جلد پرہیزگاروں کی اپنی کا سادھن بنتا ہے۔

شری گیتا جی میں یوگ سادھن

یہ امر پہلے تو یوں کیا جا چکا ہے کہ شری گیتا جی نے بھی یوگوں کا سنوے بڑے اذکھے ڈھنگ سے کیا ہے، سب کی آتما کو بڑی خوبی سے واضح کیا ہے۔ ساتھ ہی شری گیتا جی میں ہر ایک پرکرتی اور ہر ایک منزل کے سادھک کے لئے مارگ بتلائے ہیں۔ اس لئے اپنی اپنی پرکرتی اور اپنی اپنی سطح کے انوسار اپنی رچی یا رغبت کے مطابق ہر سادھک نووشٹ مارگ گمہن کر کے کیرت کو ت ہو سکتا ہے۔ شری گیتا جی نے انیک اپائے بیان کئے ہیں۔ ان سب کا وزن تو اس لیکھ میں نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن ان میں سے چند ایک فرمان پانچوں کی سیوا میں رکھے جائیں گے تاکہ وہ ان میں سے اپنی آتو کو ت کے مطابق کوئی بھی مارگ اختیار کر کے اپنا جہنم سپھل کر سکتے ہیں۔ آپنشد کے حوالہ سے یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، کہ جس نے اس مانو جہنم میں پرہیزگاروں کی نہ کی۔ اس نے گویا اپنا جہنم نشٹ کر لیا۔ اس لئے ہمیں واجب ہے کہ پیشتر اس کے کہ ہماری اندریاں جواب دے جائیں، اور بدھی ہمارا ساتھ چھوڑ دے۔ دماغ معطل ہو جائے۔ ہم کسی بھی سد مارگ پر گامزن ہو کر اپنی زندگی کا اصل مقصد حاصل کریں۔

شری بھرتری ہری جی نے فرمایا ہے کہ اے انسان بڑھاپا تیرے پیچھے کھڑا گھوڑا رہا ہے۔ بیماریاں دشمن کی طرح جسم پر حملہ کرتی ہیں۔ عمر تیری اسی طرح سے جا رہی ہے۔ جیسے پھوٹے ہوئے گھرے میں سے پانی۔ پھر بھی تم اپنا نفع نہ سوچ کر نقصان کے راستے پر چل رہے ہو، کتنی حیرانی ہے؟

شری سوامی بشناد آچار یہ جی کا کہنا ہے کہ سارے انگ جسم کے ڈھیلے پر گئے۔ ہر کے بال سفید ہو گئے، دانت منہ سے چلے گئے۔ بڑھاپے نے اتنا کمزور کیا کہ لالچی کے سہارے چلتے ہو۔

لیکن پھر بھی حرص و ہوا کے چکر سے باہر نہیں نکلتے۔

اے جیو! سورج روز بروز بھٹکتا اور ڈوبتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تیرا مولیہ جیون نشت ہو رہا ہے، تو بروز کسی نہ کسی کامن بھی دیکھتا رہتا ہے۔ لیکن افسوس پھر بھی تجھے ہوش نہیں آتا۔ کہ تو اپنے کلیان کی طرف دھیان دے، تو نے وہ اور پر مادہ رُوپی شراب پی ہوئی ہے۔ اس نے تجھے مدھوش اور پاگل بنا رکھا ہے۔

اب شری گیتا جی میں بیان شدہ یوگ سادھن عرض کئے جاتے ہیں۔ اصل شلوک نہ لکھ کر محض ان کا ارتھ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ اپنے آپ پر قابو رکھنے والا پرش راگ دولش سے بالاتر رہ کر اپنے وش میں کی ہوئی ایندیلو دوراوشیوں کو بھوگتا ہوا پر سنتا کو پر اپت ہوتا ہے۔ پرسن رہنے سے اس کے سارے دکھوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور ایسے پرسن چیت والے پرش کی بدھی بھی جلدی ہی اچھی طرح سے ٹک جاتی ہے۔ (گیتا ۲-۴۳-۴۵)

۲۔ جو پرش ساری کامناؤں کو تیاگ کر ممتا اور امنکار سے بالاتر رہتا ہوا اچھاؤں کے بغیر اپنا جیون دتیت کرتا ہے، وہی شانتی یعنی سچے سکھ کا بھاگ بنتا ہے۔ (گیتا ۲-۶۱)

۳۔ اے ارجن! جو پرش نہ کسی سے دولش کرتا ہے اور نہ کسی کی جہا ہنسا کرتا ہے۔ راگ دولش سے دور رہتا ہے، وہ ہی سچا سنیا سی ہے، وہ تو سکھ پوروک سنسارک بندھن سے شکیت ہو جاتا ہے۔ (گیتا)

۴۔ جو پرش سنسار کی پیاری چیزوں کو پاکر خوشی سے چھوٹا نہیں لگائے اور دکھنا حالات میں جھجھکار نہیں کرتا۔ اس کی بدھی بلی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے من میں شک و شبہات جگہ نہیں پا سکتے۔ اس لئے اس کا میل یا لوگ پرمانما سے بنا رہتا ہے۔ (۵-۲۰)

۵۔ جو منشیہ اس جسم کو چھوڑنے سے پیشتر ہی کام اور کرو دھ سے پیدا ہوئے جد بات پر قابو لانے میں سمرتھ ہے۔ وہ ہی اس دنیا میں یوگی کہا جاسکتا ہے اور وہی دراصل سکھی ہوتا ہے۔ (گیتا ۵-۲۳)

۶۔ جو پرش نشیے کر کے اپنی آند آتما میں ہی سکھ کا آٹو بھو کرتا ہے، اور اپنے اندر ہی اس کو سکون کا احساس ہوتا ہے اور اس کو اپنے اندر سے ہی پرکاش بھی ملتا ہے۔ وہ تو پرمانما کا روپ بن کر پرمانما کو لانے والا یوگی ہوتا ہے۔ (گیتا ۵-۲۴)

۔ جس پرش کا من اچھی طرح سے شانت ہے، جو پاپ سے رست ہے۔ جس کا رجوگن شانت ہو گیا ہے۔ اس پر ہم روپ کو اتی اتم آند پر اپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۶-۳۷)

۸۔ جو پیش اپنے آخری وقت بھگوان کو یاد کرتا ہوا اپنے شریر کو چھوڑتا ہے، وہ بلاشبہ بھگوان کے سو روپ کو پراپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۸-۵)

۹۔ جو پیش کسی سے بھی دولیش نہیں کرتا بلکہ سب سے پریم رکھتا ہے، دکھیوں پر دیا کرتا ہے۔ مودہ میں نہیں پھنستا، ابتکار نہیں کرتا۔ سداسنتوش کو دھارن کرتا ہے جس کا اپنے آپ پر قابو ہے، پر بھو میں پورن دشواس رکھتا ہے۔ من اور بدھی کو بھگوان کے آرپن کرتا ہے، وہ پریشور کا پیارا ہوتا ہے۔ (گیتا ۱۲-۱۳-۱۴)

۱۰۔ جو دوست دشمن کو (پر بھو کے پتر جان کر) یکساں نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آدریا ترادر ہو کر اپنی مستی کو نہیں کھوتا۔ سردی گرمی اور سکھ دکھ میں بھی ایک سا رہتا ہے۔ دنیاوی چیزوں میں من نہیں پھنستا۔ کوئی بندہ اگر بے یا بڑائی دونوں کو یکساں سمجھتا ہے۔ پریشور کی آگیاؤں کا پالنہ کرتا ہے۔ ہر حال میں صبر اور شکر سے وقت نکالتا ہے۔ گھر سے مودہ نہیں رکھتا۔ ایسا ہی ہوئی بدھی والا پر بھو کا بھگت پر بھو کا پریم یاتا ہے۔ (گیتا ۱۲-۱۸-۱۹)

۱۱۔ جو پیش سب میں اور سب جگہ یکساں طور پر موجود پریشور کو سمان دیکھتا ہے، وہ اپنے آپ کا ناش نہیں کرتا بلکہ پریم گتی کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۱۳-۲۸) ————— ۱۲۔ نشٹ ہو گیا ہے مان اور مودہ جس کا برجیت لیا ہے اس کی روپ جس نے دھیان رکھنا اپنا جو وقت پریشور میں چھوڑ دی ہیں اچھی طرح سے جس نے اپنی خواہشات سے سکھ دکھ وغیرہ کہلانے والے دونوں سے جو رہت ہے۔ ایسا بدھی مان پیش ہی اس پریم پد کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۱۵-۵)

۱۳۔ کام، کرو دھ اور بوجھ یہ تین طرح کے ترک کئے دروازے ہیں، جو کہ انسان کی تباہی کرتے ہیں۔ اس لئے ان تینوں سے دور رہنا چاہیے۔ اے ارجن، جو پیش ان تینوں ترک دواروں سے بچ کر اپنے کلیان کی راہ اختیار کرتا ہے، وہی پریم گتی کو پراپت کرتا ہے۔ (گیتا ۱۴-۲۱-۲۲)

۱۴۔ جو پیش نرل بدھی کا سوامی ہے۔ ایکانت یوی ہے۔ عقوڑا اور ہلکا بھوجن کرتا ہے۔ جس کا اپنے من، اپنی بانی اور اپنے جسم پر پورہ ضبط ہے۔ ویراگ سے کام لیتا ہے۔ ہمیشہ پریشور کی طرف دھیان رکھتا ہے۔ دھیریہ وان رہ کر آنتہ کرن کووش میں رکھتا ہے۔ شبد آدی وشیوں کا تیاگ کرتا ہے۔ اور راگ دولیش سے دور رہتا ہوا ابتکار، بل، گھمنڈ، کام، کرو دھ اور دشہرہ خوری کو تیاگ کر متا رہت شانت بھادی ہوتا ہے۔ وہ پر بھو پراپتی کا حقدار بن جاتا ہے۔ (گیتا ۱۸-۵۱ سے ۵۳)

۱۵۔ جو پیش بھگوان میں من لگاتا ہے، بھگوان کی بھگتی کرتا ہے، بھگوان کا ہی پوجن کرتا ہے۔ اور اسی کو تہسکار کرتا ہے۔ ایسا کرنے والا پیش بھگوان کو ہی پراپت ہوتا ہے۔ (گیتا ۱۸-۵۵)

۱۶۔ اور سادے مارگوں کو تیاگ کر صرف ایک بھگوان کی شرن کو پراپت کرنے والا سارے دکھوں

سے ملکت ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں ذرا بھی شک نہیں ہونا چاہیے۔ (گیتا ۱۸-۶۷)
 جیسا کہ پہلے عرض ہوا شری گیتا جی میں تو انیک یوگ سادھن بتائے گئے ہیں۔ لیکن اس بیکھ میں
 اتنے ماتر کا ایکھ کر دینا کافی ہے۔ کچھ یوگ سبتھ پڑھوں کے بتائے ہوئے یوگ سادھن بھی سن لیجئے۔
 دو باتن کو بھول مت جو چاہے کلیان رام بھو من بس کرو یہی بات ہے نت
 برتھا کیوں سچ سچ مرو پڑھ پڑھ کوئی گرتھ اتنے میں ہری تہ ملیں تلسی فاس جمان
 نارائن تس پرش کو سند اسدا کلیان یانٹ کھائے ہر کو بھیجے تجے سکل ابھیان
 رام ہر دے من میں دیا تن سیوا میں لین گرتھ پتھ سب جگت کے بات بتاوتین
 من پوتر تر ہری بھجن کر شچے ہو کلیان تن پوتر تر سیوا کئے دھن پوتر تر کر دان

یوگ کیلئے ابھیاں

جو سادھن یوگ سبتھی کے لئے اُد پر عرض ہوئے، وہ زیادہ تر من اور آنتہ کرن کی شدھ بھاونا
 اور ترلتا کے ادھار پر ہی ہیں۔ لیکن جو سادھک کچھ شاریرک یوگ کرنا چاہیں، تو ان کے لئے
 بھی شری گیتا جی میں سپشٹ روپ سے سادھنا بتائی ہے۔ اس کے لئے دیکھئے ادھیائے ۵ کے
 شلوک ۲۷ اور ۲۸، چھٹے ادھیائے کے شلوک ۱۰ سے ۱۵ اور پھر ۲۳ سے ۲۸ اور پھر آٹھویں ادھیائے
 کے شلوک ۱۲ اور ۱۳۔ ان سب کو دستار پورک اس لیکھ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ مختصر طور پر
 درپھی یہ ہے۔

”باہر کے وشیوں کا دھیان تیاگ کر اکیلا ایکانت اور شدھ ستھان میں ایسے آسن پر بیٹھے
 جس پر کشا مرگ چھالا اور شدھ وستر بچھا ہو۔ پھر ناک میں آنے اور جانے والے پران اور
 اپان وایو کو سم کر کے۔ چت اور اندریوں کی کریاؤں کو دوش میں کر کے من کی ایکاکرتا کے ساتھ جسم
 اور کردن کو سمان اور اجل وھارن کرتا ہوا پر بھو میں چت لگا کر اناکھیں بند کر کے بھر کٹی کے
 درمیان دھیان کو جمائے یا ناک کے اگلے حصہ پر لگائے۔ دھیان کسی اور طرف نہ جائے۔ اگر جائے
 تو من کو پھر لوٹا کر اسی دھیان میں لگاتا ہوا پوتر ”آدم“ شبہ کا من ہی من میں اچارن کرتا
 ہوا یوگ کا ابھیاں کرے“

اگر یہ ابھیاں کرنا ہو تو نہ ستر اسی وقت اور اسی جگہ پر کرے۔ ابھیاں کے سہ کو کھوڑے
 کال کے لئے شروع کر کے بڑھاتا جائے۔ اودھ گھنٹہ تک بڑھا لینا کافی ہوتا ہے۔ لیکن اگر رچی
 زیادہ کی ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ بہر حال من کی شانتی اور ایکاکرتا قائم رہنی چاہیے۔ اس سادھنا

میں برہمچریہ کا پورے طور پر دھیان رکھا جائے۔

اس طرح بھاونا کے اور کریا کے دونوں بدھاروں پر یوگ بدھتی کے بہت سے سادھن یا ٹھکوں کی سیوا میں رکھے گئے ہیں۔ ان میں سے آپ اپنی رچی اور اپنی پرکرتی کے مطابق کسی کو بھی گمہن کر کے سمجھتا پراپت کر سکتے ہیں۔ لیکھ کافی لمبا ہو گیا ہے، اس لئے اور زیادہ اس مہان اور اوشیک وشنے پر کچھ نہ لکھ کر ایک سادھ پرتش کے کلام کے کچھ الفاظ پیش کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ان قصور سے الفاظ میں اس داناسجن نے سبھی سادھنوں کا سار یا تو بھردیا ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ

سدا ہم قناعت سے جیوں گزاریں	ہر حال میں صبر اور شکر دھاریں
چلیں صبر کے ساتھ رب کی رضا پر	رہیں شکر کے ساتھ اُس کی رضا پر
اگر شکھ وہ بھیجے تو شکر اُس کا کہیں	اگر دکھ وہ بھیجے تو شانتی سے سہل لیں
من سے کریں راگ دولیش اپنا دور	کریں خواہشوں کو بھی ہم چھوڑ چور
من اور بدھتی کو پر بھیجیوں لگا میں	
بنا ایسا جیون ہم آنت پائیں	

اوم شرم

چند چند چند چند چند چند چند

خریداران "اوم" سے ضروری نویدیں

- ۱۔ یوگ انک۔ جنوری اور فروری دو ماہ کا مشترکہ پرچہ ہے۔ کوٹا کا کاغذ جو ہم نے ماہ فروری میں صرف کرنا تھا، وہ ہم نے اسی پرچہ میں لگا دیا ہے۔ نیز سالنامہ کا کام ہی اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ ہم ماہ فروری کا پرچہ شائع کر نیسکے اسمتھ ہوتے ہیں اور نئے سال کا چندہ وصول ہونے پر خریداران کے نام نئے جسٹروں میں درج کرنے اور حساب کتاب رکھنے میں بھی کافی عرصہ لگ جاتا ہے۔ اس لئے سالنامہ کو ہی دو ماہ کا پرچہ تصور کیا جاتا ہے۔ ناظرین "اوم" اور خصوصاً نئے بننے والے اصحاب ماہ فروری ۱۹۷۶ کے پرچہ کے نہ بننے کی شکایت نہ کریں۔ ایسی شکایات کا جواب نہیں دیا جائے گا۔ یوگ انک کے بعد پرچہ ماہ مارچ کا ہوگا۔
- ۲۔ ہر خریدار خط و کتابت کرتے وقت یا سنی آرڈر بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر جو کہ پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے۔ کا حوالہ دے کر مشکور فرمادیں تاکہ جلدی تعمیل ہو سکے۔ اگر نمبر یاد نہ ہو، تو یہ ضرور لکھیں۔ "کہ میں تمہارا خریدار ہوں"۔ اور اگر نئے خریدار ہیں تو یہ ضرور لکھیں کہ "میں نیا خریدار ہوں"۔
- ۳۔ سنی آرڈر کو بن پر بھی اپنا خریداری نمبر اور مکمل پتہ صاف اور خوشخط لکھیں۔
- ۴۔ پتہ تبدیلی کی اطلاع ۲۰ تاریخ سے پیشتر دینے کی ضرورت نہیں۔ پرچہ نہ بننے کی اطلاع اسی ماہ کی ۱۰ تا ۱۵ تاریخ کے اندر دینے پر پرچہ دوبارہ بھیج دیا جاتا ہے۔

مینجر "اوم" دہلی

وہ معمہ

از۔ شری لوک ناتھ دہلی

وہ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

وہ کالا ہے، گورا ہے یا پیلا ہے
 ہرا ہے، گلابی ہے یا نیلا ہے
 ہے کیا اُس کا رُوب اور کیا اُس کا رنگ
 وہ جھوٹا ہوا کا ہے یا جلت رنگ
 وہ بجلی ہے یا کوئی طوفان ہے
 میری عقل بھی دہل بھی حیران ہے
 کسے کون ہے اُس کی پہچان کیا
 سمجھ سکتا ہے اُس کو انسان کیا
 ہاں محسوس ہو سکتا ہے وہ سبھی
 اگر ہے تو پہچان اُس کی یہی
 زباں دیکھ سکتی نہیں حُسنِ یار
 زباں مانتی ہے سدا اپنی ہار
 بنگاہوں کی اُسے دِل! زباں ہی نہیں
 بنگاہوں کو تابِ بیاں ہی نہیں
 جو دیکھا گیا ہو وہ کیسے بیاں
 زباں کی نظر نہ نظر کی زباں
 زباں کس طرح اُس کو پہچانتی

نظر بات کرتا نہیں جانتی
 وہ کیسا ہے کیا ہے گواہی نہیں
 جو اُس کو لکھے وہ سیاہی نہیں
 وہ کیا ہے یہ کوئی نہیں جانتا
 وہ سب کچھ ہے، ہے اک جہاں مانتا
 بنا آنکھ کے دیکھ لیتا ہے وہ
 بنا ہاتھ کے تاؤ کھیتا ہے وہ
 نہیں پاؤں اُس کے مگر چلتا ہے
 وہ ہر سانچے میں خود بخود ڈھلتا ہے
 جسے حسن اپنا دکھاتا ہے وہ
 اُسے آنکھ اپنی لگاتا ہے وہ
 کوئی گیت اُس کے اگر گاتا ہے
 تو اُس سے ہی تاب بیاں پاتا ہے
 وہ چاہے تو سجدے ادا ہوتے ہیں
 وہ چاہے تو وعدے وفا ہوتے ہیں
 بے صورت کی صورت نظر آتی ہے
 پوشیدہ حقیقت نظر آتی ہے!
 جہاں میں وہ جلوہ نما ہوتا ہے
 جہاں میں وہ نغمہ سرا ہوتا ہے
 مگر کھوج میں عاجز ہے یہ بشر
 کہاں پاؤں اُس کے کہاں اُس کا سر ہے
 وہ خود چاہے تو مہر کر دیتا ہے
 بھکاری کی بھولی کو بھر دیتا ہے

یوگ وسشت (سا)

یعنی

فلسفہ خود شناسی

از شریمان دیوان پنڈی داس جی چوپڑہ - دہلی

میں نے اس آرٹیکل میں دنیا کی عظیم ترین ونہایت حیرت انگیز کتاب شری یوگ وسشت کی تعلیم کے مطابق مکمل فلسفہ خود شناسی ناظرین "اوم" کے لئے مسلسل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس میں وہ حقائق درج ہیں، جو کہ انسانی علم کی آخری حدود ہیں، اور ان سے پرے کچھ بھی نہیں ہے۔

ویساچہ

دُنیا کی عظیم ترین کتاب شری یوگ وسشت میں آتما اور جگت کے متعلق وہ اپدیش درج ہے۔ جو کہ شری وسشت مہنی نے شری رام چند کو کیا۔ سما می رام تیرتھ جی کے لفظوں میں یہ کتاب دنیا کی عظیم ترین اور نہایت حیرت انگیز کتب میں سے ہے۔ جو کہ آقا ز آفرینش سے آج تک صفحہ ہستی پر تصنیف کی گئی ہے۔ میں نے خود مروجہ و مشہور مذاہب کی کتب مقدسہ کا مطالعہ کیا ہے۔ اور تقریباً تمام مشرقی و مغربی فلسفہ کی ورق گردانی کی ہے، اور میں نے شری یوگ وسشت کو ان سب کی تکمیل اور منتہائے مقصود پایا ہے۔ اور جب میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ حیرت انگیز کتاب اس زمانہ میں لکھی گئی۔ جبکہ ابھی ویدانت کے موجودہ مشہور آچاریوں کا وجود بھی نہیں تھا۔ تو میری

حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی ہے۔
 شری یوگ وسشٹ بہت ضخیم کتاب ہے۔ اور اس کے مطالعہ اور اس کے سمجھنے میں یہ
 وقت بھی ہے کہ اس میں مندرجہ مضمونوں موجودہ زمانہ کے فن تحریر کے مطابق مسلسل نہیں ہے
 اور تحریر میں لانتہا اعادہ بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن میری رائے میں ان اصحاب کے لیے جنہوں نے
 ابھی تک اس کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اس کے متعلق عدم واقفیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ
 لفظ یوگ کے مفہوم کا پوراچہن زمانہ سے لے کر آج تک کبھی تعین نہیں ہوا ہے، اور اس کتاب کا
 نام اس وجہ سے اس کے اصلی مضمون کی طرف اشارہ یا راہنمائی نہیں کرتا ہے۔ امرکوش میں لفظ
 یوگ کے پانچ معنی درج ہیں۔ میدینی کوش میں گیارہ۔ پنڈت جیدانند ودیا ساگر کی ڈکشنری میں
 تین اور آپٹے کی ڈکشنری میں اڑتیس۔ عام طور پر آج کل یوگ سے مراد پانچجل منی کے اشتانگ
 یوگ سے لی جاتی ہے۔ لیکن اس کتاب میں اس کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ شری وسشٹ
 منی جی کے اپنے لفظوں میں یوگ سے ان کی مراد عملی خود شناسی سے ہے۔ لہذا میں نے شری یوگ
 وسشٹ کے فلسفہ کا بہترین عنوان "فلسفہ خود شناسی" ہی تصور کیا ہے۔ اس آرٹیکل سے میں نے
 کوشش کی ہے کہ فلسفہ خود شناسی کے دقیق مضمون کو "اوم" کے ناظرین کے سامنے مسلسل پیش کیا
 جائے۔ اتنی ضخیم کتاب کا مضمون چند اوراق میں پیش کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ لہذا ضروری طور
 نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے۔
 پنڈی واس چو پڑہ۔ دہلی۔ ۸۔

فلسفہ خود شناسی

۱

شری یوگ وسشٹ کے مصنف کے اپنے لفظوں میں اس کتاب کے پڑھنے کا استحقاق (ادھکار)
 صرف ایسے شخص کو ہے جو کہ زندگی میں بندھن (قید) کا احساس رکھتا ہے اور آزادی (مکتی) کا تہ دل سے طالب
 ہے۔ جو کہ اپنی ذات (آتما) اور عالم (جگت) کی ماہیت کے متعلق نہ تو مکمل طور پر جہالت میں ہی ہے اور نہ ہی
 مکمل طور پر با علم ہے۔ گویا کہ شری وسشٹ کے فلسفہ کے مطالعہ سے صرف ایسے اصحاب فیض یاب ہو سکتے
 ہیں۔ جن میں کہ بچار کا مادہ پیدا ہو چکا ہے، اور وہ انسانی زلیت کے تاریک پہلو سے خبردار ہو چکے ہیں۔
 اور پناہ میں زندگی میں بندھن، بدمی اور دکھ کا احساس رکھتے ہیں۔

مہنت نے ایسے اوشیکاویوں کی ذہنیت کی وضاحت نہایت تفصیل کے ساتھ کتاب کے پہلے حصہ (ویک پرکون) میں کی ہے۔ جتنے سوالات سری رام چندر جی نے راجگورو و سسٹم منی سے کئے ہیں وہ تمام اسی اداسین ذہنیت کے ہی مظہر ہیں۔ مثال کے طور پر سری رام چندر جی پوچھتے ہیں کہ ایسی دنیا میں کہاں سکھ ہو سکتا ہے، جہاں کہ ہر فرد و بشر جو کہ جنم لیتا ہے، ضرور موت کا شکار ہوتا ہے۔ ہم زندگی کی بے ثباتی جانتے ہوئے بھی دن رات احمقوں کی طرح مشغول کار رہتے ہیں، اور یہ یقین رکھتے ہوئے بھی کہ اس زندگی میں مستقل سکھ کی صورت نہیں ہے۔ برابر ایسی احمقانہ امید بنائے رکھتے ہیں۔

دھن کا اکٹھا کرنا ہماری راحت کا باعث نہیں ہوتا ہے، بلکہ تشویش کا۔ دولت دور سے بہت مرغوب شے ہے، لیکن اس کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو ضرور ہی اخلاق اور روحانیت سے گزرنا پڑتا ہے، اور جب یہ دولت آ بھی جاتی ہے، تو بہت عرصہ تک کسی کے پاس نہیں رہتی ہے۔ انسانی زلیست موسم خزاں کے بادلوں کی مانند بہت جلد گزر جانے والی شے ہے کہ چراغ میں تیل جلد ہی ختم ہو جاتا ہے، یا جیسے کہ پانی کی سطح پر لہریں اٹھتی ہیں اور ان واحد میں غائب ہو جاتی ہیں ہر زندگی کا مقصد صرف موت ہی ہے۔ موت کا چوہا اُسے دن رات برابر کاٹ رہا ہے۔

ہمارے من کو کسی حالت میں بھی سکون میسر نہیں ہے۔ پیجرے میں بند شیر کی طرح یہ ہر وقت بے چین رہتا ہے۔ یہ من و شیوں کی طرف اس طرح سے جھپٹتا ہے، جیسا کہ شکاری پرندہ اپنے شکار پر جھپٹتا ہے، لیکن جلد ہی ان سے متنفر ہو جاتا ہے، جیسے کہ بچہ اپنے کھلونے سے ہو جاتا ہے۔ خواہش کو کبھی مستقل سیری نہیں ہوتی ہے۔ یہ خواہش بندر کی طرح سے چپقل ہے۔ جو اسباب اسے میسر ہوتے ہیں۔ ان میں اس کی سیری نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ انہیں چھوڑ کر یہ ہمیشہ غیر میسر اسباب کی طرف دوڑتی ہے۔ اور جوں جوں اس کی سیری ہوتی جاتی ہے، اتنا ہی یہ بھڑکتی جاتی ہے۔ خواہش اتنی خطرناک ہے جتنا کہ نہریلا سانپ جو کہ چھوٹے سے اگرچہ مرغوب معلوم ہوتا ہے تاہم ہلکے زخم لگانا ہے۔ دُتیا کی خرابیوں میں سے یہ خواہش ہی سب سے بڑی خرابی ہے۔ یہ محتاط سے محتاط اشخاص کو بھی مشکلات اور دکھوں کے گرہ میں دھکیل دیتی ہے۔ اور یہ خواہش انسانی دل کو ایسے جلا دیتی ہے کہ پھر آبِ حیات بھی اُسے زندگی نہیں بخش سکتا۔

پھر شری رام چندر کہتے ہیں کہ اس جسمِ خاکی میں کوئی بھی تو خوبی نہیں ہے۔ بالین، جوانی، بڑھاپا سب کے ساتھ دکھ اور نقصان لگے ہوئے ہیں۔ یہ جسم انسانی عوارض کا گھر ہے۔ ہر قسم کے دکھوں کا شکار مشق ہے اور انجام کار مر جھا جاتا ہے۔ اس باؤدھت کے شریر میں کیا خوب صورتی ہو سکتی ہے حیث اُن پر ہے، جو ایسے ناپاک شریہ پر نازاں ہیں، اور اس کی استقامت پر یقین رکھتے ہیں۔ بال پن میں کمزوری

لوگ بچپن، موثر کھتا، ناقابل حصول اشیاء کے لئے خواہش، چنچلتا اور اپنی بے بسی کا احساس ہوتے ہیں۔ اور ایسی جوانی میں کیا خوبی یا لطف ہو سکتا ہے، جو کہ بجلی کے چمکنے کی طرح کوند جاتی ہے، اور اُس کے بعد فوراً بڑھاپے کے بادل اپنی خوفناک گرج کے ساتھ آموجد ہوتے ہیں۔ جوانی صرف آغاز میں ہی اور وہ کچھ تھوڑے وقت کے لئے کچھ کشش رکھتی ہے۔ لیکن فاحشہ عورت کی سنگت کی طرح دکھ داتی ہو جاتی ہے۔ کسی کا من خواہ کتنا ہی صاف اور پوتر ہو، جوانی میں یہ من موسمِ برسات چڑھے ہوئے دریا کی مانند مگر ہو جاتا ہے۔ جوانی میں یہ من جنس مقابل کی خوبصورتی پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ لیکن عورت کے جسم میں کیا خوبی یا خوبصورتی ہو سکتی ہے۔ جو کہ ہڈیوں مانس اور ہڈوں کا محض ایک مجسمہ ہے۔ عورتیں صرف ٹوکھوں کے لئے ہی تھوڑے عرصہ کے لئے کچھ کشش رکھتی ہیں، اور یہ کشش صرف جہالت کی وجہ سے ہی ہے۔ لیکن تمام پوشے بھوگوں کا نتیجہ ہمیشہ دکھ اور مصیبت ہی ہوتا ہے۔

اور پھر بڑھاپا سب سے بڑی مصیبت ہے۔ بڑھاپے کی بلی جوانی کے چوہے کو جلد ہی کھا جاتی ہے۔ یہ بڑھاپا کسی کو نہیں چھوڑتا ہے۔ یہ اُن جوان مردوں پر بھی غالب آتا ہے۔ جنہوں نے کہ کسی میدان جنگ میں شکست نہ کھائی ہو۔ یہ بڑھاپا جسم کو ایسے غارت کرتا ہے، جیسے کہ برت کنول پھول کو۔ یا جیسے کہ یادِ خنناں کا جھونکا بادل کو منتشر کر دیتا ہے۔ ایسی زلیست سے کیا لالچ ہو سکتا ہے جس کے ساتھ بڑھاپے اور موت کا ہندسہ ہر آن لگا ہوا ہے۔ دنیا میں کوئی شے نہیں ہے، جو کہ لقمہ اجل نہیں ہوتی ہے۔ اور ایسے جسم ایسی خوشیوں اور ایسی بادشاہت کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ جبکہ ویر و زرد موت انہیں ضرور ختم کر دے گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت ہر شے کو صرف اس لئے بڑھنے کی مہلت دیتی ہے، تاکہ اُسے اپنا لقمہ بنا سکے۔ اس عالمگیر بے ثباتی کا یہ حال ہے کہ بچپن، جوانی، جسم اور دولت سبھی چند روزہ ہیں۔ زندگی اتنی ہی بے پایاں ہے، جیسی کہ کھلی ہوا میں رکھا ہوا چراغ اور اشیاء کا وجود اور ان کا نمود اتنا ہی غیر مستقل ہے، جتنی کہ بجلی کی چمک، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خالق عالم ایک کھیلنے والے طفیل کی مانند ہے، جو کہ جلدی سے جلدی اپنے کھلونے تبدیل کرتا رہتا ہے۔

خود ہمارے حواسات (اندریاں) ہمارے دشمن ہیں۔ جسے ہم حقیقی تصور کرتے ہیں، وہ جلدی ہی غیر حقیقی ثابت ہوتا ہے، ہمارے تمام بچار اور غور کی بنیاد محض انہکار (انانیت) پر ہے۔ ہماری خواہشات وہ زنجیریں ہیں، جن کے ذریعے ہم اس دنیا سے بندھے ہوئے ہیں۔ تمام ذی نفس جلدی جلدی جا رہے ہیں، نہ معلوم کدھر۔ تمام افراد خواہشات کے بندھن میں پڑ کر نتائج کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پتھر، استری، دھن، زندگی کی راحتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن انجام کار کسی شے سے بھی کوئی لالچ نہیں ہوتا ہے۔ اُن کو سکھ صرف ایسے عارضی سکھ کی طرح ہے جو کہ لہر یا کسی منشی شے کی ایک خود اک کھا لینے سے ایک طرح کی غشی یا بے خبری کی حالت سے ہوتا ہے۔

انسانی زندگی کے متعلق اپنا ایسا پُر ذر دمکتہ خیال بیان کرنے کے بعد شری رام چندر جی وسٹمنٹ منی سے دریافت کرتے ہیں، کہ کوئی ایسی حالت بھی ہے، جو کہ دکھ اور جہالت سے مُبرا ہو۔ کیا کوئی ایسی سبیل بھی ہے، جس سے کہ اس سنسار روگ کا علاج ہو سکے۔ "دکھ کی نورتی کا کیا اُپائے ہے۔ اودیا کیسے دور ہو سکتی ہے۔ اور مرغوب اور غیر مرغوب اشیاء کے بندھن سے انسان کیسے چھوٹ سکتا ہے۔ اے بھگوان! آپ مجھ سے زندگی کی مصائب سے آزادی پانے کا بہترین طریقہ بیان کریں، کہ آدمی شغل افعال سے یا کہ ترک افعال سے آزادی حاصل کر سکتا ہے۔ وسٹمنٹ منی جی یہ دیکھ انہیں شری رام چندر جی جیسا شمش بلائے۔ جس کا من حصول حقیقت کے لئے بالکل تیار ہے بہت پرسن ہوئے۔

۲

وسٹمنٹ منی نے فرمایا کہ اس دُنیا میں عام آدمی کی زندگی واقعی مصیبت اور دکھ سے پُر ہے، اور اس کا سبب واسنایا ترشنا یا راگ ہے۔ دُنیاوی مال و اسباب کی خواہش سب سے خطرناک دشمن ہے۔ یہ زہریلے سانپ کی طرح سے ڈنگ مارتی ہے۔ بلوار کی طرح کاٹتی ہے، نیزے کی طرح چھیدتی ہے، بڑے کی طرح باندھتی ہے، آگ کی طرح جلاتی ہے۔ تاریک رات کی طرح اندھا کر دیتی ہے اور بھاری جھکی کی طرح اپنے تبار کو پس ڈالتی ہے، عقل کا تالش کر دیتی ہے، دماغی توازن پرچیں لیتی ہے اور موہ کے گہرے اور تاریک کوئیں میں دھکیل دیتی ہے۔ ہم یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ ہمیشہ دکھ داتی ہوتی ہے۔ دُنیاوی اسباب کی خواہش میں غلطان رہتے ہیں۔ اس کا سبب محض جہالت (اودیا) ہے۔ ہم اپنی نفسی ذات (آتما) اور دُنیا (جگت) کی ماہیت اور اس جگت سے اپنے اصلی تعلق کی نوعیت سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور اس وجہ سے ان کے متعلق غلط زاویہ نگاہ رکھتے ہیں۔ سب سے بڑی خرابی یہ جہالت ہی ہے، اور دُمیوی زندگی کا دریا صرف جاہلوں کی حماقت کے پانی سے ہی رواں ہے۔ اس سنسار ساگر کو ترنے کے لئے گیان ہی ایک واحد ذریعہ ہے۔ تب (ریاضت) پر اکتفا نہیں (مناجائیں) تیرتھ یا تراویہ شبھ کرم تو ہیں، لیکن ان سے آتم گیان نہیں ہو سکتا۔ ہر وان یعنی ملکیتی کا حصول (جس کے بعد پرانی جنم مرن کے بندھن سے چھوٹ جاتا ہے) صرف گیانی کو ہی ہو سکتا ہے، اور یہ گیان صرف مکمل خود شناسی ہی ہے یعنی اپنی ذات (آتما) کے اصلی سُروپ سے واقع ہو جانا۔ اس کے جاننے سے ہی ہم اصلی معنوں میں سچی اور شے کو جان سکتے ہیں۔ حقیقی گیان آتم گیان ہی ہے۔ باقی اشیاء کا علم محض سطحی علم ہے۔ کیونکہ ایسے علم سے حقیقت کی ماہیت تک رسائی نہیں ہوتی ہے۔ یہ رسائی صرف آتم گیان سے ہی ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی آدمی دُنیا کا راج بھی

پالے۔ پھر بھی جب تک اُسے آتم گیان (خود شناسی) نہیں ہوتا ہے۔ اور آتم گیان (خود شناسی) ہی مستقل آئندہ اور شانتی کا موجب ہے۔

۳

یہ آتم گیان (خود شناسی) صرف پرشارتھ یعنی ذاتی سعی سے ہی ہو سکتا ہے۔ جو شخص یہ امید رکھتا ہے کہ قسمت یا دھرمی کرے گی، تو آتم گیان ہو جائے گا۔ تمام دنیوی و روحانی ناکامیابی صرف اسی واحد غلط فہمی کی وجہ سے ہوتی ہے کہ انسان اپنی ذات کے علاوہ کسی دیگر ہستی سے مدد کی توقع رکھتا ہے۔ لیکن شری وسنت مٹی کی رائے میں صرف پرشارتھ سے ہی ہر قسم کی بدھی (کامیابی) ہو سکتی ہے۔ اس دنیا میں یا آخرت میں جو کچھ بھی لائق تحصیل ہے، وہ صرف ذاتی کوشش یا جتن سے ہی حاصل ہو سکتا ہے جسے ہم قسمت کہتے ہیں۔ وہ وسنت مٹی کی رائے میں صرف ایسے قیود یا بندھن ہیں، جو کہ اپنے گذشتہ افعال کی وجہ سے ہم نے خود ہی دانستہ یا نادانستہ طور پر پیدا کیے ہیں۔ ساتھ ہی یہ تمام بندھن ہمارے موجودہ پرشارتھ سے دور بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن انسانی زندگی میں یا دنیا میں دکھ کا علاج پرشارتھ یا جتن کے سوائے کچھ نہیں ہے۔ تمام دانش مند اصحاب صرف پرشارتھ سے ہی مصائب یا تکالیف کا مقابلہ کرتے ہیں، اور قسمت کے متعلق کسی بے بنیاد اعتقاد سے سروکار نہیں رکھتے ہیں۔ ہر فرد و بشر خود ہی اپنا دوست اور خود ہی اپنا دشمن ہے، اور اگر خود وہ اپنے آپ کو نہیں بچاتا ہے، تو اور کوئی ہستی اُسے ہرگز نہیں بچا سکتی ہے۔ ہم صرف اپنی ذاتی کوشش سے ہی بدی اور دکھ وغیرہ کو دور کر سکتے ہیں۔ ایسے شخص کی حماقت میں کبے شک ہو سکتا ہے۔ جو یہ خیال کئے بیٹھا ہے، کہ پرانتا کی دُیا سے اُسے بہشت نصیب ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کی سنگت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ جو کہ انسان کی مکمل خود اختیار سی اور اہلیت میں ایمان نہیں رکھتا ہے۔ بہادر، کامیاب، عالم اور دانا لوگ ایسی قسمت کا مسئلہ جہلاً، نے صرف اپنی طفل تلی کے لئے گھڑا ہوا ہے۔ درحقیقت یہ قسمت صرف ہمارے اپنے ہی افعال کا لازمی و ضروری نتیجہ ہے، اور چونکہ ہمیں ضرور ہی ٹھکننا پڑتا ہے۔ اس لئے اس کو قسمت و غیر ناموں سے نامز کیا جاتا ہے، لیکن پھر بھی یہ تمام تباہی ہمارے اپنے ہی آزادانہ افعال کے نتائج ہیں۔ اور جاہل لوگ جو کہ اپنے موجودہ حالات کو اپنے گذشتہ آزادانہ افعال سے متعلق نہیں کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ کی وجہ سے قسمت کا قائل ہو جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ کہ ہمارے تمام موجودہ حالت یا جو کچھ بھی آگے ہو گا۔ ہمارے اپنے ہی افعال کا نتیجہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہماری قسمت سے مراد صرف ایسی پابندی یا قید ہے، جو کہ ہم پر خدائے خود اپنے آپ پر غنا کر لیتے ہیں، اور یہ قسمت ہماری موجودہ کوشش سے تبدیل ہو سکتی ہے، اور اس طرح سے ہم اپنے مستقبل پر ہمیشہ کی طرح غور کر سکتے ہیں۔

۴

شری دستِ مٹی کی تعلیم کے مطابق صرف ایسے اصحاب کو ہی آتم گیان ہو سکتا ہے جن کے من ایسے گیان کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ ایسے گیان کے لئے خاص تربیت، خاص طبیعت اور خاص استحقاق کی ضرورت ہے۔ اور اگر کوئی شخص دماغی یا اخلاقی طور پر اس گیان کے حصول کے لائق نہیں ہے۔ تو گورو کا اپدیش خود شناسی کے متعلق اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ گورو کا اپدیش صرف ایسے شخص کے من میں جاگزیں ہو سکتا ہے، جو کہ شانت ہے۔ ورنہ بھوک کی طرف نہیں دھرتا ہے۔ اور عالمِ عسوات سے کوئی گہرا لگاؤ نہیں رکھتا ہے۔ جب اس کا من دنیوی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے۔ تو پھر گورو کا اپدیش بہت جلد ہی پھل لاتا ہے۔ یہ امر خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ لوگ دستِ مٹی سے بعد تصنیف شدہ ویدانت گرنٹھوں میں جلیا سُو کے ابتدائی گنوں کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ مثلاً سومی شکر اچار یوگی کے گرنٹھوں میں ساوہن چٹشٹہ (خواص چہار گنہ) ۱، وویک (تمیز) ۲، ویراگ (ترک) ۳، کھٹ سمپیتی (شم۔ دم) تیتا کھشا۔ اُپوتی۔ بشر دھا۔ سما دھان) اور ۴) مکھشو تو (حصولِ آزادی کے لئے زبردست خواہش) کا ذکر ہے۔ لیکن لوگ دستِ مٹی کی تعلیم کے مطابق ایسے شخص کے لئے جو کہ آزادی (مکتی) کا طالب ہے۔ سنسار ساگر سے پار اُترنے کے لئے صرف چار گنوں کی ضرورت ہے۔ ۱) شتم (دکون قلب)۔ ۲) سنشوش (قناعت)۔ ۳) سادھو سنگ (صحبتِ اربابِ رصفا) اور ۴) وچار (غور و خوض) اور ایسے ان چار گنوں کا آپس میں ایسا تعلق ہے کہ ان میں سے صرف ایک میں ہی کمال حاصل ہو جانے سے باقی تین خود بخود آجاتے ہیں۔ بس لئے ان میں صرف کسی ایک گن میں ہی درجہ کمال حاصل کرنا کافی ہے۔

۵

گیان یعنی آتم گیان (خود شناسی) ہی زندگی کے تمام دکھوں اور مصائب کا علاج ہے لیکن اس کے حصول یعنی پراپتی کا ذریعہ کیا ہے؟ بھارت ورش کے فلسفہ میں اس ذریعہ (پرمان) کا مسئلہ ہمیشہ بہت دلچسپی کا موجب رہا ہے۔ چار واک مت والوں کا خیال ہے کہ براہ راست خواہشات سے جو علم حاصل ہو، صرف وہی علم درست ہے۔ بدھوں کا خیال ہے کہ محض پرتیکش اور اُومان سے علاوہ شبد پرمان یعنی شاستر کی شہادت کو بھی ایک خاص ضروری پرمان تسلیم کرتے ہیں، اور نیائے مت والے ایمان پرمان (علمِ بروٹے تشبیہ) کے بھی قائل ہیں۔ میمانسا مت کے پریہا کر عقیدہ والے ان سب کے علاوہ ہرمتھتی پرمان کے بھی قائل ہیں، اور میمانسا مت کے بھٹا اچار یہ عقیدہ والے ان پر ایک سچھے پرمان (اناد پلبدھی) کا اعتراف کرتے ہیں۔ شکر کے انویائی ان سب پرمانوں کو تو تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن وہ باقی تمام دیداتیوں کی طرح سے مانتے ہیں، کہ آخری حقیقت (برہم) کے جاننے کا آخری واحد ذریعہ صرف شرعی (وید) ہی ہے۔ لیکن یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے، کہ شرعی وسشت مٹی پر مانتا آتما یا خارجی عالم کے متعلق تمام معلومات کا واحد ذریعہ صرف ذاتی اُوبھو کو ہی تسلیم کرتے ہیں، اور اس ذاتی اُوبھو کے علاوہ اور کسی پرمان کے قائل نہیں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح سے سمندر باقی تمام پانیوں کا واحد منبع ہے۔

"اسی طرح سے صرف پریشک پرمان ہی باقی ہر قسم کے پرمانوں کا مخرج ہے۔"

● لہذا شرعی لیگ وسشت کا فرمان ہے کہ۔ کہ
"آتم گیان صرف اُسی کو ہوتا ہے، جو کہ آخری حقیقت کو براہ راست اپنے ذاتی اُوبھو سے جانتا ہے۔ باقی تمام لیگ صرف شاستر کے لفظوں کو خالی دہراتے رہتے ہیں۔"

نیاٹے مت دالوں کی طرح سے وسشت مٹی کا یہ خیال نہیں ہے کہ پرمان کی ہستی اور خواص کا گیان اُومان پرمان سے ہو سکتا ہے، اور نہ ہی عام دیداتیوں کی طرح وسشت مٹی کا یہ عقیدہ ہے، کہ پرمان صرف شرعی (شاستر) سے ہی جانا جاتا ہے۔ بلکہ وسشت مٹی نہایت واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ۔

"اُومان یا شاستر ہمیں پرمان کا دانش نہیں کرا سکتے۔ وہ ہمیشہ صرف ہماری ذاتی اُوبھو سے ہی جانا جاتا ہے۔ اُسے ہم صرف بطور اپنی ذات کے ہی معلوم کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس آتما (ہماری اپنی ذات حقیقی) کا ہمیں اس طرح سے براہ راست گیان نہیں ہو سکتا ہے۔ تو یہ آتما ہمیں کسی کتاب یا کسی شخصیت سے بھی کسی طرح سے بھی معلوم نہیں ہو سکتا ہے۔"

(۷)

لیگ وسشت کے فلسفہ کا خاص واہم نمایاں پہلو اس کا کلپنا واد ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے، کہ وسشت مٹی کے خیال میں یہ تمام عالم محسوسات اور اس کے تمام موجودات و اشیاء از انجملہ زمان و مکان و قوانین قدرت، یہ تمام ہمارے من کی ہی تخلیق ہیں۔ عین جس طرح سے یہ من عالم خواب میں ایک جگہ رچ لیتا ہے۔ اس طرح سے یہ عالم بیداری بھی من کی ہی ساخت ہے۔ زمان (کال) کا احساس صرف واقعات کی ترتیب یا تسلسل کے احساس سے پیدا ہوتا ہے، اور یہ من عمل طور پر من کی ہی تخلیق ہے۔ ہمارے من کے نکتہ نگاہ کے مطابق ایک ایک لیگ بطور لمحہ کے محسوس

ہو سکتا ہے، اور ایک ایک لمحہ بطور ایک ایک یوگ کے خیال ہو سکتا ہے۔ عام بیداری کا ایک ہنٹ اکثر عالم خواب سالہا سال کے برابر محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح سے دلش (مکان) یعنی SPACE بھی من اور خیال سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ ایک بالشت بھر تفاوت میں من کو میلوں کا احساس ہو سکتا ہے، اود کئی میلوں میں صرف بالشت بھر کا احساس بھی ہو سکتا ہے۔ اود یہ زمان و مکان یعنی کال اود دلش اور جملہ عالم موجودات اُس یوگی کے لئے مکمل طور پر متحد ہو جاتے ہیں۔ جو کہ خیال سے بالاتر حالت سما دھی میں پہنچ گیا ہے۔ قوانین قدرت بھی صرف ہمارے من کے ہی احساسات ہیں۔ ————— جملہ عالم اس من کی ہی شہادت ہے۔ دُنیا کی استقامت محض سطحی ہے۔ اور اس کا قیام بھی ہمارے من کی ہی پیدائش ہے۔ لہذا دراصل یہ عالم موجودات ہمارے عالم خواب سے زیادہ قائم و بہت نہیں ہے۔

گویا عالم خواب اود عالم بیداری میں درحقیقت کوئی بُنیادی تمیز نہیں ہے۔ جب تک ان میں سے کسی ایک کا وجود ہے، اُس وقت تک وہ بالکل یکساں ہیں۔ آتم درشن کے نکتہ خیال سے دونوں یعنی ایک ہیں۔ اگر دونوں میں کوئی فرق یا تمیز ہے، تو صرف اُن کے ایک دوسرے کی نسبت سے ہے۔ جاگرت اوستھا میں سوچن اوستھا کے اسباب غیر حقیقی و موبہوم معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن عالم خواب کے شاہد کے لئے اُس کا اپنا جاگرت مکمل طور پر حقیقی ہے، اور اس حالت میں اس کا عالم بیداری غیر حقیقی اور مکمل طور پر کالعدم ہے۔

جب آدمی نرن یعنی جان کٹی کی حالت میں ہوتا ہے، تو اُسے تمام زندگی کا تجربہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے کہ صرف ایک لمحہ بھر کا خواب اود جس طرح سے جاگرت اوستھا میں سینکڑوں خواب یاد رہتے ہیں۔ اسی طرح جیو کو آخرت کے سفر کے دوران میں اس جاگرت اوستھا زندگی کے ہزار ہا خواب یاد رہتے ہیں، اور جس طرح سے ہمیں عالم خواب کے بہت سے خواب یاد رہتے ہیں۔ جین اسی طرح سے بہتھوں (ارواح باکمال) کو پچھلے جنموں کی جاگرت اوستھا کے خواب بھی یاد رہتے ہیں۔ ————— یوگ وسشت کی تعلیم کے مطابق ہر من صرف اتنا ہی جانتا ہے۔ جتنی کہ اس کے ذاتی تجربہ کی شہادت ہوتی ہے، اور ہر ایک من صرف اپنے ہی خیالات سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اس طرح سے ہر فرد بشر کی اپنی اپنی علیحدہ دُنیا ہے، جو کہ ہر من خود اپنے لئے تخلیق کرتا ہے۔ یوگ وسشت میں یہ بھی یاد ہا ذکر آیا ہے، کہ جیو انیک ہیں۔ لہذا جاگرت بھی انیک ہیں۔ یہ تمام من اور اُن کی تمام رچنائیں (سلسلہ ہائے عالمین) ایک عالم گیر من کے خیالات کے نظام کے تحت میں ہیں۔ اس عالم گیر من کو برہما کہتے ہیں۔ یہ ایک عالم گیر من (برہما) آغاۃ آفریش میں خود اپنے تخیل سے یہ تمام سلسلہ ہائے عالم رچتا ہے، اور جب تک اُس کا خیال قائم

ہے۔ کہ بعض عالم ہمارے عالم سے مشابہ ہوں اور بعض صرف جزوی مشابہت رکھتے ہوں، اور پھر بعض اس سے بالکل ہی مختلف ہوں، کہ ہمارے احاطہ خیال میں بھی نہ آ سکتے ہوں۔ کیونکہ ہمارے تمام معلومات کی حد صرف ہمارا اپنا ہی خیال ہے۔ لیکن جملہ ہستی یا ہستی مطلق یقیناً ہمارے خیال سے بالاتر ہے۔ اس وجہ سے یوگ وسشت کے عقیدہ کے مطابق — "جگت کی پیدائش کے متعلق شناساتروں کی تمام تھیوریاں بالکل بے بنیاد و لاعا حاصل فسانے ہیں۔" عالمگیر من (برہما) کسی ایسے اصول یا قانون کا پابند نہیں ہے۔ جس کی متابعت اس کیلئے ہر وقت اور ہر جگہ ضروری ہے۔ بلکہ یہ جملہ اصول و قانون خود اس کی اپنی تخلیق ہیں۔ اور وہ ان سب پر حاوی ہے۔



یوگ وسشت کے عقیدہ کے مطابق افراد بذات خود ہست نہیں ہیں۔ یعنی قائم بالذات یا ہستی مطلق نہیں ہیں، بلکہ من ہیں، اور اُس واحد ہستی مطلق آخری حقیقت یعنی برہم کا ایک خاص نمونہ خیال ہیں۔ یہ انفرادیت اس کی مخصوص خواہش میلان یا رغبت کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے۔ یہ من مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے۔ کسی نے کایقین کرنے سے یہ من "پدھی" کہلاتا ہے۔ اپنی ہستی کا علیحدہ گیان رکھنے پر "ابھنکار" کہلاتا ہے۔ چنچل ہونے کی وجہ سے "چٹ" کہلاتا ہے، اور اسی جیو (من) کو جبکہ یہ کسی خاص مقصود کی طرف راغب ہوتا ہے۔ "کرم" کہتے ہیں۔ اور جب یہ ایسی شے کی طرف مائل ہوتا ہے، جو کہ اس کے باہر ہو، تو اُسی کو "واسنا" کہتے ہیں، اور جب یہ بظاہر خارجی اشیاء کے علم کا ذریعہ بنتا ہے، تو حواسات (اندریاں) کہلاتا ہے۔ جب یہ خود اپنی ہی ذات سے اشیاء پیدا کر دیتا ہے۔ تو "پرکرتی" کہلاتا ہے۔ اور یوگ وسشت کے عقیدہ کے مطابق "یہ تمام سلسلہ موجودات یا عالم محسوسات ہمارا تخیل ہی ہے۔ یعنی صرف من کا طلسم ہی ہے۔"

یہ من اس خالق مطلق (برہما) سے کوئی علیحدہ یا ممیز شے نہیں ہے۔ بلکہ یہ بذات خود برہما ہی ہے۔ کثافت یا محدودیت کے نمونہ خیال سے اس من کے ظہور کے تین درجے ہیں۔

۱، انفرادیت (جیو)۔ ۲، اتانیت (ابھنکار)۔ ۳، جسمانییت (دیوہ)

جس طرح سے مہتاب سے کہیں تکلیقی ہیں۔ اُسی طرح سے اُس ہستی مطلق سے افراد (جیو) ظہور میں آتے ہیں، اور اس حالت میں یہ مقابلاً لطیف ہوتے ہیں۔ پھر ابھنکار کی شکل میں یہ جیو زیادہ کثیف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس حالت میں اسے جڑ جگت کا بھی بھاس ہوتا ہے۔ اور اُس

سے آگے یہ جسم خاکی اسی من کی کثیف ترین صورت ہے۔

۹

بحیثیت من ہونے کے ہم لا انتہا طاقت کے مالک ہیں۔ من ہی سب سے بڑی طاقت ہے۔
وسشتا مٹی کا عقیدہ ہے کہ من قادرِ مطلق ہے۔ مروت شکیباز ہے۔ صفت من کو ہی تخلیق (پیدائش)
کی طاقت حاصل ہے، اور یہ اپنی جگہ رچنا میں مکمل طور پر آزاد ہے۔ ہم سب جس شے کی اچھیا کرتے
ہیں، وہ شے ہمیں ضرور میسر ہو جاتی ہے، اور ہمارے آدرش کے مطابق ہماری اپنی کوشش ہی
ہماری اپنی قسمت کا تار و پود بنتی ہے۔ ہمارے حالات صرف وہی ہوتے ہیں، جو کہ ہم خود دانستہ
یا نادانستہ طور پر اپنے خیال کی طاقت سے پیدا کرتے ہیں۔ اور ہمارے خیالات کی اینٹوں سے
ہی ہماری شخصیت کی شاندار عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ ہماری تمام دنیا ہمارے اپنے ہی
خیالات کا عکس ہے۔ اور یہ دنیا صرف اسی حد تک تبدیل ہوتی ہے، جس حد تک کہ ہمارے
اپنے خیالات تبدیل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ مکان (دیش) کی وسعت اور زمان (سمے) کا
وجود بھی ہمارے خیالات و جذبات کی نسبت سے ہی ہوتے ہیں۔ ہمارا اپنا یقین یا ایمان ہی
ہماری تمام کامیابیوں کا راز ہے۔ اور ”بندھن اور مکتی بھی محض ہمارے اپنے ہی خیالات
ہیں۔“ ہمارا جسم بھی من کی ہی تخلیق ہے، اور اپنی قوت خیال سے ہی من اسے ہر طرح سے تبدیل
کر سکتا ہے۔ اکثر جسمانی عوارض من کی چھپلتا سے ہی پیدا ہو جاتے ہیں، اور قوت خیال سے ہی ان
کا اصلی و مستقل علاج ہو سکتا ہے۔ اگر ہم من کے توازن کو ناپاک خواہشات، تفکرات اور ڈر یا غم
سے متاثر نہ کریں، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مقرر کے مندر میں بیماریاں کیوں گھس آئیں۔ اسی من
کے ساکن ہونے کا دوسرا نام آئندہ ہے۔

۱۰

قدرت سے بالاتر طاقتوں کے حصول کا راز، اسی میں ہے کہ ہم اپنے آپ کو جسم خاکی میں
یقین نہ کریں، کیونکہ اپنے آپ کو جسم خاکی تسلیم کرنے سے ہم اس جسم کی تمام قید، محدودیت و ناقابلیت
اپنے آپ پر عائد کر لیتے ہیں، بلکہ ہمیں اپنے آپ کو صرف اتنا یقین کرنا چاہیے، تاکہ ہم قدرت سے
بالاتر طاقتوں کے مالک ہوں، اور اگر ہم اپنی محدودیت سے انکار کا اور اپنی فطری کمال کے یقین کا
یاقاعدہ ابھریں کریں، تو ضرور ہماری ذات سے فوق الفطرت طاقتوں کا ظہور ہوگا۔ یہ فوق الفطرت
طاقتیں گنڈ لنی شکتی کے جوگانے سے بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ جو کہ بدن کے نا بھی چکر میں خواہیدہ

رہتی ہے۔ جب پرانا یام کی حیون شکستی سے ہم کٹھناتی شکستی پر قادر ہو جاتے ہیں، تو ہم بدھوں (ارواح باکمال) کے ساتھ رابطہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اُس وقت یوگی ایک بدن کو چھوڑ کر دوسرے بدن میں جا سکتا ہے آنکھوں سے دُور مناظر کو دیکھ سکتا ہے۔ اپنے بدن کو حسب مرضی لیے سے لیا اور چھوٹے سے چھوٹا کر سکتا ہے۔

نوٹ

پرانا یام کے متعلق اکثر عوام میں اور علمایاں بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ اسے محض جس دم خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت جس دم سے اس کا بہت ہی کم تعلق ہے۔ میری رائے میں پرانا یام کے ذریعے کٹھناتی شکستی کا جگانا روحانی دنیا کا سب سے بڑا راز ہے۔ یہاں انتہائی اختصار کی وجہ سے صرف اس کا اشارہ ہی ذکر ممکن ہے۔ اس عمیق اور دقیق مضمون پر نہیں بشرط فرصت پھر کبھی ناظرین "اوم" کے لئے علیحدہ مفضل و جامع آرٹیکل لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔
(پنٹی داسی چو پڑہ)

۱۱

آتما کا تصور جیو کے تصور سے بہت مختلف ہے۔ سطحی شخصیت میں بے شمار تبدیلیوں کے باوجود یہ آتما کبھی تبدیل نہیں ہوتا ہے۔ ظاہری خارجی عالم (عالم مشہود) کی نسبت سے یہ آتما اس کا اندرونی شاہد ہے۔ اس آتما کی پہچان یوں ہو سکتی ہے کہ ہم سوچیں کہ ہماری مفروضہ ذات کے کون کون سے پہلو یا حالات عارضی یا ہنگامی ہیں۔ یعنی جاگرت، سوپن، اوستھا، سشیپتی، اوستھا اور تریا (پوٹھی) ان سب پر اس منکے خیال سے غور کریں۔ ہمیں بچار کرنا چاہیے کہ ہماری ذات کے کون کون سے عالم مشہود کا جزو ہو سکے نہیں، اور اس وجہ سے ان سب کو شاہد سے علیحدہ جانتا چاہیے۔

"اس طرز استدلال سے ہم ہم، ہوا، سات، من، بدھی، ہنگام اور جیو کسی کو بھی اپنا اصلی اپنا آپ آتما نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہمارے آتما جیو کی کسی نہ کسی مثل پر یہ تمام محو ہو جاتے ہیں اور ان سب کو کوئی اور ہستی جو ان سب سے شوکھشم ہے، مست کرتی ہے۔ اس کے علاوہ اگر شاہد و مشہود

میں کوئی آخری و قطعی و ناقابل عبور تضاد ہو، تو ان کے درمیان علم کا رابطہ کسی صورت میں بھی پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔

اس سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے، کہ شاہد اور مشہود یعنی اندرونی ناظر اور خارجی منظور دونوں کے پس پشت ایک واحد آخری حقیقت یا آخری ہستی ہے۔ جو کہ دونوں کو عالم وجود میں لاتی ہے، اور دونوں کو اپنی وحدت سے علم کے رشتہ سے وابستہ کرتی ہے۔ پس یہی ایک آخری حقیقت اندرونی شاہد کے ممکنہ خیال سے آتما اور بیرونی مشہود کے ممکنہ خیال سے برہم ہے، اور یوگ و ششٹ کے عقیدہ کے مطابق جگت کی آخری حقیقت یہی ایک آتما ہے۔ اور اسی سے جملہ اسباب عالم ایک طرح سے ظہور میں آتے ہیں، اور ایک طرح سے ظہور میں نہیں بھی آتے ہیں۔

۱۲

ہماری انفرادیت یا شخصیت اگرچہ ہر لمحہ تبدیلی پذیر ہے۔ لیکن موت کے وقت صرف اس جسم خاکی کے ذرات منتشر ہو جاتے ہیں۔ یہ شخصیت تحلیل نہیں ہوتی ہے۔ یہ ہمارا جسم خاکی زیست کی ہوس کا ایک نمایاں ظاہری مجسمہ ہے۔ اور یہ ہوس مہ بے شمار خواہشات و امیدوں کے اس جسم خاکی کے ذرات منتشر ہو جانے پر بھی بطور ایک انفرادی من کے زندہ رہتی ہے، اور چونکہ اس من کی یہ خواہشات ابھی پوری نہیں ہوئی ہیں۔ اس واسطے جسم کی موت کے بعد یہی من اور خواہشات ایک اور قالب اور ایک اور جگت پیدا کر لیتے ہیں۔ اس جسم کے چھوٹ جانے سے صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ اس جسم میں مکیں (چیو) کے تعلقات اس عالم محسوسات سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ گویا موت صرف ہماری خامی دنیا میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔

موت کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ چیو ضروری طور پر کسی دور فاصلہ کی دنیا میں منتقل ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو اس جگہ یعنی اس جگت میں ایک نئی شخصیت کے ساتھ (عارضی بے خبری کے بعد جو کہ پہلے جسم اور جگت کو چھوڑنے کی وجہ سے ہوتی ہے) ایک نئے عالم میں پاتا ہے۔ چیو کے لئے یہ نیا قالب اور نئی دنیا محض امود اتفاقہ ہی نہیں ہوتے ہیں، بلکہ اخلاق اور روحانیت کے اصولوں اور قوانین کے مطابق ہوتے ہیں، اور اس کے لئے متوفی کی ذاتی خواہشات اور اعتقادات ہی فیصلہ کن عنصر ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کے من میں کوئی خواہش غرضی یا غیر تکمیل شدہ رہ گئی ہو، تو وہ اپنی خواہشات اور اعتقادات کے مطابق (زرک کا دکھ یا شورگ کا سکھ بھوگنے کے بعد) پھر اس عالم محسوسات

کامل حقیقت (برہم) کو ہمارا کوئی بھی لفظ بیان نہیں کر سکتا ہے۔

”اس دوند مٹی جگت میں اجتماع ضدین کے پس پشت جو کہ ان ضدین سے بالاتر ہے، اودھس سے یہ جملہ ضدین ظہور میں آتے ہیں۔ جس میں یہ ضدین رہتے ہیں، اور جس میں کہ یہ ضدین نہیں رہتے ہیں۔ ایسی عجیب ناقابل بیان و ناقابل فہم وہ آخری حقیقت ہے۔ ہمارا تمام منطق اور ہمارا تمام فلسفہ اُسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ یہ آخری حقیقت (برہم) ہمارے تمام تصورات و تخیل و کلام سے بالاتر ہے۔ اور ہم صرف خاموشی اور خلوت کی حالت میں اس کا آند لے سکتے ہیں۔ اُسے بیان کسی طرح سے بھی نہیں کر سکتے ہیں۔“

۱۵

لیکن ایک بات ہمیں ضرور تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ جملہ موجودات اُسی ایک ناقابل فہم ذات واحد کے مظہرات ہیں۔ اس جگت میں یا اس جگت سے باہر جملہ ہستیاں اُسی سے ہست ہیں، اودھس باوجود ظاہری وسطی کثرت کے دراصل اُن کی بنیادی و حقیقی وحدت ہمیشہ ایک رس رہتی ہے۔

”جملہ کثرت اُسی وحدت سے ہے۔ لیکن پھر اس وحدت میں کثرت کا نام تک نہیں ہے۔ ایک صورت دوسری صورت سے ضرور مختلف معلوم ہوتی ہے۔ لیکن آخری حقیقت (برہم) سے یہ کسی صورت میں بھی جدا نہیں ہے۔ جیسے کہ سونے کا ہر زیور اپنی مختلف و تمیزی شکل رکھتا ہوا بھی سونے سے جدا نہیں ہے۔ دراصل سونا ہی ہے یا جیسے کہ بلبے اور لہریں جدا گانہ اشکال رکھتے ہوئے بھی پانی سے جدا نہیں ہیں۔ دراصل پانی ہی ہیں۔ اسی طرح سے جملہ شیاں جدا گانہ وہی آخری حقیقت (برہم) ہی ہیں۔ اسی طرح سے ہر شے برہم ہی ہے۔ اور تو موسیٰ ”تو وہی ہے!“

۱۶

ستا یعنی حقیقت کا ثبوت قائم بالذات ہوتا ہے۔ لیکن جملہ اشکال یعنی صورتیں محض عارضی ہیں۔ لہذا ہم انہیں ہست منظور نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن ہم انہیں بالکل نیست و نابود بھی تو نہیں کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ آخر اُن کا منبع و نزع وہی ذات حقیقی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اس عالم موجودات کو نہ تو ہم ہست ہی کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی نیست کہہ سکتے ہیں۔ و سٹ مٹی جی اس ہستی اور نیستی کے ناقابل بیان اجتماع کے لئے لفظ ”متھیا“ استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی کو اودھیا، مایا، بھرم، پرکرتی وغیرہ نام دیا جاتا ہے۔

۱۷

وسٹ منی کے عقیدہ کے مطابق آخری حقیقت (برہم) ہر قسم کی تبدیلی سے بالاتر ہے۔ ہمیشہ ایک ہے۔ اور اس ذات پاک میں فرق و تمیز کو دخل نہیں ہے۔ عالم امتیازات و خصوصیات اسی میں ہے۔ لیکن پھر بھی اس کی ذات ان سے بالکل پاک ہے۔

"یہ تمام جوڑا ہائے ضدین، آتما، اناتما، شاہد، مشہود، ہست، نیست، وحدت، کثرت، ودیا، او دیا، افراد و عالمین کا صعود و فنا، یہ تمام اسی ذات واحد میں خود اپنے ہی تضاد سے فنا پذیر رہتے ہیں۔ گویا اس ذات پاک میں مکمل طور پر ایک گوڑہ صفر ہے۔" اور۔۔۔

اس طرح سے برہم میں سنسار، پیدائش، جلت، افراد، مکتی، بندھن کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ان تمام ضدین کا وجود صرف ہمارے من کے زاویہ نگاہ سے ہے۔ اس کی ذات میں ان کا وجود مفقود ہے۔

جملہ اسباب ہستی کا وجود محض میرے نکتہ خیال سے ہی ہے۔ میرے نکتہ خیال سے پرے ان کی کوئی ہستی نہیں ہے۔

گویا آخری حقیقت برہم کے نکتہ خیال سے کسی شے کی پیدائش بالکل بے معنی ہے۔ آخری حقیقت ضدین کے ہر جوڑا میں سے ہر دو ہے۔ گویا ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہے۔ پس اس آخری حقیقت (برہم) کے نکتہ نظر سے جہو، جلت، پیدائش، موت، حرکت، بندھن، مکتی کچھ بھی نہیں ہے۔

۱۸

تمام برائی سکھ کی باچھیا کرتے ہیں۔ لیکن ٹھیک طریقہ سے سکھ کی تلاش نہیں کرتے ہیں۔ وہ اس ذہنی غلطی میں مبتلا ہیں کہ انہیں دنیوی خوشحالی سے شکہ ل سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام دنیوی ماحول اور بندگیوں کے بھوکوں میں دکھ اور رنج کا بیج موجود ہے۔

"ہم دنیوی اسباب خواہ کتنے ہی جمع کریں، ان کے اجتماع سے ہمارے سکھ کے امکانات میں ہرگز کوئی اضافہ نہیں ہوتا ہے۔"

مرگ ترشنا کی طرح سے اگر اس سراب میں تلاطم بھی آجائے، تو یہ تلاطم ایک پیاسے کی پیاس نہیں بجھا سکتا ہے۔ جیسے کہ خواب میں خواہ انسان لکھ پتی ہو جائے۔ اُس سے اس کی غریبی دور نہیں

ہو سکتی ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے، کہ دنیاوی اسباب بذاتِ خود نہ تو راحت آمیز ہیں، اور نہ ہی رنج آمیز۔ نہ قابلِ محبت ہیں، اور نہ ہی لائقِ نفرت۔ ہمارے اپنے ہی نکتہ خیال سے یہ کبھی سکھدائی معلوم ہوتے ہیں۔ اور کبھی دکھدائی، ایک شے ایک کے لئے راحت افزا ہے۔ اور وہی دوسرے کے لئے رنج افزا ہے۔ بلکہ خود ہمارے لئے ہی کسی وقت ایک شے سکھ کا باعث بنتی ہے۔ اور پھر وہی شے ہمارے لئے دوسرے وقت دکھ کا باعث بن جاتی ہے۔ اگر ہم خود کسی شے کی کامنار رکھتے ہیں، تو اس کے حصول سے ہمیں سکھ معلوم ہوتا ہے۔ اور جوں جوں ہماری کامنار کم ہوتی جاتی ہے۔ اسی نسبت سے یہ کم سکھدائی یک ہوتی جاتی ہے۔ اگر ہم کسی شے کے لئے کامنار نہیں رکھتے ہیں، تو یہ ہمارے لئے سکھدائی ہے، نہ دکھدائی ہے۔ اور اگر ہم اس سے نفرت رکھتے ہیں، تو یقیناً اس کے ساتھ تعلق ہمارے لئے دکھ کا موجب ہوگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ سکھ دکھ کا وجودِ اشیاء میں نہیں ہے، بلکہ ان کی نسبت ہمارے اپنے نکتہ خیال میں ہے۔ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو "بذاتِ خود خواہش کا وجود ہی دکھ ہے۔ اور کسی شے کا حصول ہمارے لئے صرف اسی نکتہ خیال سے راحت افزا ہے کہ وہ حصول ہمیں عارضی طور پر اس خواہش کے دکھ سے رہائی دیتا ہے" دوسرے لفظوں میں حقیقت یہ ہے کہ خواہش کا وجود اور عدم ہی ہمارے دکھ اور سکھ کا موجب ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ٹھیک طریقہ سے اس خواہش کی جڑ کاٹ دی جائے۔ تو ایک مخصوص حالت کا تجربہ ہوگا۔ جو کہ سکھ دکھ دونوں سے بالاتر ہے۔ اسے آئندہ کہتے ہیں۔ اس حالت کو صرف وہی جان سکتے ہیں۔ جنہوں نے اس کا تجربہ کیا ہے۔ کیونکہ جب تک اشیاء کے لئے کامنار موجود ہے۔ اس حالت کا احساس نہیں ہو سکتا ہے۔ حقیقی خوشی (آئندہ) وہی ہے جو کہ برا چھک برہمی اور استھیا میں ہے۔ جو کہ ہمارا اصلی اپنا آپ ہے۔

"تمام افرادِ انسانیت و نادانستہ طور پر اسی آئندہ کی تلاش میں ہیں۔ مگر کہ اس آئندہ کی تلاش اسبابِ دنیوی میں کرتے ہیں۔ اور گیانی اسے اپنی ذات میں پاتے ہیں۔ اس آئندہ کی محض ایک جھلک آدمی اس لمحہ میں محسوس کرتا ہے۔ جبکہ من ہر قسم کے تصورات و احساسات سے پاک ہو کر مکمل طور پر خاموش و ساکن ہو جاتا ہے۔"

اس طرح اگرچہ ہم آئندہ کے سمندر میں رہتے ہیں۔ پھر بھی ہم اودیا (جہالت) کی وجہ سے خارجی اسباب کے دستِ بگرہ ہوتے ہیں، اور خود آئندہ کے منبع و سرچشمہ ہونے کے باوجود ہم اس آئندہ کی تلاش عالمِ مشہود میں کرتے ہیں۔ یہی غلطی یا جہالت ہمارے تمام دکھوں کا موجب ہے۔ یہی بندھ ہے لیکن

یہ ہمارا بندھن صرف ذہنی بندھن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ جب ہم بندھ جاتے ہیں، تو ہماری تمام ذات مقید ہو جاتی ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ ہم تین کال برہم ہی ہیں۔ لیکن اس وقت ہم اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ ہم سرو ویا یک اور لا محدود ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو کمزور و محدود پاتے ہیں۔ آئندہ ہمارا اپنا آپ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم اشیاء کی خواہش کرتے ہیں۔ جملہ اشیاء عالم کے پس پشت جو واحد آخری حقیقت ہے۔ وہ ہماری اپنی ذات (آتما) ہے۔ لیکن ہم نے غلطی سے اپنے آپ کو جیو (محدود) سمجھ رکھا ہے۔ کوئی صورت ست (حقیقی) نہیں ہے۔ تاہم ہم ان صورتوں کو اصلی سمجھتے ہیں۔ یہ تمام اسمائے و اشکال ہی ہماری قیود ہیں، اور ان سے برتری ہی موکش (سچی آزادی) ہے۔ جب ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ ہم واحد و آخری حقیقت ہیں۔ تو ہم جملہ قیود سے اپنے آپ کو آزاد پاتے ہیں، اور من یا جیو پن کا غاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہم کسی شے میں سکھ کی تلاش نہیں کرتے ہیں اور جملہ خواہشات ختم ہو جاتی ہیں۔ عالم محسوسات محو ہو جاتا ہے۔ آتما (ذات حق) کے متعلق تمام ابدیاد دور ہو جاتی ہے۔ یہ موکش اس جہم میں رہتے ہوئے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ "کیونکہ ہم عین اس وقت اور اسی جگہ برہم ہی تو ہیں۔"

۲۰

و شسٹ مٹی کے سدھانت کے مطابق سوائے آتم گیان (خود شناسی) کے نجات کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اور ہماری تمام جہالت صرف اس حقیقت سے بے خبری ہے۔ کہ ہم عین اسی وقت وہی آخری حقیقت (برہم) ہیں۔ یہ مکتی بنوں میں رہتے، کسی کرم کے کرنے یا تیا گنے۔ کسی تپ سے، تیرتھ یا تپا سے دان کرنے یا عالمیت سے۔ یگیہ آدی کرنے دھن دولت سے، یرت روزہ سے یا کسی دلوئی دیوتا کی پوجا یا اپاسنا وغیرہ کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ مکتی صرف اس فانی یقین اور گیان سے ہی ہو سکتی ہے کہ برہم ہی واحد حقیقت اصلی معنوں میں ہست ہے۔ اور ہم وہی برہم ہیں، اور یہ گیان صرف اپنے ہی پرشار تھ اور پچا سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اور کسی بات سے نہیں۔ البتہ گیان کی پراپتی کے لئے من کی شدھی ضروری ہے۔ اور یہ من کی شدھی شاستر کے پڑھنے، سادھو سنگ اور اعمال حسنہ سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن کوئی شاستر یا وید ہمیں یہ گیان نہیں دے سکتا ہے۔ جب تک کہ ہم خود پرشار تھ نہ کریں اور اسے اپنی ذات (آتما) میں تلاش نہ کریں۔ شاستروں و رشیوں کے کلام کی صرف اتنی قیمت و اہمیت ہے کہ یہ ہمیں آتما کی شہادت دیتے ہیں۔ جس سے کہ ہم اس وقت بے خبر ہیں۔

و شسٹ مٹی کے مقیدہ کے مطابق ترک اعمال ضروری نہیں ہے۔ کسی فعل کا کرنا یا نہ کرنا

مکتی پر کوئی اثر نہیں رکھتا ہے۔ یہ ماننا کہ ہم اعمال کو ترک کر سکتے ہیں، جہالت ہے۔ زندگی بذاتِ خود فعل ہے۔ گویا ترکِ اعمال ناممکن ہے۔ لہذا مکتی کے لئے ترکِ اعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کرم کی جڑ اچھٹا یا خواہش ہے۔ اس جڑ کو کاٹ دینے سے کرم بندھن کا موجب نہیں رہتا ہے۔ ہمارے افعال میں سے انانیت (اہنکار) کا عنصر نکال دینے کی ضرورت ہے۔ نہ کہ ترکِ افعال کی۔ جیون خود شناسی کے راستہ میں روکاؤ نہیں ہے۔ دُئیوی فراٹس تیاگ کر تنہائی یا خلوت کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۱

وسٹھ مٹی کے عقیدہ کے مطابق گیان (خود شناسی) محض ذہنی فعل ہی نہیں ہے۔ اس گیان کا ہمارے تمام جیون پر اسی وقت اثر پڑ سکتا ہے، جب ہم اسے عمل میں لائیں۔ ہمیں آخری حقیقت کے صرف جانتے کی ہی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ضروری ہے کہ ہمارا دماغ، دل اور افعال تمام اس کے مظہر ہوں۔ گویا اس حقیقت پر عمل کرنے کا مسئلہ زیادہ اہم و ضروری ہے۔ اور اسی خود شناسی پر عمل کرنے کے طریقہ کو وسٹھ مٹی نے یوگ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اور اس پر دو طریق سے عمل کیا جاتا ہے۔ ایک تو اپنے جیون یعنی جملہ محدودیت کو تسلیم کرنے سے انکار اور دوسرے اپنے آپ کو صرف آتما ماننا جو کہ کاملیت، آند کا سرچشمہ ہے۔ یہ آتما صرف گیان سُروپ ہی نہیں ہے۔ بلکہ آند سُروپ بھی ہے۔ لہذا اس عملی خود شناسی (یوگ) کی تین صورتیں ہیں :-

- ۱۔ یہ دلی یقین کہ ہم جیو نہیں ہیں۔ بلکہ آخری حقیقت (آتما یا برہم) ہی ہیں۔
- ۲۔ ہماری ذات میں اچھٹیا نام کو نہیں ہے، اور ہم سکھ و کیراگ و ولش سے پرے ہیں۔
- ۳۔ زندگی کی مسلسل حرکت جو کہ پران اور اپان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس کو بند کر دینے کی شق۔ یہ مسلسل حرکت اس امر کی مظہر ہے کہ ہم اندرونی طور پر ہمیشہ دیگر گوں حالت میں رہتے ہیں۔ ہمیں حقیقی سکون قلب کا احساس اُس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ ایک سانس اندر جا چکنا ہے اور دوسرا سانس ابھی باہر نہیں آنے لگتا ہے۔ اس عرصہ سکون کو روز بروز مشق سے طویل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ پرانوں کی حرکت میں یہ سکون کا لمحہ اس طرح سے ہے۔ جیسے کہ ایک خیال بطور ہماری توجہ کے مرکز کے ختم ہو جاتا ہے، اور دوسرا خیال ابھی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ ”یہی لمحہ بھر خاتمہ خیال حقیقی راحت کی جھلک ہے“

۲۲

وہ پرس جو کہ اپنے جیو پن سے آزادی حاصل کر چکا ہے۔ لیکن ابھی اس جسمِ خاکی میں مبین

ہے۔ وہ جیون مکت کہلاتا ہے۔ اس کا طرز زندگی یوگ وسشت میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف از روئے اختصار بیان کیا جاتا ہے کہ ایسا شخص (مرد ہو یا استری) دنیا کی سب سے مکمل شخصیت ہے۔ جیون مکت پرش نہ تو سکھ سے خوش ہوتا ہے اور نہ ہی دکھ سے دکھی ہوتا ہے۔ بظاہر اپنے تمام فرائض انجام دیتا ہوا بھی باطن میں مکمل طور پر آزاد ہے۔ ذات پات و دن بیوستھا اور صحت متانت (عقائد) کے تمام بندھنوں اور قوانین سے آزاد ہے۔ اور سب کے ساتھ ہتر بھاؤ رکھتا ہے۔ نہ تو اُس سے کسی شے کے حاصل کرنے کی خواہش ہے، اور نہ ہی کسی شے یا حالت کے تیاگ کی، اور دنیوی کاموں کے درمیان میں وہ ایکانیت میں ہی ہے۔ زندگی کے شور و شغب سے بالاتر ہے اور قوائے قدرت جس طرح سے کہ باقی تمام عالم کی رکشا اور پالنا کرتے ہیں۔ وہ اس طرح سے اُس کی بھی کرتے ہیں۔

۲۳

جو پرم نید کو پراپت ہوا ہے، وہ کرم کے عالمگیر قانون کے تابع نہیں رہا ہے۔ وہ آگے جنم کے بندھن سے چھوٹ گیا ہے۔ اور نہ ہی آگے اُس کے لئے کوئی خارجی عالم ہے۔ اس پر اب کرم کا کوئی قانون حاوی نہیں ہے۔ کیونکہ جو افعال کسی نیت یا مقصد سے کئے جاتے ہیں صرف وہی افعال مستقبل میں جیون یا جنم کا بیج بنتے ہیں۔ لیکن جو کام بغیر لگاؤ یا رغبت کے کئے جاتے ہیں۔ ان کا کوئی صلہ یا نتیجہ نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی وہ کوئی پھل یا بندھن پیدا کرتے ہیں۔ پس ایسا مٹی جو کہ جملہ خواہشات سے بالا ہو گیا ہے۔ لگاؤ سے آزاد ہو گیا ہے۔ اور اس کے افعال انانیت (اہنگار) سے رہبت ہیں۔ وہ کرم پھل کے قانون کے تابع نہیں ہیں۔ ایسے مٹی کا من، جیون، محدودیت وغیرہ موت کے بعد یعنی جسم کے ذرات منتشر ہو جانے کے بعد آئندہ ساگر میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ یہی ارواں ہے۔ یہی سفار ساگر سے پار اترتا ہے۔

اوم، شانتی، شانتی، شانتی

اس آرٹیکل کے متعلق اگر ناظرین میں سے کسی صاحب کو کوئی امر و ضاحت طلب ہو، تو وہ مجھے میرے ذاتی پتہ پر لکھ کر بھیج دیں۔ ان کا سوال مع مفصل جواب کے رسالہ "اوم" میں شائع کر دیا جاوے گا۔

پنڈی داس چوڑہ۔ بی۔ اے
۶-۱۷
۸۹
پبلیشنگ۔ نیو دہلی۔ ۸

درس عبرت

از: حکیم ریل داس جی منظر

لکھنا چاہتا ہوں لکھا جاتا نہیں
زندگی کیا ہے؟ حُبَابِ آب ہے
اک جگہ رہتا نہیں یہ بے گشاں
کل تھا کیا اور آج کیا ہے کر تیز
آج واں آئے نظر کوہِ گراں
آج واں دیکھا شجرِ پر خار تھا
آج اس سرکا نہیں بلتا پتہ
آج اُس کی لاش دیکھی بے کفن
آج اُس کو کر دیا زیرِ زبیں
آج دانہ دانہ کا محتاج ہے
آج دیکھا قید میں ہے نیم جاں
آج سُنتے ہیں وہاں آہ و بکا
آج لب پہ آہ ہے فریاد ہے
آج دیکھا مل گیا وہ خاک میں
آج ٹکڑے مانگتا ہے گھر بہ گھر
آج اُس کو دیکھتا کوئی نہیں
آج ہیں خود اس کی آنکھیں خاکِ پا
بے بقا ہے، بے بقا ہے، بے بقا

کیا کہوں کہ کچھ کہا جاتا نہیں
کیا ہے دُنیا اک خیال و خواب ہے
مال و زر گا ہے یہاں گا ہے وہاں
چشمِ دل سے دیکھ دُنیا کو عزیز
کل جہاں دیکھے تھے بحرِ بیکراں
کل جہاں دیکھا گل و گلزار تھا
کل تھا جس سر پر رکھا تاج و کلاہ
کل جسے کہتے تھے سب شاہِ زمن
کل جسے دیکھا محلوں میں مکین
کل جسے دُنیا کہے سرتاج ہے
کل جو تھا تختِ زری پہ حکمراں
کل جہاں تھے عیش و عشرت بے پناہ
کل جسے کہتے تھے یہ دلشاد ہے
کل جو کرتا سیر تھا افلاک میں
کل جسے کہتے تھے شاہِ نامور
کل جسے کہتی تھی دُنیا مہِ جبین
کل جسے بلتی تھی آنکھوں میں جگہ
غرض یہ کہ کارِ دُنیا بے بقا

درس عبرت ہے یہ دُنیا بے گماں
قولِ منظرِ باد رکھ اے مہرباں

بھول جا

از: حکیم ریل داس جی مُصنّف

اس جہاں فانی کے ہر نقش و نشان کو بھول جا
چند روزہ زندگی کے گلستاں کو بھول جا
یاد رکھ صیاد کو اور اس مکان کو بھول جا
اسم و جسم و خال و خط و اپن و اک کو بھول جا
یاد رکھ یہ قول اور دورِ زمان کو بھول جا
خاک رکھ مد نظر اور آسماں کو بھول جا
قیدِ قفسِ عنصری کی داستاں کو بھول جا

بھول جا اے مُصنّف ناداں جہاں تو بھول جا
عندلیبِ لعلِ خواں سن یہ بہاریں تا یہ کے
یاد کر اپنا نشیمن جس جگہ ہو گا مقام
اسمِ اعظم "اہم برہم اسہی" رہے خاطرِ مکیں
رہ و راحت شادی و غم کو نہیں ہرگز بقا
خاک سے ہی ابتدا اور خاک ہی ہے انتہا
طاہرِ عرشِ مطہرے توڑ کر خیرِ خیال !

گلشنِ ہستی میں آیا شیر کو پس شیر کو
موسمِ گل بھول جا فصلِ شہاں کو بھول جا

یاد رکھ

از: حکیم ریل داس جی مُصنّف

بحرِ دنیا میں سدا سا جل فنا کو یاد رکھ
تو امر ہے آتما اپنی بقا کو یاد رکھ
یاد رکھ اپنی خطا اس کی عطا کو یاد رکھ
یاد رکھ دل میں سدا وقتِ قضا کو یاد رکھ
اقربا کی طوطا چشتی اور دغا کو یاد رکھ
بے خطر ہوں گے کلامِ ناخدا کو یاد رکھ

یاد رکھ اے مُصنّف ناداں خدا کو یاد رکھ
جسمِ فانی ہی سہی لیکن ہے یہ بھی یقیں
تو گناہگار ہی میں کیسا اس کی رحمت بے پناہ
کس لئے مغرور ہے حسن و شباب و عسل پر
پھونک دیں گے آگ میں یا دفن کر دیں گے
بحرِ ہائے دین و دنیا میں نہایت پرخطر

ساتھ کچھ لایا نہیں تھا اور نہ لے جائیگا
بابا دل نہ باندھ مُصنّف کی صدا کو یاد رکھ

آستانک یوگ

از: منشی سورج نارائن تھردلوی

مہمدی مضمون

فقیر تہر جون ۱۹۱۳ء کے سادھو میں بھگوان پتجلی کا یوگ و دشن مع عام فہم شرح ہدیہ تارین کر چکا ہے۔ اس کے دیباچے میں یہ لکھا تھا۔ "میں اس مختصر دیباچے میں نہ یوگ کے فلسفے پر بحث چھیڑتی چاہتا ہوں، نہ یوگ و دشن کا خلاصہ دیتا چاہتا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ یوگ کے اصولوں کی توضیح اور اس کے فلسفے کی تشریح پر ایک ویسی ہی صاف اور عام فہم کتاب لکھنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ جیسی فلسفہ شرمید بھگوت گیتا پر لکھی ہے۔ دونوں کے کچھ مضامین رسالہ "سادھو" میں نکل چکے ہیں۔ ایشور نے چاہا تو باقی آئندہ نکلتے رہیں گے اور ہدیہ ناظرین ہوں گے، یا کتاب کی صورت میں نمودار ہوں گے۔ ناظرین کے پاس پہنچیں گے۔"

ان میں سے فلسفہ گیتا شائع ہو چکا ہے، اور پچھلے تین سال کے مختلف نمبروں میں یوگ کے متعلق مضامین دیئے جا چکے ہیں۔ نومبر ۱۹۱۴ء کے سادھو میں میں نے یہ لکھا تھا۔ اس سلسلہ کے دس مضامین سادھو میں نکل چکے ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ ناظرین نے انہیں بہت پسند کیا ہے۔ تقریباً دس پندرہ اور باقی ہیں۔ سوچ یہ رہا ہوں کہ ہمت کر کے انہیں بھی تحریر کر لوں اور تمام مضامین ایک رسالے کی صورت میں نکل دوں۔ یہ کتاب بار بار پڑھنے اور غور و خوض کرنے کے لائق ہوگی اور جو پڑھیں گے، وہ شانتی کے رستے پر چلنے کے لائق ہوں گے۔ ہاں ارادہ انسان کرتا ہے، اور اس کی تکمیل ایشور کے ہاتھ ہے۔ جو انترایا روپ سے ہر ایک کے قلب میں جا گزیں ہو کہ اعمال نیک کی تحریر دیتے ہیں اور جو کچھ کہانا چاہتے ہیں، کراتے ہیں۔ انترایا ایشور ہی کہ بھگوان پتجلی اپنے سوتروں میں یوگ آچار یہ اور قدما کا گورو بتاتے ہیں۔ وہی مجھے بیچ کا وسیلہ یا ذریعہ بنا کر کام لے رہے ہیں۔

"یار ہا گفتہ ام و بار و کرے گوئم کو کہ من دل شد ایں رہ نہ بخودے گوئم
در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ؟ اُنچہ استاد ازل گفت بگوئے گوئم"

پرہیز کا دھتتہ باد ہے کہ آج یہ ارادہ پورا ہوتا ہے۔ یوگ شاستر ایک نہایت ہی بکار آمد شاستر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بھگوان پتھلی سائیکھ شاستر کے مانتے والے ہیں۔ لیکن یہ پیارا شاستر صرف سائیکھیا کے لئے ہی نہیں ہے، بلکہ کرم کی راہ چلتے والوں بھگتوں اور گیانیوں کے واسطے بھی ویسا ہی مفید ثابت ہوتا ہے۔ جیسا ابھی سیول اور عملی یوگیوں کے لئے ہے۔ اخلاق اور دھرم کے لحاظ سے اس کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اس میں علم بھی ہے اور عمل بھی۔ گیان بھی ہے اور ابھیا س یا دریا صنت بھی۔ فلسفہ بھی دیا گیا ہے۔ اور اس کو عمل میں لانے اور زندگی کا دستور العمل بنانے کی تجاویز بھی بتائی گئی ہیں۔ غرض یوگ شاستر کی راہ پر چلانے والا شاستر ہے، اور اس کی تعلیم ایسی دل لگنے والی ہے۔ کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس کار آمد اور ہر و جز شاستر کی تعریف میں یہ کہنا کافی ہے کہ اس پر بھگوان ویاس نے بھاشیہ یا شرح لکھی ہے۔ حالانکہ بھگوان ویاس خود شاستر کا رہا ہے۔

۱۹۱۲ء میں جب رسالہ ساو صولاہور سے ولی میں منتقل ہوا، تو انہیں خوبوں کو نظر میں رکھ کر میں نے یوگ دشن کو گیان دھیان کی کتابوں میں سب سے پہلے بیا تھا اور مع شرح ہدیہ ناظرین کیا تھا۔ لیکن سوتر مختصر ہوتے ہیں اور چونکہ تشریح سوتروں کی تابع ہوتی ہے۔ اس واسطے اُسے بھی زیادہ طوالت دینی مناسب نہیں معلوم ہوا کرتی۔ انہیں خیالات سے میں نے یوگ دشن شائع کر کے یہ ارادہ کیا تھا، کہ انہیں مضامین پر کافی شرح و بسط کے ساتھ دل چسپ اور عام فہم مضامین ساو صولاہور میں دینے شروع کروں۔ جن میں شری ہو، اور نظم بھی۔ صاف صاف کار آمد باتیں عام فہم پیرائے میں دی جائیں۔ تاکہ سب انہیں شوق سے پڑھیں اور یوگ کے فیض سے جس کا دوسرا نام شانتی ہے فائدہ اٹھائیں۔

یوگ کی نسبت لوگوں میں عجیب و غریب غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ بعض یہ سمجھ رہے ہیں کہ یوگ کا تعلق محض عمل یا ابھیا س سے ہے، اور علم و فلسفہ سے اسے سروکار ہی نہیں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یوگ وہ عمل ہے۔ جس کے جاننے والے اب نہیں رہے ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ کلجنگ کے زمانے میں ایسے متبرک شاستر پر عمل ہو کیونکہ سکتا ہے۔ یہ غلط فہمیاں اس وجہ سے پھیل رہی ہیں کہ لوگ اس دلچسپ اور کار آمد شاستر کو پڑھتے تو کم ہیں اور خیالات باطل کے گھوڑے دوڑاتے بہت ہیں۔ یوگ اخلاق کو سنبھالنے والا، قلبے نفس کو ترقی دینے والا، شانتی کی راہ چلانے والا، روحانیت کا راستہ دکھانے والا اور موش مارک پر پہنچانے والا شاستر ہے۔ جنہوں نے پڑھا ہے، وہ اس کی عظمت اور مفاو کے ولادہ ہیں۔ جنہوں نے نہیں پڑھا انہیں شوق دلانے کے واسطے میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے۔ اسے غور سے پڑھو، تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یوگ کوئی عجیب و غریب عمل نہیں ہے۔ جس کا ست جگ میں تو پرچار تھا اور اب کلجنگ

میں جانا رہا ہے۔ بلکہ یہ وہ دل چسپ اود کار آمد شاستر ہے۔ جس کا فائدہ ہر جگہ، ہر جگہ اور ہر شخص کے واسطے یکساں ہے۔ اسی قبیل کی غلط فہمی پہلے شریک بھگوت گیتا کی نسبت پھیلی ہوئی تھی۔ پر ماتما کا دھنیہ باد ہے، کہ اس روشنی کے زمانے میں وہ جاتی رہی ہے، اور ہندوستان کی زبان ہائے مختلفہ میں گیتا کا ترجمہ و تشریح ہو کر یہ متبرک کتاب گھر گھر پہنچنے لگی ہے۔

میں نے اس کتاب کے لکھنے میں دو اصول مد نظر رکھے ہیں۔ یوگ کے فلسفے کو بھی کھولا ہے۔ جو سانکھیہ شاستر پر مبنی ہے، اور عمل پہلو کی بھی توضیح کی ہے۔ جس کا زیادہ تر تعلق دھرم اور اخلاق سے ہے۔ رہا ابھیاس مثلاً پرانا یام وغیرہ۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ جب تک مشاق عامل بتائے والا نگرانی کو موجود نہ ہو، ان کے کرنے میں ہمیشہ وقت واقع ہوا کرتی ہے۔ کتاب میں سے پڑھ کر جو لوگ ابھیاس کرنے لگتے ہیں وہ اکثر فائدے کی بجائے نقصان اٹھایا کرتے ہیں، اور ایسے امراض کا شکار بن جاتے ہیں۔ جن کا علاج ہونا مشکل ہے۔ چنانچہ اس حصے کو زیادہ طویل نہیں دیا ہے۔ میں خود گیان کو ابھیاس پر ترجیح دینے والے آدمیوں میں سے ہوں۔ جو لوگ اپنے ذہن میں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ بھگوان پتنجلی کے راج یوگ کا تعلق محض ابھیاس سے اسی طرح ہے، جس طرح ہٹ یوگ کا ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔ ابھیاس یوگ کا صرف ایک جزو و ضعیف ہے۔ یوگ بڑی بھاری شے ہے۔ جس میں ایک چھوٹا سا حصہ ابھیاس کا بھی آ جاتا ہے فقط ابھیاسی ور زشوں کا نام یوگ کہی نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب اس غلطی کو بھی دلوں سے دور کر دے گی۔

فلسفے کا حصہ اخلاقی و عملی حصے سے چونکہ زیادہ دقیق ہے۔ اس واسطے اُسے آخر میں لیا ہے، اور عمل و اخلاقی حصے کو شروع میں فلسفے کی تشریح میں پیچیدہ بحثوں اور لفظی کورکھ دھندلوں سے پرہیز کیا ہے۔

شریک بھگوت گیتا کے فلسفے کی طرح صاف صاف الفاظ میں سانکھیہ کے مسائل اور یوگ کے ان مسائل پر اصول صاف طور پر بیان کر دیے ہیں۔ اخلاقی عملیات کو دانستہ تشریح و توضیح کے ساتھ لکھا ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو کہ کسی اصول پر عمل درآمد کیونکر ہوا کرتا ہے۔ کن باتوں کو عمل میں لانا چاہیئے اور کیونکر، کن سے پرہیز واجب ہے اور کس طرح۔ غرض اس کتاب میں میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ہر ایک بات آئینے کی طرح صاف ہو۔ پر ماتما اسے شرت قبول بخشیں۔ اور پڑھنے والوں کو وہ توفیق عطا کریں کہ گیان دھیان کی کتابیں پڑھ کر کسی درجے پر پہنچیں :

— شاکسارہ۔ سورج نارائن ہیر

نوٹ :- یوگ ورشن کی کتاب اردو میں نایاب ہے۔ ہم نے منشی سورج نارائن جی سے پوتے ٹری صاحب سے اجازت لے کر اس کو رسالہ "اوم" میں شائع کیا ہے۔ کوئی اور صاحب یا کتب فروش اس کو چھپانے کا مجاز نہیں رکھتا۔ ایڈیٹر "اوم" دلی

اوم نت ست

باب اول

(ابتدائی مرحلے)

پہلی فصل

یوگ کیا ہے؟

دیباچے میں بتایا گیا ہے کہ یوگ کیا نہیں ہے، اور اُس کی نسبت کیا غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس فصل میں ہم یہ بتاتے ہیں کہ یوگ کیا ہے؟ پڑھنے والے کے یہ سمجھ میں آگیا کہ یوگ کیا ہے۔ تو اُسے علم کا شوق بھی ہوگا۔ اور تحصیل میں محنت و کوشش سے بھی کام لے گا۔ پس صاف صاف طور پر اول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یوگ ہے کیا چیز۔ پھر راہ تحصیل صاف و ہموار نظر آئے گی اور اس پر چلنے میں کوئی دقت نہ رہے گی۔

بھگوان پتنجلی اپنے ورژن میں یوگ کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ ”یوگش چیت برتی بندھنا“ یعنی یوگ چیت کی برتیوں کے روکنے کا نام ہے۔ اس جملے میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک چیت، دوسرے چیت کی برتیاں۔ ان دونوں کی تشریح ضروری ہے۔ ان کی فلسفیانہ تشریح سے سائنکھیہ یوگ اور ویدانت شاستر بھرے پڑے ہیں۔ میں ابھی نہ چیت پر فلسفیانہ بحث پیش کرنا چاہتا ہوں۔ نہ برتیوں کی توضیح دیکھنا اور ان کی تقسیم و تقسیم دینا چاہتا ہوں۔ یہ دو حق مسئلے آخر میں دیئے جائیں گے اور وہی ان پر بحث و مباحثے بھی کئے جائیں گے۔

یہاں صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ چیت وہی چیز ہے، جسے معمولی بول چال میں من کا نام دیا جاتا ہے۔ اسے انگریزی میں مائنڈ اور عربی میں نفس کہتے ہیں۔ گیان اندریوں یا حواس خمسہ یعنی کان، جلد، آنکھ، ناک اور زبان سے ہمیں جو باہر کی چیزوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ من اس کی چھان بین کر کے اُسے اپنا بناتا ہے۔ من نہ ہو، تو نہ تو علم حاصل ہو سکے۔ نہ حاصل شدہ علم حافظے میں قائم رہ کر کسی قسم کا فائدہ دے سکے۔ تمہارے تجربے میں بھی روز مرہ آہستہ رہتا ہے، کہ پاس آواز ہوئی اور تم نے نہیں سنی، یا پاس سے کوئی گزرا اور تم نے اُسے نہیں دیکھا۔ یہاں اندریاں تو برابر کام کرتی رہی ہیں۔ کان علم آواز کو اندر لایا ہے۔ آنکھ علم رنگ و

صورت کو اندر لانی ہے۔ مگر چونکہ من کہیں اور تھا اور اپنا کام نہیں کر رہا تھا۔ ان باتوں کا علم ہمیں نہیں ہوا۔ اسی سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اندریوں سے علاوہ من کوئی اور تنو یا چیز ہے۔ اس کا مفصل بیان تو آگے آئے گا۔ یہاں اتنا خیال رکھو کہ اس من کو ہی یوگ کی اصطلاح میں چت کہتے ہیں۔

اب چت کی برتیوں کو لیجئے اور دیکھئے کہ وہ کیا چیزیں ہیں۔ برتی کے معنی کیفیت یا حال یا تبدیل ہونے والی صورت کے ہیں۔ پس برتیاں ان مختلف صورتوں کو کہتے ہیں، جو من میں دم بدم اس طرح پیدا اور غائب ہوتی رہتی ہیں، جس طرح مسکن جھیل کے پانی میں موجیں اٹھیں اور اٹھ اٹھ کر غائب ہو جائیں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ تم خالی بیٹھے ہو یا پوچھا اور دھیان میں ہو، مگر من ہے کہ بھگائے نہیں ملتا۔ نکلا اور یہ گیا اور وہ گیا۔ کبھی گھر میں گائے بھینسیں باندھ رہا ہے، کبھی کابل میں گھوڑے خرید رہا ہے۔ ابھی اس پشے پر جاتا ہے، ابھی اس پشے پر۔ دنیا بھر کے یہود اور بے سرو پا خیالات سمندر میں لہروں کی طرح اس میں اٹھتے رہتے ہیں اور کسی طرح روکے نہیں سکتے، انہیں کو برتیوں کا نام دیا جاتا ہے۔ ان میں صرف بیرونی اشیاء کے علم کی تصاویر ہی داخل نہیں ہیں، بلکہ تاثرات اور جذبات اور خواہشات و امدادات بھی شامل ہیں۔ ہر طرح کے خیالات اور توہمات، اُلفت و محبت و رغبت و نفرت، سکھ و دکھ، لوگ پر لوگ کی چیزوں کی چاہنا اور سعی و کوشش سے ان کی تحصیل کا ارادہ سب چت برتیاں ہیں۔

دراغز کرو، ان برتیوں کا پھیلاؤ کتنا ہے۔ ایک دنیا کی دنیا ہے۔ جس کی وسعت کا اندازہ لگائے نہیں لگ سکتا۔ جتنا محور کرتے جائیے اتنی ہی حیرت و استعجاب بڑھتی جاتی ہے۔ علم و نفس یا سانی کو لوجی میں انہیں برتیوں سے بحث ہوتی ہے۔ ان کی تقسیم و تقسیم کی جاتی ہے۔ ان کے پیدا ہونے اور قائم رہنے کے اسباب بتائے جاتے ہیں، اور ان کو کام میں لانے اور فائدہ اٹھانے کے طریقے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور انہیں رستے پر ڈالنے کی تجاویز سے بحثیں کی جاتی ہیں۔ یوگ شاسترا اپنے پہلوئے نگاہ سے ان برتیوں کو لیتا ہے۔ ان کی تقسیم و تقسیم کرتا ہے اور انہیں روکنے کے طریقے بتاتا ہے۔

پھیلا کیوں؟ اس واسطے کہ ان کا پھیلاؤ ہی بڑا بھاری نہیں ہے۔ بلکہ یہ بڑی طاقت و چیزیں بھی ہیں۔ دھیان جمانے بیٹھو، تو اس وقت سخت خلل امداد ثابت ہوا کرتی ہیں۔ آدمی دھیان کیا چاہتا ہے۔ اسٹ و یوگی مورتی کا۔ ایٹور کا یا کسی تنو وغیرہ کا، مگر یہ پھیلاؤ والی زبردست برتیاں دھیان جنہ نہیں دیتیں۔ من ہے کھینچا کھینچا ادھر رہتا ہے، کبھی ادھر جاتا ہے اور دھیان کرنے والے کو اپنے ساتھ اس طرح گھسیٹ کر لے جاتا ہے جس طرح کشتی کو رستی گھسیٹتی لے جاتی ہے۔ غرض برتیاں بھی بڑی طاقت و چیزیں ہیں اور من بھی بڑی شہزادہ چیز ہے۔ دھیان جمانا چاہتے ہو، تو ان کی روک تھام ضروری ہے۔

مُن ایسا شہزور ہے کہ جو شور پیر میدان جنگ میں تلوار اور بتدوق کی مار سے نہیں ڈرتے۔ اور شیروں کی طرح مرد مقابل ہو کر ڈتے رہتے ہیں، ان کو بھی یہ بندہ کی طرح ناچ نچا ڈالتا ہے۔ پس مرد وہ نہیں، جو اپنے ہم جنس مردوں کا مقابلہ کرے، بلکہ وہ ہے جو اپنے مَن پر غالب آئے۔

شہزور مَن کو بس میں لانے کے لئے دو تجاویز بھگوان کرشن بتاتے ہیں۔ ایک بیراگ، دوسرا ابھیاس۔ بیراگ گیارہویں کا حصہ ہے۔ اس میں دنیا کو نقشہ خواب کی طرح بیچ تماشا اور اپنے آپ کو اس کا تماشا بن کر کے دیکھا جاتا ہے۔ یہ رستہ کھٹن ہے، کیونکہ بچار کا بہت کام ہے۔ دماغ لڑا لڑا کر سدھا جاتا ہے۔ پرانے خیالات اسی جنم کے نہیں بلکہ جنم جنمانتر کے پھوٹنے پڑتے ہیں، اور ان کی جگہ نئے جمانے پڑتے ہیں جو دل میں بہت ہی مشکل سے بیٹھتے ہیں۔ اگر تم اس راستے پر چل سکو، تو کیا بات ہے۔ اس سے بہتر اور راستہ نہیں ہے۔ مگر وقت مشکل سے گھبراتے ہو، تو دوسرا راستہ اختیار کرو۔ یعنی ابھیاس یا یوگ کا۔ اس میں وہ طریقے بتائے جاتے ہیں۔ جن سے خیالات پریشان نہ رہیں بلکہ ایک نقطے پر جمیں۔ جتنا دکھ ہے وہ مَن کے پھیلاؤ اور خیالات کی پریشانی کے باعث سے ہے۔ اگر اس دکھ کو سکھ سے متبدل کیا جاتے ہو، تو خیالات کو ادھر ادھر پریشان نہ ہونے دو، بلکہ سمیٹ کر اور دکھ سے ہٹا کر کسی اور طرف لگا دو۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ بچے کے چوٹ لگی ہے اور وہ درد سے ہائے ہائے اور نالہ و فریاد کر رہا ہے۔ اس کے آگے بھجننا بجانے لگو یا کھلونے بچانے لگو، تو وہ چپ ہو کر کھلونوں کی طرف متوجہ ہو جائے گا، آدمی بیمار ہو، اور درد سے غل مچائے تو اُس کی توجہ بھی درد کی طرف سے ہٹاؤ، باتوں میں لگا دو، یا کسی اور چیز کی طرف۔ اور دیکھو گے کہ وہ درد محسوس نہیں کرے گا۔ لڑائیوں میں دیکھا گیا ہے کہ سپاہیوں کی تلوار یا بتدوق سے ہاتھ یا ٹانگ اڑ گئی، مگر وہ غل مچا کر اُسی طرح لڑے جاتے ہیں، گویا تکلیف محسوس ہی نہیں ہو رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ توجہ تکلیف پر نہیں بلکہ لڑائی کے ہنگامے، شور و غل اور وار و گیر پر ہے۔ ہاں جب لڑائی ہو چکی ہے، تو ہر ایک مجروح رونا پیٹنا شروع کرتا ہے۔ بھلا کیوں؟ اب توجہ ہٹانے والی چیز نہیں رہی اور دھیان ہر پھر کم تکلیف کی طرف جاتا ہے۔

ابھیاس یا یوگ اسی اصول پر مبنی ہے۔ دنیا میں دکھ بھرے پڑے ہیں اور لوگ ہیں کہ ان سے اس طرح گھبرا رہے ہیں۔ جس طرح آب کم میں پھٹیلیا پتاں ہوتی ہیں۔ اس تکلیف، اس دکھ، اس درد کو کس طرح ہٹائیں اور اس کی جگہ سکھ کیونکہ ہم پہنچائیں۔ بس اس طرح کہ دھیان دکھ دینے والی چیزوں سے ہٹاؤ۔ مَن کا پھیلاؤ سمیٹو۔ اور اُسے ایک نقطہ پر لا ڈالو۔ دکھ جاتا رہے گا۔ اور اس کی جگہ سما دھی کا وہ سکھ رونا ہوگا جس کی مثال اور نظیر نہیں ہے۔

یوگ شاستر ہمیں وہ وسیلے اور طریقے بتاتا ہے، جس سے ہم اس بے نظیر سکھ کو حصول کر سکیں۔ دکھ درد، رنج و غم، کلفت و تکلیف جنہوں نے دلوں میں گھر کر رکھا ہے، وہاں سے نکلیں، اور ان کی جگہ

بے مثال و بے نظیر آئندہ رہے۔

دوسری فصل

اشٹانگ یوگ کیا ہے؟

یوگ کے معنی ہیں تمام برائیوں کا پھیلاؤ سمٹ کر زودھ کی حالت کا بہم پہنچنا۔ اسی کو سمدھی کی حالت کہتے ہیں۔ سمدھی یوگ کی معراج ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ سادھن ہے۔ اس سادھن کی حالت کے سات درجے بھگوان پتینجلی قائم کرتے ہیں۔ آٹھویں حالت سمدھی ہے۔ اس طرح گویا یوگ کے آٹھ انگ یا حصے ہوئے۔ انہیں کو اشٹانگ یعنی آٹھ حصے والا یوگ کہتے ہیں۔ بہتر ہے کہ مجس طور پر ان آٹھوں انگوں کی تعریفیں یہاں کر دی جائیں۔ ہر ایک کا مفصل بیان آگے دیا جائے گا۔ آٹھوں انگ متدرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ ایم (۲) نیم (۳) آسن (۴) پرانیام (۵) پرتیار (۶) دھارنا (۷) دھیان (۸) سمدھی -

۱۔ ایم کے معنی ہیں روکنا۔ یعنی خاص باتیں من کو نہ کرنے دینا۔ بھگوان پتینجلی ان کی تعداد پانچ بتاتے ہیں۔
۲۔ نیم کے معنی ہیں عہد کر کے کرنا۔ یعنی خاص باتیں عہد کر کے روز مرہ کرتے رہنا۔ ان کی تعداد بھی پانچ ہی مقرر کی گئی ہے۔

۳۔ آسن کے معنی ہیں طرز نشست۔ یوگی کو چونکہ ابھی اس کے واسطے بیٹھنا پڑا کرتا ہے۔ اس واسطے ایسے طرز نشست کی خاص ضرورت ہے کہ وہ آرام سے بیٹھ کر ابھیاس کر سکے۔ اسے آسن کہتے ہیں۔

۴۔ پرانیام کے معنی ہیں پرانوں کا روکنا۔ یہ آتے جاتے سانس کے روکنے سے شروع کیا جاتا ہے۔ اور اس کی انتہا یہ ہے کہ جو سوسکشم یا لطیف قوتیں جسم خاکی کو حرکت دے رہی ہیں ان پر قابو حاصل ہو جائے۔

۵۔ پرتیار کے معنی بدلتا ہیں۔ یعنی اندریوں کو من کی صورت میں اس طرح بدل ڈالنا کہ کھلا ہوا کان آواز نہ سُن سکے۔ کھلی ہوئی آنکھ رنگ و صورت نہ دیکھ سکے۔ غرض اندریاں لیشیوں سے متاثر نہ ہونے پائیں۔

۶۔ دھارنا کے معنی ہیں من کو ایک نقطے پر اس طرح قائم کر لینا کہ وہ وہاں سے ہلنے نہ پائے۔

۷۔ دھیان کے معنی ہیں دھارنا کی دھار برابر ایک دس جاری رہتی ہیں دھارنا کو اگر نقطہ فرض کیا جائے، تو یوں سمجھو کہ دھیان خط کی مانند ہے۔

بلکہ وہیں اُٹا رہے۔

۸۔ سادھی کے معنی ہیں۔ بزودہ کی حالت کا ہم پہنچنا۔ یعنی برتیوں کا تمام فیصلہ سمٹ جانا اور سرور میں قیام کا نصب ہونا۔

یہ لوگ کے آکھوں انگ یا جھٹے ہیں اور یہ ان کی مختصر و مجمل تعریفات ہیں۔ سب کے مفصل و مشرح بیان بالترتیب اس کتاب میں آگے آئیں گے۔ اور ان کے بیانات میں لوگ شاستر کے تمام مسائل پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔ یہاں مختصر تعریفات اس لئے دی گئی ہیں کہ مضمون کے سمجھنے میں رکاوٹ نہ ہو۔ آسانی کے ساتھ ہر بات صاف صاف سمجھ میں آتی چلی جائے۔ چونکہ ہم اور ہم لوگ کے پہلے دو انگ ہیں۔ اس واسطے اول ان کا بیان دیتا ہوں۔ آگے کے دو بابوں میں پانچوں میوں اور پانچوں نیموں پر ہر ایک پر بسیط مضامین دیئے گئے ہیں۔ جن میں زیادہ تر عملی باتیں ہیں۔ اس کتاب کی غرض لوگ کے مسائل کو عام فہم طریق سے بیان کرنا ہے۔ اس واسطے ہم اور نیموں کا فلسفہ یہاں نہیں کھولا گیا ہے۔ بلکہ علیحدہ باب میں اس کی تشریح دی جائے گی۔

باب دوم

(میوں کا بیان)

پہلی فصل

آہنسا یا لے آزاری

آہنسا کے معنی اوپر بیان ہو چکے ہیں، یعنی کسی کو آزار نہ پہنچانا۔ یہ پیارا اصول اخلاقی اس دیے کا ہے کہ بڑھوں اور جیتوں کا تو عقیدہ ہے کہ "آہنسا پر مودھرم" یعنی کسی کو آزار نہ پہنچانا ہی دھرم کا ائیڈیل ہے۔ اسی باعث سے یہ لوگ گوشت خواری سے مجتنب رہتے ہیں۔ گوشت ہم پہنچانے کے واسطے جانور کو مارنا پڑتا ہے۔ مانا کہ ہم آپ نہ ماریں۔ لیکن ہم گوشت کھاتے ہیں، تو اور لوگوں کو ہمارے واسطے جانور ذبح کرنے پڑتے ہیں اور اسی مطلب سے دنیا میں ایک فرقہ خاص یعنی قصاب پیدا ہو گئے جو جیڑہنسا کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے ذائقہ زبان کے ہم پہنچانے کے واسطے طرح طرح کے جانوروں کا گوشت بیچتے ہیں۔ یہی ہنسا نہیں بلکہ جو ان کے خریدار ہیں۔ وہ سب اس ہنسا میں شامل ہیں۔ کیونکہ کوئی گوشت نہ کھائے تو جانوروں کو کون اور کس کے لئے ہلاک کرے۔

یہاں تک یہ سب باتیں سچی اور اچھی ہیں۔ گوشت کھانے سے نہ کھانا بہتر ہے۔ اور مجھے یقین

ہے کہ اہنسا کا ذکر جہاں کہیں آئے گا۔ کوئی شخص محض اس بات کے ثابت کرنے کے واسطے کہ بے زبان جانوروں کا مارنا اچھا ہے۔ کبھی بحث میں اب نہیں کھول سکے گا۔ لیکن یہ اہنسا کا صرف ایک پہلو ہے۔ یہی لالہ جی جو قصاب کی دکان سے گزرتے وقت منہ پر رومال رکھتے ہیں اور زبان سے ہرے رام ہرے رام کہتے ہیں۔ موقع پڑنے پر مول اور بیاج کے واسطے ہم جنس کیا، بھائیوں تک کا خون پینے کو تیار دیکھ جاتے ہیں پس اہنسا کی نسبت ان کا جو خیال ہے، وہ بہت ہی تنگ دائرے میں محدود ہے۔ اور اس کو بڑی بھاری وسعت کی ضرورت ہے۔

اہنسا جس چیز کا نام ہے، وہ تین طرح سے کی جا سکتی ہے من یا خیال سے بانی یا زبان سے اور کرم یعنی ہاتھ سے۔ اصلی اہنسا پرش دہی ہے، جو خیال زبان یا ہاتھ سے کسی فرد بشر کو ہی نہیں بلکہ کسی ذمی حیات کو کسی طرح کا آزار نہ پہنچائے۔ اب ایک ایک کو لیتے جائیے۔

من کی اہنسا کو بخوبی ذہن نشین کر لیجئے۔ من کا بڑا درجہ ہے۔ اول خیال طبیعت میں اٹھا کرتا ہے۔ بعد میں وہ الفاظ کا جامہ پہن کر زبان پر آتا ہے، اور آخر میں کرم یعنی عمل میں اظہار پاتا ہے۔ پس من میں اہنسا کا خیال بھول کر مت اٹھتے دو، من ہمیشہ شدتہ رہے۔ من الیشور کا مندر ہے۔ جس میں الیشور کا واس ہے۔ اس کو اہنسا کے گندے خیالات سے گتہ نہ کرو۔ الیشور ہاتھ کے کرم کو اتنا نہیں دیکھتے، جتنا من کے خیالات کو دیکھتے ہیں۔ مہاراج تلسی داس جی کہتے ہیں، اور کیا ہی سچی بات کہتے ہیں۔

رکھت نہ پر بھوجت چوک کئے کی

کرت سرت سو بار ہمسے کی !

یعنی شری رام چندر جی کرنے کی بھول چوک کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتے مگر من کے خیالات کو بار بار ذہن میں رکھتے ہیں۔ پس اہنسا کے خیالات کو من میں جگہ نہ دو۔ جب اٹھیں سعی و کوشش سے روکو۔

پس تمہاری سب سے پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے، کہ من میں کوئی ایسا خیال نہ گزرے، جو اوروں کی آزار رسانی کا ہے۔ اگر گزرتا ہے تو اس سے روکو، اور من کو ایسے بیہودہ خیالات کی طرف رخ نہ کرنے دو۔ جب اٹھیں ان کی جگہ پاک اور متبرک خیالات سوچو۔ باتیں کرنے لگو، کتاب لے بیٹھو۔ غرض جس طرح ہو سکے من کو پاک رکھو۔ گندے خیالات کا گھر نہ بناؤ۔ کیونکہ نہ ان سے کچھ فائدہ ہے، نہ کچھ حاصل ہے۔ اٹھا اپنا ہی نقصان ہے، کسی اور کا نہیں۔

اب باقی یعنی زبان کی اہنسا لیجئے۔ ایسی بات زبان پر لانی جس سے دوسرے کا جی دکھے اہنسا میں داخل ہے۔ پس بات بولنے سے پہلے لفظوں کو تولو۔ اور ہمیشہ دیکھو کہ تمہاری بات کسی کو ناگوار

تو نہیں گزرے گی۔ ہنسی مذاق میں۔ معمولی گفتگو میں، آپس کی بات چیت میں اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے۔ یوں تو سب کو ہی یہ فضیلت بہم پہنچانی ضروری ہے۔ اہل درجہ و ثروت، اہل علم و فضل اور بڑے آدمیوں کے واسطے یہ اہنسا اور بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی ایک ایک بات پر ہر ایک کی نظر رہا کرتی ہے۔ تم نے لوگوں کو خاص آدمیوں کی تعریفیں کرتے سنا ہوگا کہ بولتے وقت ان کے منہ سے بھول جھڑکتے ہیں۔ تم بھی اپنی ذات میں یہی وصف بہم پہنچاؤ، اور تمہاری خوشی کے ساتھ گزرے گی۔

مزاج و مسخر میں اکثر ایسی باتیں زبان پر آجاتی ہیں۔ جن سے دوسروں کا دل دکھے۔ پس ہنسی مذاق کرو، تو دیکھ کر کرو، اندھا دھند نہیں۔ سب سے بڑھ کر بانی کا ہنسک چھانخور ہے۔ تم بھول کر بھی چھانخور اور جھوٹی شکایت کرنے والے نہ ہو۔ نہ ایسے آدمیوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھو۔ شیخی بگھارنے کی عادت بھی چھوڑو۔ یہ بڑی خراب عادت ہے۔ کیونکہ جب آدمی اپنے آپ کو جھوٹ موٹ بڑا ثابت کرنا چاہتا ہے تو ظاہر ہے کہ جن سے وہ اپنے آپ کو بڑا ثابت کیا چاہتا ہے۔ ان کی بندہ اگرے گا، اور ضرور کرے گا۔ یہی بانی کی ہنسا کہلاتی ہے۔

جن شخصوں کی زبان پر کالیاں چڑھی ہوئی ہیں انہیں یہ خراب عادت ترک کرنی چاہیے۔ کالی سے زیادہ بانی کی ہنسا اور کوئی نہیں ہے۔ کالی کبھی نہ دو۔ غصہ طبیعت پر حاوی ہے تو اس سے روکو، اور اس کا اظہار حتی الامکان نہ ہونے دو۔ اگر اظہار کرتے ہو، تو اتنا ضرور کرو کہ درجہ انسانیت سے گزر کر بالکل جانو نہ بن جاؤ۔ یہ بانی کی ہنسا کہلاتی ہے۔

اب کرم یعنی اعمال کی ہنسا کو بھیجئے۔ ہاتھ سے آدمی یا جانور کی جان لینا ہی ہنسا نہیں ہے، بلکہ ہر قسم کا آزار پہنچانا ہنسا میں داخل ہے۔ آدمی یا جانور کو مارنا پیٹنا، کسی کا حصہ چھین لینا، کسی کا مال چرالینا، رشوت لینا، حد مقررہ سے زیادہ سود لینا، اور مول بیاج کے واسطے لوگوں کو جیل خانے بھجوانا۔ ایسے مشغلے رکھنا، جن سے اوروں کی دل آزاری ہو۔ سب ہنسا میں داخل ہیں ایسا کون سا مردہ ضمیر ہے جو یہ نہیں سمجھ سکتا، کہ میرے فلاں کام میں گو میرا فائدہ ہے، مگر اسی میں اوں کا نقصان ہے۔ ایسے کاموں سے باز آنا چاہیے اور نظر غور دیکھتے رہنا چاہیے، کہ ہمارے ذات سے ہر شخص کو بجائے کسی قسم کے نقصان کے فائدہ پہنچے۔ مبارک ہیں وہ لوگ، جو اوروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ بھرتی ہری مہاراج کا ایک شلوک ہے۔ جس کا نفس مطلب یہ ہے، کہ جو لوگ آپ نقصان اٹھا کر اوروں کو فیض پہنچاتے ہیں، وہ آدمی نہیں دیتا ہیں۔ جو اوروں کو فائدہ پہنچانے کے ساتھ اپنا بھی فائدہ مد نظر رکھتے ہیں، وہ انسان یا آدمی ہیں۔ جو اپنے فائدے کی غرض سے اوروں کو نقصان پہنچاتے ہیں، وہ آدمی نہیں ہیں شیطان ہیں۔ لیکن جو اوروں کو نقصان پہنچاتے ہیں، اور اس میں ان کا کچھ فائدہ نہیں۔ میں نہیں مانتا ان کو کیا نام دوں۔ کیسے اسوس کا مقام ہے کہ اس چو مٹی قسم کے آدمی

بہت سے دیکھے جاتے ہیں۔ ناظرین تم پہلی قسم کے دیوتا منش آدمی بنو۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو دوسری قسم میں داخل ہونے کی کوشش کرو، مگر بھول کر بھی تیسری یا چوتھی قسم میں داخل نہ ہوتا۔

اہنسا کی مشق کی ویاس جی اپنی مشرح میں ایک سہل تجویز بتاتے ہیں۔ فرض کرو، ایک شخص گوشت کھاتا ہے۔ اُسے اول اول عہد کرنا چاہیے کہ میں جینے میں فلاں روز گوشت نہیں کھاؤں گا یا فلاں تہوار یا مقدس دن گوشت نہ کھاؤں گا۔ ہمارے ہاں کے بُرت کے دن بھی اسی اصول پر قائم کئے گئے تھے۔ جس روز بُرت رکھتا ہوتا تھا۔ اُس سے پہلے رات کو عہد کیا جاتا تھا کہ ہم دن بھر غفہ نہ ہوں گے، جھوٹ نہ بولیں گے، ایشور کا نام چپیں گے یا فلاں دھرم سمبندھی کتاب پڑھیں گے، یہ بھوجن کریں گے، اس طرح پوچھا کریں گے یہ دان دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ لوگوں کو اصول معلوم نہیں ہیں۔ بُرت اب بھی رکھتے ہیں، لیکن وہ بدھی پوربک نہیں ہوتے۔

تم بھی اہنسا کے بُرت خاص خاص دن رکھا کرو۔ ان سے من کرم بانی کی اہنسا سے بچنے کی عادت پڑے گی، اور رفتہ رفتہ عادت استوار ہو کر طبیعت بن جائے گی۔ اہنسا کا اصول بہت ہی عام فہم ہے۔ من بانی یا کرم سے جس خیال، بات یا کام میں اور کا نقصان معلوم ہو، اُسے ہرگز نہ کرو۔ اس سے آسان بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ جو فرد اہنسا کا ابھیا س کرتے ہیں، اُن کو بھی من کرم بانی سے کوئی آزار نہیں پہنچا سکا کرتا، وہ ایشور کے پیارے ہوتے ہیں۔ اُنکی زندگی نہایت خوشی کے ساتھ گزرتی ہے۔ خوش خوش جیتے ہیں خوش خوش مرتے ہیں۔ ان کے واسطے ترقی کی راہیں کھلتی ہیں، اور روحانیت کے میدان میں بے کھٹکے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

دوسری فصل

ستیہ یا صدق

دوسرا ایم ستیہ یا راستی ہے۔ راستی کے یہ معنی ہیں کہ جو کچھ ہمارے خیال، قلم اور فعل ظاہر میں ہیں، وہی باطن میں بھی ہوں۔ ہاتھ سمرتی پیٹ کترتی والا آدمی جھوٹا کہلاتا ہے۔ جو تم سوچو، وہی زبان سے کہو، اور ویسا ہی ہاتھ سے عمل کرو، تو ستیہ کا پالنہ کر رہے ہو، اور تم سچے ہو۔

راستی کی نسبت یاد رکھنا چاہیے کہ بذات خود شریف ترین فضائل اخلاق میں سے ہے۔ اور تمام فضائل اخلاقی کی جڑ ہے۔ ایک نہایت ہی مزے کی کہانی سنی جاتی ہے کہ ایک شخص میں پنج عیب شرعی موجود تھے۔ تقدیر نے یاد دہی کی، تو ست سنگ میں جانے لگا، اور ایک لائق وفائق گورو کا چیلنا بنا۔ بیچارے نے

اپنا سارا حال سنایا کہ میں اویاش بھی ہوں، جُوا بھی کھیلتا ہوں، شراب بھی پیتی ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ گورو ہنسے اور کہنے لگے۔ کہو تو تم سے ہر عیب ترک کرو اُدوں۔ مجھے بہت سہل نسخہ آتا ہے۔ اُس نے کہا۔ اس سے بہتر کیا بات ہے، لیکن پرانی خراب عادتیں چھوڑتے ہی سے چھوڑیں گی۔ بھول چوک ہو جائے تو معاف فرمائیے گا۔ گورو نے کہا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ تم سے صرف سستیہ کا پالن چاہتا ہوں۔ تجھ سے کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ اور کچھ نہیں چاہتا۔ چیلہ خوش ہوگا کہ یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں تو سمجھتا تھا کہ آپ کوئی کٹھن کام پتائیں گے۔ شب کو جب وہ مجلس قمار میں جانے لگا، تو خیال آیا کہ گورو جی پوچھیں گے، رات کو کیا کرتے رہے تو گھر سے کہوں گا کہ جُوا کھیلتا رہا، لعنت کرو، جوئے میں نہ جاؤ۔ پاس ہی اس کی زن یا زاری کو بٹھا تھا۔ اس نے اُد پر سے اُد زدی کہ آؤ۔ آج ایک نہایت ہی نفیس شراب کی بوتل منگوائی ہے۔ چیلے نے پھر سوچا۔ کہ صبح گورو نے رات کا حال دریافت کیا تو جھوٹ تو بول سکتا نہیں یہی کہتا پڑے گا کہ زن یا زاری کے کوٹھے پر تھا، اور اس کے ساتھ شراب پیتا رہا۔ کیسی شرم کی بات ہوگی کہ آج ہی چیلہ بنا ہوں اور کل یہ شرمناک کہانی سنائی پڑے گی۔ چنانچہ اُس نے اپنی آشنا کو کچھ جواب نہ دیا اور گھرا کر بھجن کرنے لگا۔ اس طرح اُس کے عیب ایک رات میں چھوٹ گئے۔ صبح جو حال تھا گورو سے خوش خوش جا کر کہا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے بیٹا، سستیہ کا پالن کرو۔ یہ تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ سستیہ سے باہر کوئی نیکی نہیں ہے۔

ایک پرانے فارسی شاعر کا مقولہ ہے۔ جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ سب

راستی موجبِ رخصتِ خداست

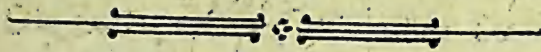
کس ندیم کہ گم شد از رہِ راست

راستی کا ایک سیدھا راستہ ہے۔ جس میں نہ کہیں موڑ ہے، نہ کہیں گم ہونے کا خطرہ ہے۔ جھوٹ کی بے شمار راہیں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پیچدار اور پرخطر ہے۔ ایک جھوٹ کے واسطے سو اور جھوٹی باتیں تلاش کرنی اور بنانی پڑتی ہیں۔ اس لئے تم سستیہ کی سیدھی راہ اختیار کرو۔ ادھر ادھر جھوٹ کے جنگلوں میں بھٹکتے نہ پھرو۔ اُن میں چپے چپے پر خطر ہے۔

جھوٹے کو اپنے ہمیر کا خون کرنا پڑتا ہے، وہ اپنی نظر میں بھی ذلیل رہتا ہے۔ لوگوں کی آنکھوں میں بھی حقیر رہتا ہے، نہ خدا اس سے خوش ہے، نہ خلق خدا اس سے خوش ہے۔

اگر جھوٹ بولنے کی غلت غالی پر نظر کیجئے، تو اس کی تہ میں یہ باتیں نظر آیا کرتی ہیں یا تو آدمی میں سچ بولنے کی استطاعت و استعداد نہیں ہے اور وہ جان بچانے کو جھوٹ بولتا ہے، یا اپنے کو اپنے سے زیادہ جاننے اور اپنی شان بڑھانے کو جھوٹ بولتا ہے یا تمسخر و مزاح میں اوروں کے خوش کرنے اور اپنی تعریف کرانے کو جھوٹ بولتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب باتیں اس بھرم یعنی غلط فہمی پر مبنی ہیں۔

مزاج میں تصرف چاہنا یا مبالغے سے اپنی شان بڑھانا تو صریح وصفات مغالطہ ہے ہی۔ جہاں خوف سے جھوٹ بولا جاتا ہے، وہ بھی بھرم ہے۔ کیونکہ خوف جھوٹ میں ہے نہ کہ سستی میں۔ سستی بڑبڑھتی ہے۔ سستی میں خوف کی بونٹ نہیں چھو گئی ہے۔ ہمیشہ ہر حال میں سستی کا پالنہ کرو، اور تمہیں کسی سے کبھی خطر نہ ہوگا۔ یہ جگت ست موٹک ہے۔ اس کی جڑ برہم ست روپ ہے، جھوٹی مایا ہے۔ مایا کے غلام نہ بنو۔ اپنا سروپ پہچانو۔ تم ست روپ برہم ہو۔ مقصیا مایا سے تمہیں کچھ سروکار نہیں ہے۔ جو ہمیشہ سستی کا پالنہ کرتے ہیں، وہ انجام میں سستی سنکپ ہو جاتے ہیں۔ پس جھوٹ مایا کیٹ، پھیل سب چھوڑ دو۔ اُن کی انت صورتیں ہیں، کس کس کو گرہن کر دو گے۔ ایک سستی کو پکڑو، اور مقصد ملی کے ساتھ پکڑو۔ اس سستی سے تم اسی دنیا میں خوشی کے ساتھ زندگی بسر نہیں کرو گے۔ بلکہ تمہاری طاقت بھی سدھڑے گی اور آخر وہ دن آجائے گا کہ سستی کے پر تپ سے تم اپنے آپ کو ست روپ برہم اُتو بھو کر رہ گے۔ سب مایا جھوٹ جاٹے گی، اور تم اپنے شدہ ست سروپ میں سکت ہو گے۔



تیسری فصل

استیہ یا چوری نہ کرنا

تیسرا ہم یعنی روک جو لوگ کے طالب کو اپنے واسطے مقرر کرنا چاہیے استیہ ہے۔ استیہ کے لغوی معنی چوری نہ کرنا ہے۔ جو چیز ہماری ملکیت ہے، اُسی پر ہمارا حق ہے۔ اگر ہم کسی اور شخص کی چیز ہتیا لیں، اور اُسے اپنے استعمال میں لائیں تو یہ چوری کہلاتی ہے۔ اس سے پرہیز لازم ہے، اور وہ بھی اس طرح کہ ہم من کرم اور بانی سے کبھی اس فعل شنیع کے مرتکب نہ ہوں۔

چھوٹے سے چھوٹا بچہ اور کتے سے کتا چور دونوں بخوبی سمجھتے ہیں کہ چوری کرنی بُری ہے۔ اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ چھوٹے بچے کی کوئی چیز چرائے، تو دیکھیے وہ کیسا ناراض ہوتا ہے۔ اسی طرح کتے سے کتے چور کی شے جاتی رہے، تو اُسے بھی سخت رنج ہوتا ہے۔ دونوں جانتے ہیں کہ یہ شے ہماری ملکیت ہے اور اس کے استعمال سے فائدہ اٹھانا ہمارا حق تھا۔ دوسرا لے گیا ہے تو وہ سخت بُد دیانتی اور خلاف اخلاق کام کرنے کا مرتکب ہو گیا ہے۔ اس کا کوئی استحقاق نہیں تھا۔ اسی اصول پر سب اگر عمل درآمد کرنے لگیں تو زندگی کیسی خوشی اور خرمی کے ساتھ بسر ہو۔ نہ عدالتوں کی حاجت رہے، نہ جیل خانوں کی ضرورت رہے۔ سب اطمینان کے ساتھ دن میں آرام کے ساتھ کام کریں، اور رات کو نیند بھر کر سوئیں۔

لیکن انسان کی طبیعت عجیب طرح کی اعداد سے مل کر بنی ہے۔ اپنی چیز کوئی چرائے تو اسے برا معلوم ہوتا ہے۔ ہاں اگر اور کی چیز اسے مل جائے یا دھوکا دے کر اس سے ہتیا لائے، تو خوش ہوتا ہے۔ کیا تماشے کی بات ہے، کہ جس کام کو ایک جانب برا سمجھتا ہے۔ دوسری جانب خود کرنے کو آمادہ ہوتا ہے مگر برا کام ہمیشہ برا ہے۔ ایک حالت میں اچھا اور دوسری حالت میں برا کیونکر ہو سکتا ہے۔ برائی کا نتیجہ ہمیشہ برائی ہے۔ کیا دنیا میں اور کیا عقبا میں۔ چور یہاں سزا پاتا ہے، اور اگر یہاں سے بچ گیا، تو عاقبت کی سزا سے کیونکر بچ سکے گا۔ خدا دیکھتا ہے۔

نہ چوری چھپے تم کوئی کام کرنا نہ اپنے گھرانے کو بدنام کرنا
بدی صبح کرنا نہ تم شام کرنا برا قول ہے دل پر ارقام کرنا
خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے

نہ جھوٹی قسم جاں بچانے کو کھانا نہ یوں اعتبار اپنا ہرگز جمانا
گواہی میں سچ سچ کہو کہ ہو دانا کہ حاکم نے گو اس کو مانا نہ مانا
خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے

نہ جھوٹے سے دینا کسی کو بھی دھوکا برا دھوکہ بازی کا دیکھا نتیجہ
یہ باتیں بری ہیں نہ سمجھو تم اچھا کسی نے جو دیکھا نہ دیکھا تو پھر کیا
خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے

پڑی چیز جھوٹے سے بھی مت اٹھاؤ تمہیں کیا پڑی ہے ادھر کو بھاؤ
یہ چوری ہے دھوکا نہ زہار کھاؤ اکیلی جگہ بھی یہی دل میں لاؤ
خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے

نہ چوری سے ہو کچھ سرور کا تم کو یہ عادت ہے بد اس سے ہو غار تم کو
کرے گی کسی روز یہ خوار تم کو ہو کیا جو پکڑے نہ سرکار تم کو
خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے

ہکاؤ دلوں سے خیالات بد کو کرو ترک تم بغض کو اور حسد کو
نگاؤ طبیعت سے سب رد و کرد کو ذرا کام میں لاؤ اپنی خرد کو
خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے

خیالات کو دل میں رہتے ہیں نہاں مگر کس سے نہاں یہ سوچے تو انسان
ہمیں اور تمہیں کو نہ معلوم ہویاں پر انکو بھی مانتہ مہر درخشاں
خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے

اوپر کے بندوں میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں، وہ سب چوری کی قسمیں ہیں۔ بعض کرم کے لحاظ سے چوری میں داخل نہیں۔ بعض من اور پانی کے لحاظ سے چوری کے یہ معنی ہیں کہ جو چیز ہماری نہیں ہے۔ اسے ہم دانستہ ہتھیلیں۔ یہ کھلی ہوئی چوری ہو یا امانت میں خیانت ہو۔ دونوں ایک ہیں۔ پڑی ہوئی چیز کو اٹھا لیتا اور مالک کو تلاش کر کے نہ دینا بھی کرم ہی کے لحاظ سے چوری ہے۔ کیونکہ صریح ظاہر ہے کہ یہ چیز ہماری نہیں ہے۔ اس پر ہمارا کسی طرح کا استحقاق نہیں ہے۔

● من کی چوری یہ ہے کہ لوگوں کی نسبت ہم من میں بڑے خیالات رکھیں۔ بغض، حسد، عناد کینہ وغیرہ وغیرہ کے خیالات سب من کی چوری میں داخل ہیں۔ تم اس قسم کے خیالات بد کو بدل میں بھول کر بھی راہ نہ دو۔ ظاہر میں اپنے آپ کو شریف دکھانے کی کوشش کر رہے ہو، اور تمہیں سب شریف سمجھتے ہیں۔ مگر تمہارے من میں پاپ گھر کئے بیٹھا ہے۔ تم ظاہری چور نہیں، باطنی چور ہو۔ یاد رکھو، کہ خیالات بیج ہیں اور کلام و اعمال شکوفے ہیں۔ بیج موجود ہے تو وقت خاص پر شکوفے بھی پھوٹیں گے اور ضرور پھوٹیں گے۔ انہیں کون روک سکتا ہے۔

بانی کی چوری کئی طرح کی ہوتی ہے۔ جہاں تمہارا بولنا ضروری ہے، وہاں چپ ہو رہنا، یا حرف مطلب بجا کر بات کرنا، یا بات کو ٹال دینا۔ سب بانی کی چوری میں داخل ہیں، اور جو ان کا ارتکاب کرتا ہے، وہ چوری کی خراب عادت کا بیج بو رہا ہے۔ جس طرح کسی کی امانت میں خیانت کرنی چوری کرنی ہے۔ اسی طرح اوروں کے افعال کو اچھی نگاہ سے نہ دیکھنا، یا ان کی قابلیت، ان کی اغراض کی بے وقری کرنا۔ ان کے اقوال و خیالات کو مبالغہ کر کے یا حرف مطلب بجا کر غلط بیان کرنا۔ یا جس تعلق میں وہ بیان کئے گئے تھے۔ اس کا لحاظ نہ رکھ کر بیان کے پیرایے سے ان کا رنگ ہی

جدا کر دینا۔ سب چوری کی مختلف قسمیں ہیں، اور سب سے ہی پرہیز واجب و لازم ہے۔ کہتے ہیں انگلستان میں ایک دفعہ نامی گرامی چور پکڑا گیا۔ چونکہ اُس زمانے میں قانون سخت تھے، اُسے پھانسی کا حکم ملا۔ پھانسی دینے سے پہلے دستور کے مطابق اُس سے پوچھا گیا کہ کسی سے ملتا یا بات چیت کرنی تو نہیں چاہتا۔ اُس نے کہا: نہیں اپنی ماں کے کان میں ایک بات کہا تھا جتنا ہوں۔ چنانچہ ماں بولتی گئی۔ چور نے ماں کے کان میں بات کرنے کی بجائے اسی نذر سے کچا کر کاٹا کہ جڑ سے کان ہی اکھاڑ لیا۔ عورت درد سے چلانے لگی۔ لوگوں نے کہا کہ بھت لڑنے کو بیٹھا ہے اور اس آخر وقت میں تو نے مادر مہریان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ کس طرح کا شیطان ہے۔ چور نے آہ سرد بھینچی اور جواب دیا، کہ میری پہلی چوری یہ تھی کہ بچپن میں ایک ہم جماعت کا چاقو چملا لایا تھا۔ ماں نے مجھے چوری سے روکا نہیں، بلکہ اُلٹی تعریف کی، کہ کیسا اچھا چاقو ہے۔ اگر یہ پہلے ہی دن میرے کان میں دیتی، تو آج مجھے پھانسی نہ ہوتی۔ میں نے اس کا کان اس واسطے کاٹا ہے کہ اوروں کو عبرت ہو۔

پس شروع ہی سے خیال رکھو، کہ بچے میں چوری کی عادت نہ پڑنے پائے۔ جوان آدمی میں اگر یہ خراب عادت ہے، تو اُس کے لئے بشرطیکہ ہمت کرے، اس کا ترک کر دینا کچھ مشکل امر نہیں ہے۔ چوری نہ کرنے یعنی اشیہ کا معیار بہت ہی عام فہم ہے۔ خیال رکھو کہ جو چیز ہمارے ہتھیں ہے، اُس کے ہتھیا لینے اور استعمال میں لانے کا بھی ہمیں استحقاق حاصل نہیں ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا آسمان رہتے ہو سکتا ہے۔ اگر عادت سے لاچار ہو کر تم کوئی چیز اٹھاتے ہو، تو اسی زریعہ اصول کو یاد کر کے اور طبیعت پر جبر کر کے اُسے نہ اٹھاؤ، اور اگر چھو لے کر اٹھالائے ہو، تو جہاں سے اٹھا کر لائے تھے۔ پھر وہیں رکھ آؤ۔

چور کو چوری کرتے کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔ چونکہ اُس کا دل پکڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس واسطے شانتی کبھی نصیب نہیں ہوا کرتی۔ اس واسطے شانتی رہنے کے واسطے لازمی امر ہے کہ ہم اشیہ کے ہم پر دل و جان سے کار بند رہیں۔ جو شخص من بانی کرم سے اشیہ کا پابند ہے، وہ شانتی سے رہتا ہے۔ کوئی من بانی سے اس کی کوئی چیز چرا کر اذیت نہیں پہنچا سکتا۔ میرے دوست، یہ دُنیا تمہارے خیالات کا عکس ہے۔ جیسے تم آپ ہو، ویسی ہی تمام دُنیا تم سے اچھی طرح پیش آئے گی۔ اب ہمیں اختیار ہے، چاہے جو تسارستہ اختیار کرو۔ برسوالاں بلاغ یا شد و بس۔

چوتھی فصل برہمچریہ یا پاک بازی

● برہمچریہ کے معنی ہیں جذبات شہوانی و نفسانی پر قادر رہنا اور من کرم بانی سے ویریہ کی رکشا کرنا۔ یوگ اور دھیان کے سالک کو ہی اس یم کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ تحصیل کمال کے جس کو چھے میں جو کوئی کامزن ہو چاہتا ہے، اُسی کے واسطے لازمی اور ضروری ہے کہ بدل و جان برہمچریہ کا برت دھارن کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ویریہ منش کا سار ہے۔ اگر اس کی کما حقہ رکشا نہیں کی گئی، تو آدمی میں بل نہیں رہا کرتا۔ بل یعنی زور و طاقت پر ہی دُنیا کے تمام کاموں کا انحصار ہے۔ عقلی و اخلاقی ہول و روحانی ہول، یا جسمانی ہول۔ ہر طرح کے کاموں کا دار و مدار جسمانی صحت و تندرستی اور زور و طاقت پر ہے۔ اگر مکان جسم کی بنیاد بودھی پڑ گئی ہے۔ اگر آدمی دائم المریض ہے، اگر اُس کی صحت اچھی نہیں ہے۔ اگر اس میں زور و طاقت، بل یا جان نہیں ہے، تو وہ کسی کام کو خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ باقاعدہ طور پر انجام نہیں دے سکتا۔ اور جہاں لگاتار باقاعدہ محنت کے ساتھ کام نہیں کیا جاسکتا۔ وہاں کامیابی

کی اُمید رکھنی فضول ہے۔

طالب علم کے واسطے برہمچریہ کا دھارن کرنا از بس ضروری ہے۔ کیونکہ اوّل تو ابھی پختہ کار مرد نہیں ہوا۔ ابھی سے ویثیریہ کی رکشا نہیں ہوئی تو پختہ کار مردی کا منہ دیکھنا ہی اس کو نصیب نہ ہوگا۔ دوسرے اور لوگوں کی نسبت اسے دماغی محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ علم سیکھنے میں دماغ کا کام ہے، تو سچ لگائی پڑتی ہے۔ لگاتار اور باقاعدہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ اس کے لئے صحت مند جسم اور توانا اعضائے جسمانی کی ضرورت ہے۔ جو برہمچریہ کے بُرت ہی سے ہوتے ہیں۔

ہمارے پڑانے رشی مہنی اس اصول سے بخوبی واقف تھے، اور اس کی عظمت اُن کے دلوں میں اس طرح جاگزیں تھی کہ طالب علم کے واسطے انہوں نے چوبیس برس کی عمر تک برہمچاری کا بُرت لازمی قرار دیا تھا۔ چونکہ طالب علم برہمچریہ پالن کرتے تھے۔ اس واسطے طالب علم کا نام ہی برہمچاری پڑ گیا تھا۔ اور اب تک برہمچاری طالب علم کے معنی میں برابر استعمال ہوتا چلا آتا ہے۔

لڑکا گورو کے آشرم میں بھیجا جاتا تھا، وہیں وہ شب و روز رہتا تھا۔ گھر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اُس کے تمام ساقھی برہمچاری ہوتے تھے۔ گروستیوں کا ایسے آشرموں میں گزرنے نہیں تھا۔ سب بل کر تحقیق علم میں مشغول و مصروف رہا کرتے تھے۔ چوبیس سال سے پیشہ شادی کی اجازت نہیں تھی۔ اس لئے کسی کو عورتوں کے سنگ کا خیال تک نہیں آتا تھا۔ مزے سے پڑھا کرتے تھے۔ اور صحت و زور و طاقت کے پتلے ہوتے تھے۔ جو سنسکرت کو عجیب و غریب لٹریچر سے معمور کر گئے ہیں۔ یہی لوگ تھے، جنہوں نے ہر ضیعے میں اس طرح کا کمال حاصل کیا تھا کہ آج تمام دنیا اسے دیکھ کر عجب غش کرتی ہے۔ یہ کمال برہمچریہ کی برکت ہے۔

آج کل ذرا مدرسوں میں جا کر دیکھو تو عجیب نظارہ نظر سے گزرتا ہے۔ بچے زیادہ پست قدم ہیں۔ ان کے جسم ناز و نحیف ہیں، صحت اچھی نہیں ہے، آٹے دن بیمار رہتے ہیں۔ کالجوں میں جا کر دیکھئے، تو ان سب باتوں پر ایک اور ایذا دی نظر آتی ہے۔ یعنی جس کو دیکھو، عینک لگائے ہوئے ہے۔ جو اس بات کی صریح دلیل ہے کہ نگاہ کمزور ہے، اور نگاہ کی کمزوری کا باعث بالعموم دماغ اور اعصاب کی کمزوری ہے۔ یہ غریب کالجوں سے پڑھ کا نکلیں گے، تو دنیا میں کیا خاک کام کر کے دکھا سکتے ہیں۔ عام شکایت ہے کہ ہندوستان میں دماغ والے آدمی بہت کم پیدا ہوتے ہیں، اور ایسے آدمی عنقا صفت ہیں۔ جو کچھ اُسج کا کام کر کے دکھائیں۔ گویا اس ملک سے کسب کمال ہی اٹھ گیا ہے۔ یہ اعتراض حق بجانب ہے۔ ہمارے کالجوں کے طالب علموں سے یہ توقع رکھنی کہ وہ مغربی ملکوں کے آدمیوں کی طرح ایجاد و اختراع میں کچھ کر کے دکھائیں گے، ناممکنات میں سے ہے۔ ان میں وہ دماغی طاقت ہی نہیں ہے۔

● برہمچریہ کے معنی یہ نہیں کہ مرد عورت کا منہ نہ دیکھے اور عورت مرد کا منہ نہ دیکھے۔ یہ قید تو صرف

زمان طالب علمی کے واسطے ہے۔ جس میں کیا لڑکا اور کیا لڑکی دونوں کے جسم پوری نشو و نما کو نہیں پہنچتے۔ جب دونوں سن بلوغ کو پہنچ گئے تو سلسلہ توالد و تناسل و بقائے نسل ایک قدرتی امر ہے۔ اس کے روکنے کی جو تعلیم دیتا ہے، وہ خلاف قاعدہ قدرت تعلیم دیتا ہے۔ نہ اس کی تعلیم قابل عمل درآمد ہے، اور نہ اس پر کوئی عمل کر سکتا ہے۔ شاسترکار بھلا ایسی خلاف قدرت تعلیم کیونکر دے سکتے ہیں۔

گرہستی اگر شہوت پرست نہیں ہے۔ بیگانی استری کو ماں بہن کی بجائہ سے دیکھتا ہے۔ اپنی استری سے اولاد پیدا کرنے کے واسطے جیسے میں ایک بار یا دو بار گن کرتا ہے، تو وہ برہم چاریم کا پانچواں ہے اور برہم چاریم برت دھارن کئے ہوئے ہے۔ یہ کرم کے لحاظ سے برہم چریہ ہے۔ جو لوگ بیگانی عورتوں کو تاکتے پھرتے ہیں، زنان بازاری میں خراب ہوتے پھرتے ہیں۔ گھر میں جانوروں کی طرح کام کے بس میں رہتے ہیں، وہ برہم چریہ پالن نہیں کر رہے ہیں۔ انہیں صحت جواب دے گی۔ قبل از وقت بوڑھے ہوں گے۔ امراض میں مبتلا رہیں گے اور عقلی، اخلاقی و روحانی ترقی نہیں کر سکیں گے۔

● بانی کا برہم چریہ یہ ہے کہ تم کامی اور شئی پرشوں کی صحبت میں بیٹھ کر شہوت رانی کی نہ باتیں سنو، نہ اپنی زبان سے کہو۔ اس سے کام کی اگنی تیز ہوتی ہے اور آدمی پتیت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فحش کتابیں پڑھنا برہم چاریم بات ہے۔ اردو کی شاعری خاص کر قابل نفرت ہے۔ اس میں سوائے زنان بازاری کے محاوروں چو چلوں اور معاملات کے اور خاک نہیں ہے۔ ناچ گانے کی مجلسیں جن میں رنڈیاں بٹلائی جاتی ہیں۔ پرہیز کے لائق ہیں۔ ایسے اخبار جن میں فحش اشتہارات چھپتے ہیں، صرف رادیوں کے ٹوکروں میں ڈالے جانے کے لائق ہیں، پڑھنے کے لائق نہیں۔ کیسے افسوس کا مقام ہے کہ ان میں سے بہت سے اپنے آپ کو خاص سماج کا آرگن بتاتے ہیں۔ مگر ان کے صفحات ایسے اشتہاروں سے بھرے ہوتے ہیں۔ جنہیں پڑھ پڑھ کر نفرت آتی ہے۔

● من کا برہم چریہ برت یہ ہے۔ کہ شہوت رانی کے خیالات اس میں اٹھنے نہ پائیں۔ یہ خیالات طبیعت میں اٹھتے تو کلام اور اعمال میں ظہور پائے بغیر نہیں رہیں گے۔ اس واسطے من کی شدھی بانی اور کرم کی شدھی سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ یہاں بھی لڑچکر، صحبت اور باہمی گفتگو کا بڑا بھاری اثر ہوتا ہے۔ پس میرے دوستو، اگر تم چاہتے ہو، کہ تمہارے جسم قوی اور صحت مند رہیں، دماغ تندرست رہے۔ عقلی، اخلاقی اور روحانی ترقی کے قابل بنو، تو برہم چریہ برت دھارن کرو، پر مانتا تمہارا کلیان کریں گے۔ یوگ کے طالب کو چونکہ دھیان جمائے کی قابلیت بہم پہنچانی ہے۔ اس کے واسطے دماغ قوی کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے۔ بس اس کے لئے براہچرخ کا پالن کرنا لازماً ہے۔ وگرنہ وہ کبھی یوگ ابھیاس کے لائق نہیں ہوگا۔

غرض برہم چاریم برت ایک ایسا قابل قدر اہم اور مفید مطلب برت ہے، کہ ہر شخص

کے لئے اس کا دھارن کرنا بڑی ضروری بات ہے، جو اسے دھارن نہیں کرتے، وہ نہ دنیا کے رہتے ہیں، نہ دین کے۔ جو دھارن کرتے ہیں، اُن کا دین و دنیا دونوں میں بھلا ہے۔

پانچویں فصل اُپرے گرہ یا ترک

پانچواں یم جو لگی کو اپنے واسطے مقرر کرنا چاہئے، وہ اُپرے گرہ ہے۔ اُپرے گرہ کے دو معنی ہیں۔ بے سرو سامان ہونا، یا بے شیوں یعنی لذائذ کو قبول نہ کرنا یعنی ترک کرنا۔ بات دونوں میں ایک ہی بھلتی ہے، اور یہ وہی سادھن ہے، جسے ویدانت کی سادھن چشٹھے میں بیراگ کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی بے شیوں کو اس نظر سے دیکھنا کہ ان میں دوش ہے۔ اور دوش کی وجہ سے ہمیں ان میں پھنسنا نہیں چاہیئے۔ جو اصول اس اُپرے گرہ میں مضمر ہے، وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ کیتا کے دوشلوکوں میں یہ نہایت ہی خوبی اور خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔

لیتے ہیں دل میں لذتوں کا جومزا لذات سے ہوتا ہے تعلق پیدا
ہوتی ہے تعلق سے ہویدا خواہش خواہش سے ہو اُکرتا ہے غصہ پیدا

غصے سے ہو اُکرتا ہے غفلت کا فہر غفلت سے حافظے میں آتا ہے فتور
ہوتا ہے اس قصور سے عقل کا ہش ہے عقل کا ناس نام انسان کا ضرور

یاد رہے کہ تمام لذات، دل یا خیال کی تابع ہیں۔ آدمی اول دل میں مزے لیا کرتا ہے کہ میں فلاں چیز کھاؤں یا فلاں شے پیوں یا فلاں بے بھوگوں تو کیا لطف آئے۔ اس طرح دل میں مزے لیتے لیتے بے شیوں سے ایک قسم کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی تعلق پاکر خواہش کی صورت اختیار کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک خواہش کا پورا ہونا ناممکن ہے۔ اس واسطے جہاں خواہش پوری نہ ہوتی۔ بے اختیار غصہ آتا ہے۔ غصہ بڑی بھاری غفلت کا باعث ہوتا ہے، اور غفلت سے حافظے میں فتور اختیار ہوتا ہے۔ سب نے دیکھا ہوگا کہ جہاں غصہ طبیعت پر طاری ہوا، اور آدمی کا یہ حال ہو جاتا ہے، کہ نہیں جانتا میں کیا کہتا ہوں، یا کیا کرتا ہوں۔ یہ غفلت کا اظہار ہے، اور اس سے حافظے میں فتور آتا ہے۔ جہاں حافظے میں فتور آیا آدمی کی عقل ماری جاتی ہے، وہ اپنے سروپ سے گر جاتا ہے۔ اور جانوروں کی طرح ہو جاتا ہے۔ یہی اس کا ناس ہے کہ سچا اند سروپ ہو کر اُوپنے پائے سے کتنا نیچے

گرا ہے۔۔۔۔۔ پس پستے بھوک کی باسنا کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہیئے۔ غور کیا جائے تو آدمی کی جسمانی ضروریات محفوظ رہیں اور تصوری سی کوشش میں جھٹکا ہو سکتی ہیں۔ جو لوگ زیادہ پستے یعنی لذات میں پھنسے ہوئے ہیں، انہوں نے اپنی جان کو ناحق عذاب لگا رکھا ہے۔ پیشوں کی تحصیل میں رنج ہے، تحفظ میں رنج ہے۔ خرچ یا جاتے رہتے ہیں رنج ہے۔ وسشت فہاراج کا ایک شلوک مال دزر کے بارے میں ہے۔ جس کا ترجمہ مترجمہ ذیل ہے :-

تحصیل کیا تو ہے تحفظ کا خیال محفوظ رہا تو صرف کا ہے خیال
آنے میں بھی رنج اور جاتے میں بھی رنج لعنت تجھ پر ہزار لعنت لے مال

سادگی کی زندگی میں جو مزہ ہے، وہ تکلفات اور پستے بھوک کی زندگی میں نہیں ہے۔ جتنا تعلقات کا حال پھیلتا جاتا ہے، اتنے فکر و افکار اور ادھام و آلام بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً تم تنہا رہتے، تو خوشی اور آزادی کی زندگی بسر ہوتی۔ شادی ہو گئی، تو بیوی کا فکر سر پر چڑھا۔ ناممکن ہے کہ تمہارے اس کے سب خیال ایک ہوں۔ مخالفت کی صورت اُٹھے گی پر اُٹھے گی اور باعثِ غم و غصہ ہوگی۔ اولاد کی پود پھیلتی شروع ہوئی۔ آئے دن کوئی نہ کوئی بیمار ہے۔ ان کی ضروریات پوری کرنے کا فکر رہتا ہے اور سو بھیلے ہیں، نوکر چاکر رکھے۔ گائے گھوڑا خریدا۔ اور تعلقات کی زنجیر پاؤں میں پڑی۔ ان کا بھی فکر سر پر سوار رہنے لگا۔ مکان بنوایا، اس کی مرمت ہونی چاہیئے۔ غرض لا انتہا چیزیں ہیں۔ کوئی کہاں تک شمار کرے۔ اس طرح پر یکہ یعنی سامان یا تعلقات بڑھتے ہیں۔ میں نے تعلقات کا پھیلاؤ اور اس سے کلفت کا امکان دکھایا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں، کہ کوئی شادی نہ کرے یا اولاد نہ پیدا کرے، یا نوکر چاکر نہ رکھے، یا گائے گھوڑا نہ پالے۔ بلکہ مطلب صرف اتنا ہے کہ یوگ کے طالب کے لئے ضروری امر ہے کہ وہ صرف اتنے ہی تعلقات پیدا کرے، جنہیں آسانی سے نبایا سکتا ہے، اور وہ اس کے واسطے باعثِ تکلیف و کلفت نہ ثابت ہوں۔

بہت سے ایسے آدمی ہیں، جو ہر جگہ اپنا قدم اڑاتے ہیں۔ ملاقاتیں اکثر پیدا کر لی ہیں۔ طرح طرح کے اچھے بُرے شوق اور عادتیں ڈال لی ہیں۔ دن میں دفتر میں کام کرتے ہیں، رات کو گھر پر کچھ کام کھولا ہوا ہے یا کسی کے شریک ہیں ایک رشتہ دار سے لڑائی چھین رہی ہے۔ ایک بھائی پر مالش کر رکھی ہے۔ ادھر مال خریدنے کہیں جانا ہے، ادھر ایک میلہ دیکھنے کا شوق دل میں گہ گڑھی کر رہا ہے۔ غرض جب دیکھئے دنیا کے دھندل سے انہیں نجات حاصل نہیں ہے۔ کوہو کے بیل کی طرح پلتے رہتے ہیں۔ مگر کام ختم نہیں ہوتے پر نہیں ہوتے۔

کیا بند علائق نے چھایا ہے ام دن کو بھی کام اور شب کو بھی کام
غافل اچھا ہے تجھ سے کوہو کا بیل بل جاتا ہے کوئی دم تو اس کو آرام

ایسے سگھائے دینا روحانی ترقی کی قابلیت نہیں رکھتے اور جب تک اس حالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔
یوگ، بھگتی یا گیان ان کے واسطے نہیں ہے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیا ئے دُور

ایں خیال سرت و محال ست و جنوں

لیکن ترقی کا موقع ہر شخص کو ملتا ہے۔ مادرِ قدرت سب بچوں پر یکساں مہربان ہے۔ ہر ایک کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ پیش آتا ہے جس سے دنیا اور دنیا کی چیزوں کی لیے ثباتی کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔ مثلاً نقصانِ زر و مال ہو یا کسی بگائے سے یگانگی ظہور میں آئی، یا کوئی ایسا عزیز آنکھوں کے سامنے مر گیا، جس سے بہت محبت تھی۔ اس وقت رہ رہ کر خیال آتا ہے، کہ دنیا بیچ ہے۔ اس کی چیزوں میں دل نہیں لگانا چاہیے، یہ پریکٹیکل یا بیراگ کا قدم اول ہے۔ اس کو منظم سمجھ کر دل میں جگہ دینی چاہیے، بیراگ کی کتابیں پڑھنی چاہئیں، سادھو سنگ میں جانا چاہیے۔ تاکہ یہ خیال حبابِ آسا اٹھ کر بیٹھنے نہ پائے۔ بلکہ مستقل طور سے طبیعت میں گھر کر لے۔ شیوں سے بیراگ میں جو مزاج ہے، وہ بڑے بھوک میں نہیں ہے۔ لیکن یوں بیراگ کے مضمون پر اپنی کتابوں میں اتنا کچھ لکھ چکا ہوں، کہ اس مضمون کو زیادہ طوالت دینا مناسب نہیں۔ اپنی ایک نظم کلامِ مہر جلد دوم سے یہاں نقل کرتا ہوں۔

دنیا کی تھوس کمال نادانی ہے اس میں اسے لوا لہوس پریشانی ہے
دیکھا جسے ہم نے اس کو آئینہ کی طرح بس یہ دیکھا کہ سخت حیرانی ہے
کیا حرص و ہوا سے فائدہ ہے ایسے انجام میں حسرت ہے پشیمانی ہے
پیشانی میں ہر شخص کی لکھا یہی موت ایک نہ ایک روز پیش آتی ہے (باقی پھر)

کسی انسان کے قابو میں جب جہاں ہوتے ہیں
حواسِ خمسہ کے اوصاف کو جس نے کیا قریان
جو جو خدمتِ خلقِ خدا دن رات رہتے ہیں
مئے وحدت جو پیتے ہیں جو سرشارِ محبت ہیں
ہر شام بھر دل جھوم اٹھتا ہے مسرت سے
ادھر جھکتا ہے کل عالم ادھر قدرت بھی اُسی ہے
حیاتِ انسان کی ردِ عمل ہے اس کے خیالوں کا
بہت آوارگی کی اب ہری سے دل لگا سسکل
جہاں میں زندگی کے چند دن اور رات ہوتے ہیں

مہرشی رتن جی

تعلیم کا لب لباب

از شری کشنی چند گروور شاہد - دہلی

مہرشی جی وان کے مغربی بھگت کا معنی خیز وراثا لاپ

آج کل کے زمانہ میں مہرشی رتن جی مہاراج جنہوں نے ترو و ناملائی میں پوترار و ناچلی کی وادی میں نو اوس کیا۔ ایک نہایت چمکیے ستارے بن کر ادھیامک آسمان کی زینت رہے ہیں۔ ہم سے بیشتر لوگ آج کل کی چکا چور کی گرفت میں آکر اپنی قیمتی آگے کا بیشتر حصہ اصل حقیقت سے مٹھ موڑ کر فرضی سکھ اور سایہ کے پیچھے پھر کر گنوا دیتے ہیں، اور نہایت افسوسناک تپکھتاوے سے دوچار ہوتے ہیں۔ مہرشی جی کا جیون اور مثال ہمارے لئے ایک روشنی کا کام دے کر دنیاوی مصائب و الجھنوں سے بچاتے ہیں۔ اور روحانیت کے پُر امن راستہ پر گامزن ہونے کے لئے پریرنا دیتے ہیں۔ اُن کی تعلیم کا مفہوم "اپنے آپ کو پہچاننے کے محور کے گرد گھومتا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اصل خوشی و حقیقت کے منبع کا پتہ انسان کے اپنے آپ کو جاننے سے ہی پراپت ہو سکتا ہے۔ اُن کی ہمہ گیر تلقین کا لب لباب اپنی حقیقی "میں" کو پہچاننا ہے کہ "میں کون ہوں"۔

مہرشی جی کے پستی بھگت شری پال برن ٹن جو ایک کامیاب جرنلسٹ اور مصنف کتاب "گپت بھارت میں ایک تلاش" تھا۔ ایک نشکپٹ سادھک کے روپ میں بھارت میں سچائی کی کھوج میں آ نکلا۔ اُس کو تھو صافی، روحانیت، ہیناٹزم میں بڑی دلچسپی تھی۔ اور ان کھیشٹروں میں اس نے کافی حد تک دسترس حاصل کر لی تھی۔ آہستہ آہستہ بتدریج اُس کے من کی دوچار دھارا گھمیرتا کی حد کو پار کر گئی۔ چنانچہ اس نے اپنے ایک اچھے فائدہ مند پیشہ کو خیر باد کہہ کے ۱۹۳۰ میں بھارت آنے کی ٹھانی۔ کیونکہ یہی ایک دلش تھا، جہاں "جیون" کے پیچھے اصلی راز سے کا حقہ واقفیت رکھنے والے ویکیتی موجود تھے۔

بیبی میں مہرشی جادوگر شری محمد بے اور ناسک میں پادسی مسیحا شری مہر باباجی اور ان کے گورو شری بابا جہان جی (پونہ میں) اور سیدا پٹ میں ہٹھ لگو کی فہاتما برہم سکھانند وراج گوبال سوامی سے بھیٹ کرنے کے بعد وہ چنگل پیٹ کی جانب جہاں کہ کا بجی پٹم کے شری سوامی شنکر آچاریہ نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ روانہ ہوا، اور ان سے استدعا کی کہ وہ انہیں روشنی دیں۔ لیکن انہوں نے اسے مہرشی رکن جی مہاراج کے پاس جانے کی ہدایت کی۔ ساتھ ہی انہوں نے اس کے ساتھی ونگٹارانی کو پراٹیویٹ طور پر بتلادیا کہ وہ (شری پال برن ٹن) سچائی کی گھوج میں تمام بھارت میں گھومتا ہوا بالآخر مہرشی جی کے چروں میں اُپسٹھت ہو گا۔ کیونکہ ہر بار بدھ گوش وہی ایک یوگیہ گورو بننے کی سمر تفتار رکھتے ہیں۔

چنانچہ شری پال برن ٹن (شری پی۔ بی۔) برن وناٹائی میں پہنچا اور اور پورک ستکار کر کے مہرشی جی (جو حسب معمول اپنی عام شانت مٹی اوستھا میں مگن تھے) کے سامنے بیٹھ گیا۔ پہلے پہل اس کے من میں شنکا آتین ہوئی کہ آیا ان کی ظاہر شانت مٹی اوستھا ایک بناؤٹی یا سوانگی روپ دھارن کئے ہوئے تو نہیں ہے۔ لیکن اس شنکا کو چھوڑ کر اس نے سوتہ سبتھ اپنے من میں ایک اٹل پریورتن کا اٹو بھو کیا۔ اس نے محسوس کیا کہ ایک شانتی کا اتمقاہ و دشال دریا اس کے سمیپ بہہ رہا ہے، اور کہ اس کے مہن کے اندرونی تہ خائے میں ایک دیرگھ شانتی پرولیش کر رہی ہے، وہ اپنی بدھی سے پیدا شدہ مسائل سے دوچار ہوتا ہوا بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ پریورتن مہرشی جی کی ذات خاص کے پر بھاؤ کے کارن ہے۔ اپنی اتمدنی کشماشوں کے بعد وہ مہرشی جی سے یوں گویا ہوا، کہ اس انسانی مادی جیون سے پرے کوئی چیز یا ہستی ہے؟ اگر ہے تو میں اسے کیسے پاسکتا ہوں؟ یعنی وہ مہرشی جی کے طفیل مادی زندگی سے پرے حقیقت سے روشناسی کا خواہاں تھا۔ اس پر مہرشی جی تھوڑے وقفہ کے بعد بولے کہ تم کہتے ہو "میں"۔ سو میں پوچھنا چاہوں گا وہ "میں" کون ہے؟

پی۔ بی۔ (شری پال برن ٹن) میں آپ کے سوال کو سمجھنے سے قاصر ہوں۔

مہرشی جی۔ کیا تمہیں سپشٹ نہیں ہے۔ ایک بار پھر سوچو۔

اس پر شری پال برن ٹن نے اپنے شری کی جانب انگلی سے اشارہ کیا، اور اپنا نام اُچھارن کیا۔

مہرشی جی۔ کیا تم اسے جانتے ہو؟

پی۔ بی۔ (مسکراتے ہوئے)۔ تمام جیون بھر سے۔

مہرشی جی۔ لیکن وہ تمہارا شری ہے۔ میں اپنے سوال کو پھر دہراتا ہوں کہ "تم کون ہو؟" اپنے اندر جھانکو، اور اگر یہ جھانکنا درست طور پر ہو گا، تو تمہیں تمہارے مسائل کا جواب مل جائے گا۔

پی۔ بی۔ آدمی کو کیا کرنا چاہیے؟ میں کونسا طریقہ اختیار کروں؟

مہرشی جی۔ اپنی سہستی پر گہرا سوچ بچار کرو۔ نوٹر دھیان سے "پرکاش" پر اپت ہو سکتا ہے۔

پنی۔ بی۔ میں نے بارہا حقیقت پر دھیان جمایا ہے۔ لیکن سمجھتا پراپت نہیں ہوئی ہے۔

مہرشی جی۔ تم کس طرح کہہ سکتے ہو، کہ کوئی اتنی یا سپھلتا نہیں ہوئی ہے۔ رُوحانی دادھیائنگ کمزور میں اتنی کانٹو بھوکا رلے وارد، والی بات ہے۔

پنی۔ بی۔ کیا اس میں کسی گورو یا مادی کی اوشکتا ہے؟

مہرشی جی۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

پنی۔ بی۔ کیا اُس طریق سے جسے آپ نے فرمایا ہے "اپنے آپ" کو دیکھنے میں گورو امداد کر سکتا ہے؟

مہرشی جی۔ گورو اپنے شیشیہ کو تمام کچھ جو اُسے اپنی جستجو کے لئے ورکار ہے، دے سکتا ہے۔ لیکن حقیقت "شیشیہ" کے اپنے اٹو بھوسے ہی آشکارا ہو سکتی ہے۔

پنی۔ بی۔ گورو کی مدد سے کچھ روشنی پانے کے لئے کتنا عرصہ درکار ہوگا؟

مہرشی جی۔ یہ بات سادھک کے من کی تختگی پر انحصار رکھتی ہے۔ بارود کو آنکھ بھپکتے ہی آگ لگ جاتی ہے۔ لیکن کوئلے میں آگنی پر جوت کرنے میں زیادہ وقت کی ضرورت لاحق رہتی ہے۔

پنی۔ بی۔ کے من میں مہرشی جی کے طفیل آگنی جلدی پر جوت نہ ہو سکی۔ چنانچہ اُس کا من ان مسائل

میں جو اس کے اندر عموماً اٹھا کرتے تھے، اور جن کا ظاہری طور پر خود شناسی سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ اُلجھ گیا، اور لپو چھپنے لگا کہ دنیا یا سنسار کے بھوشیہ کے بارے میں آپ کا کیا دجاسہ ہے۔ کیونکہ ہم آج کل ایک ناسازگار دور میں سے گزر رہے ہیں۔

مہرشی جی۔ تم بھوشیہ کے بارے میں کیوں صفت میں پریشان ہوتے ہو۔ تم موجودہ وقت یعنی زمانہ

حال کا فکر کرو۔ بھوشیہ خود اپنا فکر آپ ہی کرے گا۔

پنی۔ بی۔ دنیا کے متعلق بھوشیہ مانی سننے کے لئے متفکر تھا۔ چنانچہ اُس نے کسی ہونے والے اثر

کا ذکر چھیڑا، لیکن اسے سرگرم جواب نہ مل سکا۔

پنی۔ بی۔ کیا یہ دنیا دوستی اور آپسی مدد اور بہت کے نئے دور میں داخل ہوگی، یا یہ کسی سراپائی

اور یدتھ کے وانا ورن میں دھکیلی جائے گی۔

مہرشی جی۔ اس تمام کائنات کا منظم و ودھان کرنے والا ایک پر بھو ہے، اور اس کی دیکھ دیکھ

کا تمام کام اُس کے ہی سپرد ہے۔ اُس ستر و شکتی مان کو جس نے تمام سنسار کو جیون پر دان کیا ہے

ہے کہ کس طرح دنیا کی نگہبانی کی جائے۔ اُس پر ہی تمام دنیا کا بوجھ ہے، آپ پر نہیں۔

پنی۔ بی۔ تاہم اگر کوئی آدمی منصف مزاجی سے بجگاہ دوڑائے، تو وہ یہ سمجھے ہیں قاصر رہتا ہے

اس میں کہ پایا دیا کے ہاتھ کا کس حد تک تعلق ہے۔

مہرشی جی۔ دنیا وہی کچھ ہے جو کچھ تم خود ہی ہو۔ اپنے آپ کو سمجھے بغیر دنیا کو سمجھنے کی کیا ضرورت

ہے۔ یہ ایسا سوال ہے، جو سادھکوں کو خیال میں بھی نہیں لانا چاہیئے۔ لوگ اپنی شکنجی کو اس طرح کے سوالوں پر ضائع کرتے پھرتے ہیں۔ سب سے مقدم بات یہ ہے کہ تم اپنے آپ میں حقیقت کا مشاہدہ کرو۔ تبھی تمہیں اس دُنیا کا جس کا تم ایک انگ ہو، پتہ لگے گا۔

اس کے بعد شری پی۔ بی ایک نامعلوم طور پر شانتی کے گہرے ساگر میں غوطہ زن ہو جاتا ہے۔ مہرشی جی کے ایک بے مثال ادھیاتمک پردھیاؤ کے سبب ایک آشچریہ مئے خواب میں ممکن ہو جاتا ہے، جہاں اُس کا من بچوں کی معصومیت سے لبالب بھر جاتا ہے، اور ایک فیسی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ اس پر یکلخت مہرشی جی اُسے ^۱ٹاک کی پہاڑی کی ڈھلان کی طرف نظر دوڑانے کو کہتے ہیں۔ وہ اُس کی معامیل کرتا ہے۔ اُس کے حیرت کی حد نہیں رہتی۔ جبکہ وہ تمام لیٹھی ارومہ گول (WESTERN HEMISPHERE) کو دور دراز تک نیچے پھیلا ہوا دیکھتا ہے۔ جہاں کہ لاکھوں آدمیوں کا انبوہ غفیر ہے۔ اس پر سوامی جی نے اُسے اشارہ دیا کہ جب تم واپس جاؤ گے تو تم اسی شانتی کو جو تم نے ابھی اُنو بھو کی ہے، پراپت ہوگی لیکن اُس کی قیمت تمہیں یہ دینی ہوگی، کہ تم کو اس لمحہ سے اس خیال کو نکال دینا ہوگا کہ تم شریہ یا بدھی ہو۔ جب یہ شانتی کا پرواہ تمہارے اندر بے گنا، تب تم اپنی اہنگتا کو بھول جاؤ گے۔ کیونکہ تم نے جیون کو اُس پر کیندرت کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ اُس اننت خواب سے بیدار ہو جاتا ہے اور اپنے اندر ایک لایان اوجھی اوستھا کو محسوس کرتا ہے۔ لیکن وہ ابھی تک اپنے ساتھ کشمکش میں مبتلا ہے۔ اور اُس کے من میں سنیا سی جیون کی ضرورت اور اُس کے حُسن و قبح پر سوال اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

پی۔ بی۔ یوگیوں کا کہنا ہے، کہ اگر انسان نے سچائی سے ہمکنار ہونا ہے، تو اُسے پر بتوں اور جینکوں کی راہ لینی چاہیئے۔

مہرشی جی۔ کسی حالت میں بھی جیون کے کرموں سے اجتناب نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر تم ایک یا دو گھنٹے دھیان میں مشغول رہو تو تم اپنے دُنیاوی فرائض کو بطریق احسن نبھا سکتے ہو۔ تمہارے من کی یہ عیاگی ہوئی لہر تمہارے کاموں میں بہے گی۔ یہ ایسا ہے کہ اس ایک خیال کے اظہار کے گویا دو طریقے ہیں۔ وہی راستہ جس پر تم دھیان کی حالت میں گامزن ہوتے ہو، وہی تمہارے روزانہ کاروبار کے صراخام دیتے سے ظاہر ہوگا۔

پی۔ بی۔ اس کا کیا پرینام ہوگا؟
مہرشی جی۔ جب تم اس طرح چلتے رہے اور عمل کرتے رہے تو تمہیں پرنتیت ہوگا کہ تمہارا رویہ لوگوں واقعات، ترنگ و مادی اشیاء کی طرف تغیر پذیر ہو رہا ہے۔ تمہارے سنساری کا رویہ تمہارے دھیان کی کارکردگی سے بھلی بھانتی پر بھارت ہوں گے۔ انسان کو اپنی ذاتی غرض کا جو اُسے دُنیا سے باندھنے کا ہیئت بنتی ہے، تیاگ کرنا چاہیئے۔ بھوٹی خودی کا تیاگ ہی سچا تیاگ ہے۔

پتی۔ بی۔ دنیاوی جیون و بہت کرتے ہوئے کبھی کالے غرض ہونا کیسے ممکن ہے ؟
 ہرشی جی۔ کام اور گیان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

پتی۔ بی۔ کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے روایاتی پیشہ کے تمام کاروبار کو جاری رکھتے ہوئے گیان کی روشنی سے معمور ہو سکتا ہے ؟

ہرشی جی۔ کیوں نہیں ؛ لیکن اس حالت میں آدمی یہ خیال نہیں کرے گا کہ یہ اُس کی پُرانی شخصیت ہے، جو کا دیہ کر رہی ہے۔ کیونکہ اُس کی جیتنا بندرتج آہستہ آہستہ تبدیل ہوتی جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ "اُس" تک جا پہنچتی ہے، جو ٹھوٹی اور حقیر خودی سے پرے ہے۔

پتی۔ بی۔ اگر کوئی انسان کام میں مشغول ہوگا، تو اُس کے لئے دھیان کرنے کے لئے کوئی وقت نہیں بچے گا۔

ہرشی جی۔ دھیان کے لئے ایک الگ وقت مقرر کرنا محض اُس سادھک کے لئے ہے جو ادھیان کمشیت میں تو شکشک ہے، اور جس نے ترقی کے ذریعہ پرکامزن ہونا ہے۔ وہ ایک گہمیر شانتی اور راحت کا اُس لے سکے گا، چاہے وہ کام پر لگا ہو یا نہیں۔ جب اُس کے ہاتھ سوسائٹی میں ظاہر طور پر کسی کام میں لگے ہوئے ہیں، وہ ایکانٹ کے والیونڈل میں اپنا سر (مستشک) اُدھیا اور شانت مٹی رکھتا ہے۔ پتی۔ بی۔ تو کیا آپ یوگ (جس سے اُس کی مراد اصطلاحی یوگ ابھیاس تھی) کا طریقہ نہیں سمجھتے ہیں ؟

ہرشی جی۔ یوگی اپنے من کو منزل تک پہنچانے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ بعینہ اُسی طرح جس طرح کہ چرواہا بیل کو ڈنڈے سے ہانکتا ہے۔ لیکن اِس "پتھ" پر چلنے والا ابھیاسی (سادھک) بیل کو مٹھی بھر گھاس سے لپیچا لیتا ہے۔

پتی۔ بی۔ یہ کس طرح کیا جاتا ہے ؟

ہرشی جی۔ تم نے اپنے آپ سے دریافت کرنا ہے "میں کون ہوں"۔ یہ تحقیقات بالآخر تمہارے اندر اس چیز کی دریافت کے لئے اقدام کرے گی، جو من سے پرے ہے۔ اِس بڑے مسئلے کو حل کر دو، اور اس سے دوسرے تمام مسائل کے حل کرنے میں امداد ملے گی۔ غالباً اِس امر کی وضاحت اس طور پر زیادہ مؤثر ہوگی۔ تمام بنی نوع انسان اُس خوشی بشارت کے جہاں دکھ یا کشٹ کا شمع بھر بھی نہ ہو۔ اچھک ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ وہ ایسی بشارت لینا چاہتے ہیں۔ جن کا کوئی وقت نہ ہو۔ یہ جذبہ حقیقی ہے۔ لیکن کیا نہیں یہ بات کبھی سوجھی ہے کہ انسان سب سے ادھک اپنے آپ سے پیار کرتا ہے۔ اب اس حقیقت کو اِس بات سے جوڑو، کہ انسان ہمیشہ خوشی یا سکھ کو پانے کے لئے ایک یا دوسرے وسیلہ کو عمل میں لاتا ہے۔ پہلے ہی وہ سکھ یا شانتی کسی خاص مذہب کے پیروکار بننے سے یا شراب خوردی

سے نصیب ہو۔ اس سے انسانی فطرت کے خاصہ کا پتہ لگ جاتا ہے۔ انسانی فطرت مجسم راحت ہے۔ انسان کے حقیقی "اپنے آپ" میں خوشی پنہاں ہے۔ انسان کی خوشی اور راحت کی تلاش نادانستہ طور (انجانے طور پر) اپنے حقیقی آپ کی ہی تلاش ہے۔ یہ "اپنا آپ" کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ جب انسان نے اپنا آپ پالیا تو اس نے ایک ایسا بلاشت یا آئندہ کا سرچشمہ پالیا جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔

پی۔ بی۔ لیکن دنیا تو بہت دکھی ہے؟

گہرشی جی۔ ہاں، اس کی وجہ عیاں ہے کہ دنیا کو اس کے حقیقی اپنے آپ کا گمان نہیں ہے۔ تمام انسان جانے یا انجانے طور پر سکھ کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اگر وہ کوئی گناہ کرتے ہیں، تو اس لئے کرتے ہیں کہ وہ سکھ پانے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ کوشش قدرتی طور پر ان میں پائی جاتی ہے۔ گو وہ اس امر سے بے خبر رہتے ہیں کہ وہ دراصل اپنے آپ کو پانے کی کھوج میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ پس وہ اس آزادی یا راحت کو پانے کے لئے شروع میں شیطانی واہ اختیار کر لیتے ہیں۔

پی۔ بی۔ "اپنا آپ" جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں، واستر میں ہے کیا؟ اگر جو کچھ آپ کہتے ہیں ٹھیک ہے تو انسان میں ایک دوسرا "اپنا آپ" ہوگا۔

گہرشی جی۔ کیا انسان دو اپنے آپ یا سمانتاؤں کا مالک ہو سکتا ہے؟ اس معاملے کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ کی پربیکشا کرے۔ کیونکہ ہمیشہ اس کی عادت رہی ہے کہ وہ ایسا ہی خیال کرے، جیسا کہ دوسرے آدمی خیال کرتے ہیں۔ یعنی اس کی وچار دھارا سادھارن آدمیوں کی طرح رہی ہے، اور اس نے اصلی طریقہ پر "میں" کا سامنا نہیں کیا ہے۔ اس کی اپنی ٹھیک تصویر نہیں ہے۔ اس نے عرصہ بعید سے اپنے آپ کو شریر اور بھی سے ایک میک کر رکھا ہے۔ یہی کارن ہے کہ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ "میں کون ہوں" کی تجسس دکھو کر و۔ تم اس آشا سے سوال کرتے ہو کہ میں تم کو اپنے آپ کا دستک روپ بتاؤں۔ اس بارے میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے۔ وہ ایسی چیز یا ستون ہے۔ جس سے کہ ذاتی میں یا خودی اُپن ہوتی ہے اور اُس "میں" ہی میں سما جاتی ہے۔ پی۔ بی۔ سما جانے کی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔ اپنے استو کے اُتو بھو کو وہ کیسے گنوا سکتا ہے۔

گہرشی جی۔ تمام خیالات و جذبات میں سب سے پہلا سوال جو انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ "میں" کا ہی خیال ہے۔ اس خیال کے پیدا ہونے کے بعد دوسرے خیالات اُٹھ سکتے ہیں۔ من میں پہلے "میں" کے خیال اُٹھنے کے بعد سزود نام "تم" (Pronoun) کی سمجھاؤنا ہو سکتی ہے۔ اگر تم ذہنی طور پر "میں" کے دورے کا پیچھا اُس کے سروت یا ماخذ تک کرو۔ تو تم پر واضح ہو جائے گا، کہ یہی پہلا خیال ہے جو

پیدا ہوتا ہے اور یہی آخری خیال ہے، جو غائب ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو اُلُو بھو میں آنے کے بعد سیشٹ ہوگا۔

پی۔ بی۔ تو کیا آپ کی مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کی ذہنی تجسس یا تحقیقات کرنا ممکن امر ہے۔
مہرشی۔ یقینی طور پر یہ بات بالکل ممکن ہے کہ انسان اپنے اندر اُس وقت تک داخل رہے۔
(غوطہ زن رہے) تا وقتیکہ میں "کا آخری خیال نشٹ نہ ہو جائے۔

پی۔ بی۔ تب پھر کیا باقی رہ جائے گا؟ کیا پھر انسان بالکل بے خبر رہے گا یا مُورکھ بن جائے گا۔
مہرشی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ بخلاف اُس کے وہ اُس سچیت اوستھا کو پراپت ہوگا، جو امر ہے،
اور وہ واستوک قدرتی اوستھا ہے۔

پی۔ بی۔ لیکن یقینی طور پر میں "کا اندر یہ گیان سے ہی تعلق یا جوڑ ہے۔

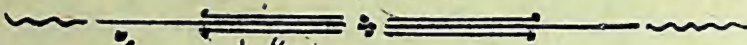
مہرشی۔ "میں" کا اندر یہ گیان کا تعلق شریر اور بُدھی سے ہے۔ جب انسان پہلی ہی بار "اپنا آپ" جان لیتا ہے۔ اُس کے استہو کی گہرائی سے کوئی ایسی دستو اُٹھتی ہے، جو اُس پر قابض ہو جاتی ہے۔ وہ دستو من کے پیچھے ہے، اور وہ دویہ سدا رہنے والی ہے کئی لوگ اسے سُرگ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ دوسرے اسے آتما کا نام دیتے ہیں، اور کئی دوسرے اسے بزدان سے منسوب کرتے ہیں، اور ہندو اسے موکش کہتے ہیں آپ جو نام مناسب سمجھیں، اسے دے سکتے ہیں۔ جب ایسا واقعہ ہوتا ہے، تو انسان اپنے آپ کو کھوتا نہیں ہے۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے وہ اپنے آپ کو پالیتا ہے۔ جب تک کہ انسان اپنی حقیقت کی تلاش کی جانب راغب نہیں ہوتا ہے۔ شک و شبہات سے پر۔ غیر یقینی حالت تمام عمر قائم رہے گی۔ بڑے بڑے بادشاہ و حکمران و سیاست دان دوسروں پر حکومت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اپنے آپ پر حکومت نہیں کر سکتے۔ ہاں وہ شخص جو اپنے اندر کی آخری تہ تک پہنچ چکا ہے۔ ایک لا انتہا طاقت کا مالک ہوتا ہے۔ یہاں بڑے بڑے بدھیمان پُرش ہیں، جو بہت سی چیزوں کے گیان اِکتر کرنے میں اپنی عمریں گزار دیتے ہیں۔ اگر اُن سے پوچھا جائے کہ کیا انہوں نے انسان کے راز کو حل کیا ہے، اور کیا وہ اپنے اوپر وجہ پراپت کرنے میں کامران ہو چکے ہیں، تو مارے شرم کے اُن کا سر جھک جاتا ہے۔ ظاہر ہے، کہ اُن تمام چیزوں کے جاننے کا کیا فائدہ؟ جبکہ انسان کو پتہ نہیں ہے کہ وہ خود ہے کیا؟ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ انسان ایسی تحقیقات کرنے سے کتراتے ہیں۔ واستو میں دیگر اور سب تحقیقاتیں بیچ و پوچ ہیں۔

پی۔ بی۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ بلکہ انسانی طاقت سے پرے ہے۔

مہرشی جی۔ یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے، جتنا کہ تم خیال کرتے ہو۔ سچائی یا حقیقت کا پانا چاہیے

وہ بھارتی ہوں یا یورپینی۔ اُن سب کے لئے یکساں ہے۔ ہاں اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو آدمی دنیاوی مادی زندگی میں مستغرق ہیں۔ اُن کے لئے قدرے مشکل ضرور ہے۔ لیکن پھر بھی انساں کا دامن کامرانی و کامیابی سے بھرا جاسکتا ہے۔ جو لہریا پر فاء دھیان کے سنے پیدا ہو۔ اُس کو عاداتاً قائم رکھنے کا درپڑھ ابھی اس کیا جائے۔ جو اس لہر میں دنیاوی کاروبار سرانجام دیتا ہے۔ اُس میں کوئی وگھن، ٹھہراؤ واقع نہ ہونے دے۔ اس صورت میں دھیان (جو ایک اتراکاشن ہے) اور بیرونی دنیا کی کاڑو بار کرنے میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اگر تم اس سوال پر دھیان جماؤ، کہ میں کون ہوں، اور اگر تم یہ اٹو بھوکنا شروع کر دو، کہ تم شریر اور دماغ نہیں ہو (ان سے پرے ہو) اور نہ ہی تمہاری داستانیں حقیقی ہیں، تو یہ تحقیقات کی سبھی دیر گھ طور پر اٹو بھوکرا دے گی، کہ داستانیں تمہاری "حقیقی ہیں" کیا وستو ہے۔ تم اپنا آپ پہچانو۔ تمہارے دل میں سچائی پورن طور پر سورج کی روشنی کی مانند چمک اُٹھے گی، من شانیت مٹی ہو جائے گا، اور سچی خوشی اور آئندہ سے بھرپور ہوگا۔ کیونکہ خوشی اور حقیقی "اپنا آپ" مترادف ہیں۔ جب ایک دفعہ خود خبری کی حالت کو پراپت کر لیا۔ تمہارے سب شکوک ختم ہو جائیں گے۔

اس وارنالاپ کے بعد مشری پال برن ٹن نے بھارت میں بھن بھن سمپداؤں کے روحانی گوروؤں سے بھینٹ کی۔ لیکن بالآخر اُس پر مہرشی جی کی تعلیم نے بہت گہرا پربھاؤ ڈالا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے اُن کے بتلائے ہوئے مارگ پر چل کر اپنے روحانی مشن میں کامیاب رہا: (اُدُم شرم)



کائناتِ غم

بیاض حیات بند رہنے دے دو ست
بات کی بات میں ہر بات کھلتی ہے
جشنِ مسرت کے تذکرے سی شاہد غم و آفات کی کائنات کھلتی ہے

تیری فرقت

نور و کے تیرے غم میں مرا جاتا ہوں
ہنس ہنس کے غمِ فرقت کے نوا گاتا ہوں
غم و رونے سے ہوتا ہے کثافت و غم
دھو دھو کے کثافت میں خدایا ہوں

نوشتہ تقدیر

کون ازل کی لکیر بدل سکتا ہے؟
کون تاثیر اکسیر بدل سکتا ہے؟
ہاں ناخن تدبیر سے انسان لیکن
خود نوشتہ تقدیر بدل سکتا ہے

قطعات



شرعی لکشی چند گورو شاہد
دہلی

لایزال، مستی

از: شری لکشی چند گرو در شاہد دہلی

وہ جو کہتے ہیں کہ خدا نہیں
کہاں کہاں ہے وہ خود بسا نہیں
بستی میں کیا وہ بلا نہیں
کہاں کہاں ہے وہ حسن زبا نہیں
سوا اس کے کچھ وہ سوا نہیں
وہ جو کہتے ہیں کہ خدا نہیں
جب دل میں مگر و ریا نہیں
منکر کہیں جو خدا نہیں

اُسے کیسے کوئی دکھا کے
مندر اور مسجد کا ذکر کیا
وہوٹیں جنگل میں کیوں اُسے
دڑے دڑے میں ہے ماہرو
وہ چیز ہے دیدنی نہ شنیدنی
اُسے کیسے کوئی دکھا کے
چشم معرفت اب کھل کے رہی
ہاں اقرار ہے اُن کا برملا

رگ جاں سے ہے وہ نزد تر
شاہد کچھ بھی اُس سے جدا نہیں

خودی و خدا

از: شری لکشی چند گرو در شاہد
ہاں کب خدا سے جدا تھا؟ مجھے معلوم نہ تھا
ہر رتبہ میرا اعلیٰ تھا، مجھے معلوم نہ تھا
میں خود نور و ضیا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
میں شانِ کبریا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
میں تو ان سے سوا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
میں خود ہی نا صحا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
خود غنی و العیٰ اعتنا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
خود شاہد مشتہ تھا، مجھے معلوم نہ تھا

میں بندہ حرص و ہوا تھا مجھے معلوم نہ تھا
میں ہوں برتر، میری ذات مقدس ہے رقیع
ماہ و مہر و ستارے ہیں درخشاں مجھ سے
بکروبر ہیں میری شانِ یزدی کے نشان
کب چھوکتے ہیں غم و آلام دہر مجھ کو
بصد شوق ستارہا و عطا و نصیحت برسوں
رحم و الفت کا رہا ہوں میں جو یاں ہر دم
میرے عیبوں کا تو رہا ہے شاہد اے شیخ

گفتگوئے راز و نیاز

پنڈت رام لال جی ساسک، روحانی دربار چنڈی گڑھ

چند دن گزرے، ایک مراسلہ کے جواب میں شری سندھ جی نے ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے روحانی غزلیات کے علاوہ گاہ بگاہ روحانی موضوعات پر مضمون یا اپنا انوکھو لکھنا چاہیے۔ سندھ جی نے مزید ارشاد کیا کہ سالنامہ "یوگ انک" کے لئے "ویدانت" میں "یوگ" پر اپنے دوچار لکھوں۔

سو چتار ہاک "ویدانت میں یوگ" جیسے وسیع مضمون کی عام فہم زبان میں کیسے شرح کروں اور کہاں تک کروں۔ کیونکہ یہ مضمون تو اہل عقل و دانش کا ہے، اور میں تو بچان عشق میں سے ہوں، جن کے دل میں گداز، زبان پر حق اور بیان میں حد درجہ اختصار ہوتا ہے۔ اور عشق پر پختہ ایمان رکھنے والے زیادہ تر بصورت کلام ہی رموز حقیقت کو بیان کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ یہ شوق اور تاب گویائی مجھے سواری نام کے غائبانہ کرم و فضل اور ان کے شخصوں کے گہرے مطالعہ سے نصیب ہوئی جس کی قات لاثانی نے ویدانت میں عشق کا رنگ بھر کر سہل الفہم بنایا اور یہ نعرہ لگایا۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جسد ملتہائے ما

میرے ذاتی تجربے میں بھی یہی آیا ہے کہ مطالعہ کتب یا لیکچر سننے سے نقوش تو ہل جاتے ہیں لیکن خود آگاہی فقط با عمل زندگی اختیار کرنے سے ہی نصیب ہوتی ہے۔ اور آسودہ منزل ہونے کے لئے "بودھا پر سپرم" یعنی

MUTUAL EXCHANGE OF SPIRITUAL EXPERIENCES.

سہل، بہترین اور مجرب نسخہ ہے۔ اس مختصر بیومکا کے بعد میں شری سندھ جی کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے ذاتی تجربات کے آدھار پر "یوگ" کے بارے میں

چند اشارے رقم کئے دیتا ہوں۔ اُمید کرتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی راہی منزلِ عشق ان سے مستفید ہوگا۔

رُخِ اوّل

ب زبانِ عشق تو لوگ کا معقول اور مختصر بیان ذیل کے ایک شعر میں ہو جاتا ہے۔ باقی جو کچھ بھی کہا جائے، وہ محض تفصیل ہی ہوگی۔

عشق ہے اصل ذاتِ حق کا بیاں

بندہٗ عشق اور خدا یکساں (سالک)

سوامی رام کے مخمناہ سے نے توحید پی پی کر اور ان کے دیئے گئے درسِ عشق کو اپنی زندگی میں اتار کر یہ اُلُوکھو ہوا ہے کہ ہمارا ہونا ہی ذاتِ حق کی دلیل ہے۔ اس لئے ہم سدا واصلِ حق ہیں۔ جانتے ہوئے اور نہ جانتے ہوئے بھی۔ بلفے یا الگ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بادی النظر سے تو لوگ (وصل) اُسی کے لئے ہے، جسے فراق ہو، علیحدگی ہو، اور یہ سوال وہاں پیدا ہوتا ہے، جہاں غیریت کا احساس ہو۔ جب ذاتِ واحد میں غیریت کا نام ہی نہیں، تو ذکر و فکرِ وصل (لوگ) ایک ذہنی وسوسہ (خود پیدا کردہ) کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ درحقیقت ایسا احساس کتری و دوری قریبِ عقل ہے اور اکثر متلاشیانِ حق ان قریب کے شکار ہو کر خود شناسی اور خدا شناسی سے محروم رہتے ہیں۔

عشق والے کر گئے طے منزلیں

عاقلوں کے راستے دشوار تھے (سالک)

بندگانِ عشق سدا عالمِ مستی و مجذوبیت میں رہتے ہیں، اور گاہ بگاہ حق سے یوں خطاب کرتے ہیں۔

میرے دل سے پردہٗ غیریت تو تیرے کرم نے ہٹا دیا

ساری کائناتِ حیات میں مجھے اپنا جسلوہ دکھا دیا (سالک)

سمادھی لگا کر لوگ کا عمل کرنے سے محض عارضی کیفیت بنتی ہے، دائمی نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے وقت ہمیں کوئی نہ کوئی تصور باندھنا پڑتا ہے، اور شاہد و مشہد کا رشتہ پیدا کرنا پڑتا ہے۔ رشتہ دو میں ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے شغلِ لوگ میں خدشہٗ ہجر ہمیشہ دامگیر رہتا ہے۔ چونکہ سنجوگ کا پرپیام و لوگ لازمی ہے۔ اس لئے لطفِ دائم (نتیہ آئندہ اوستھا) اس شغل سے نصیب نہیں ہو سکتی۔ چشمِ اپنا سے ظاہر و باطن میں اس حقیقتِ غریباں کے جلوؤں کی فراوانی میں جذب رہتا ہی صحیح تعلیم و بدانت ہے۔ اور حقیقی وصلِ دائم (نتیہ لوگ) ہے۔

بند آنکھوں سے جو عبادت ہو، بالیقین چشمِ واسے کمتر ہے

جن کو ہے کائنات جلوہ عام، وہ عبادت حسین و برتر ہے (سالک)
 بندگانِ عشق تو اپنا سب کچھ (بمعہ اپنے آپ کے) خدا سمجھتے ہیں۔ اُن کا سوائے خدا کے (جو اُن کا
 اپنا آپ ہی ہوتا ہے) اور کچھ نہیں ہوتا۔ اُن کی ہر بات خدا کی بات ہوتی ہے۔ اور اُن کی ہر حرکت رقصِ جانا
 اس عالم کیفیت میں وہ یوں لغہ سرا ہوتے ہیں۔ سہ

پھر میں نظر آیا نہ تماشا نظر آیا جب تو نظر آیا مجھے تنہا نظر آیا
 اللہ سے دیوانگی شوق کا عالم اک رقص میں ہر ذرہ صحرانظر آیا
 ایسے یوگ کو عمل میں لانا اور نبھانا ہی زندگی کی حسین تکمیل ہے، اور یہی کمالِ عشق ہے۔ ایسے خوش
 نصیب عالم پرواز میں ہمیشہ مرکز پر رہتے ہوئے لطف ہمہ گیری اٹھاتے ہیں۔ سہ
 ہو کے سرشارِ جامِ وحدت سے اپنے مرکز پر رقص کرتے ہیں
 خود کو وہ دیکھتے ہیں ہر اک میں، اور ہر بیتِ خدا سمجھتے ہیں (سالک)

سُرخ دوم

ساکار اور بڑا کار کی ایکتا

سہ

کچھ نہیں عشق مجازی و حقیقی میں تضاد

وہ بیتِ خاص بھی ہے اور بیتِ ہرجائی بھی (سالک)

ساکار اور بڑا کار تیرا اپنا ہی خیال ہے۔ جب خیالِ انتہہ کرن میں اٹھتا ہے، تو بڑا کار روپ ہوتا ہے، اور
 جب وہی خیال منکوس ہو کر تیرے روبرو مورتی مان ہو جاتا ہے تو وہ تیرا ساکار روپ ہوتا ہے۔ تو خود ایک ہی ذاتِ
 واحد کا ساکار اور بڑا کار روپ ہے اور تو ان دونوں کا ساکشی بھی ہے۔ ساکار (روپ) اور بڑا کار (رس) دونوں
 ایک دوسرے سے پیار سے ملے لیں۔ ان میں پوری اچھنتا ہے۔ جیسے کھانڈ جو دیشٹی میں آتی ہے، وہ اُس کا
 ساکار روپ ہے۔ اور اُس کا رس (مٹھاس) جو دیشٹی میں نہیں آتی۔ وہ اُس کا بڑا کار روپ ہے۔ ایسا بھی سمجھا
 جاسکتا ہے کہ ساکار بڑا کار ہی ہے۔ اور ساکار نے ہی بڑا کار کو اپنے آپ میں دھال لیا ہوا ہے۔ اس سے اوپر اٹھیں
 تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بڑا کار اور ساکار دو حالتیں ہیں ایک ہی حقیقت کی، جو کہ حدِ احساس میں آتی ہیں۔ اس لئے
 یہ درشہ روپ بھی کہی جاسکتی ہیں۔ اور جو ان حالتوں کا ساکشی (درشٹا) ہے۔ وہ ان حالتوں سے الگ اور استغ
 ہے، اور وہ جو ان کا توں رہتا ہے۔ اچل اور اڈول اپنے آپ میں تمنا سب کے ایک اپنے آپ میں پوری پورن ہوتا ہے۔

ہونا سستیہ ہے اور نبت ہے۔ اس ایک ہونے میں سب کچھ ہو رہا ہے۔ اندر اور باہر۔ جب ہم اپنے آپ کے اندر جاتے ہیں (لین ہوتے ہیں) تو باہر یعنی ہر (پر بھو) کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور جب ہم باہر دھیان لے جاتے ہیں تو بھی باہر یعنی ہر (پر بھو) کے ساتھ ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ آنا جانا تو سدا ہر سے ہوتا ہے، اور ہر در بھو میں ہوتا ہے۔ اس لئے ہم ہر روپ ہوتے ہوئے ہر روپ اور اُس میں سدا ہونے میں ہیں، جو کہ سویم پر بھو آپ ہیں۔

ساری سرشٹی درشٹی میں ہے، درشٹی سے ہوتی ہے، اور درشٹی میں لین ہوتی ہے۔ درشٹی کرنے سے درشٹی میں سمائی ہوئی سرشٹی درشٹی میں آجاتی ہے۔ اور سدا درشٹی میں رہتی بھی ہے۔ جیسے پرکاش سُرُوپ سُورج سے پھوٹتی ہوئی، مگر نہیں سدا سُورج میں رہتی ہیں۔ دیکھنا اور دکھائی دینا اُسی سے ہے اور اُس کا ہے۔ اس لئے درشٹی اور سرشٹی ایک ذات واحد کا ہی و بھوتی ایک درشن ہے۔ جو کہ نبت پر اپت ہے۔ اس میں حقیقت کو جان جانا ہی سچ درشن ہے، اور یہی سچ درشن ہی نبت درشن (نتیہ یوگ) ہے۔

بالمقابل جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ محض اپنا عکس ہوتا ہے
غیریت کا یہاں یہ نام نہیں۔ ہم سدا اپنی دید کرتے ہیں (سالک)
(باقی پھر کہیں)

آتما میں فنا ہونا بقا ہے

از۔ شری سوامی رام

مُن، بُدھ، چیت، اہنکار (عقل و خیال و ضمیر و خودی) کا آتما (ذات حقیقی) میں محو ہونا ہی دریکھ درونی کا کھلنا ہے اور مَن کا آتما کار ہونا ہی کیا علم، کیا طاقت، کیا سرور۔ ان سب کا لشکر لور کی طرح یا ہر پھیلنا ہے۔ جب تک مَن، بُدھ ہی وغیرہ آتما کار نہیں یعنی محدودیت (جسم و اسم شکل و نام) سے وابستہ ہیں۔ چادر مَوج گویا چہرہ آب کو چھپا رہی ہے بروج حجاب سے دیا مَوج ہو رہا ہے۔ دریکھ درونی بند ہے۔ اور آدمی تاریکی جہل، خوف، کمزوری عذاب و رنج میں مبتلا ہے۔

حواس ظاہری و باطنی میں بھی جو طاقت یا قوت ہے، وہ سب آتما ہی کی ہے۔ ان کا آتما میں فنا ہونا بقا ہے۔ جیسے مَوج کا پانی میں مٹنا دیا ہونا ہے۔ آتما سے الگ ان کا بقا چاہتا فنا ہونا ہے۔ بلکہ کو پانی سے جدا کرو۔ پھوٹ جائے گا۔ ہر ایک شخص کے لئے سونا (آرام کرنا) اسی واسطے موجب زندگی ہے، کہ خواب گراں، حواس باطنی اور ظاہری پر باعث خودی اپنی ذات حقیقی (آتما) میں محو و مستغرق ہو جاتے ہیں۔

(کلیات رام جلد سوم صفحہ ۱۷۱)

نغمہ سالک

از قلم - پنڈت رام لال سالک، روحانی دربار - چنڈی گرھ

تُو ہی تُو ہے تیری ہستی کا بیاں کون کرے
اے غم جاناں ہمیں تیری عداوت کی قسم
حیث دستور محبت سے ہوئے ہیں غافل
اب خزاں ہی سے میسر ہے ہمیں لطف بہار
زندگی ایک حقیقت ہے، اسے موت نہیں
ذات اپنی تو سمائی ہے ہر اک درے میں
خود بخود چلتا ہے ہر سالس میں جب وردِ ملک
اپنے جلوؤں سے تو مستور ہے عریانی میں
برہم تپتم اور جگت متھیا ہے عارف کی صدا
نوبرو اپنے ہیں ہر نام میں ہر صورت میں
جو نہ کچھ ہو، نہ ہو کچھ جس کا - بجز ذاتِ خدا
ہست مطلق ہے - بہر حال ہے - ہر جاتی ہے
شوق کثرت سے ہے ہر برگ نشین اپنا
تو بت خاص بھی ہے اور بت بہر جاتی بھی
تیرا ہونا ہوتا - تیری خوشی ہو ہر دم

آپ ہی اپنے نہ ہونے کا گناں کون کرے
نشہ یہ تیز بجز درد نہاں کون کرے
ہم کو بیدار بجز پیرِ مغان کون کرے
ماسوا عشق عطا شرف خزاں کون کرے
جب یہ آگاہی ہو پھر خدشہ جہاں کون کرے
اس ہمہ گیری میں اب فکر جہاں کون کرے
اس روانی مسلسل کو رواں کون کرے
اے شہ حسن تجھے اور عیاں کون کرے
سہل تر اس سے حقیقت کا بیاں کون کرے
پھر بھلا کس کے لئے آہ و فغاں کون کرے
اپنا غم اور غم سود و زیاں کون کرے
اُس کو خود دروں کون و مکاں کون کرے
بجلیوں پہ جو گذرتی ہے بیاں کون کرے
کیا تجھے نام دیں اور وردِ زباں کون کرے
ہم نہ جب ہوں گے تو پھر چون و چنناں کون کرے

ہم کو فرصت ہی نہیں اپنے سے اب اے سالک

فکرِ عقبہ ہو کسے، ذکرِ بتاں کون کرے

بھگوان کرشن کا

دھیان اور ابھياس کے متعلق ارجن کو اُپدیش

(اڑ-ایڈیٹر)

بھگوان شری کرشن چندرجی نے کیتا میں ارجن کو نیشکام کرم کی اہمیت سے آگاہ کیا ہے۔ یعنی یہ اُپدیش دیا ہے کہ جو شخص کسی قسم کے بھی معاوضہ کا خیال نہ کرتا ہو اکام کرتا ہے، وہ سچا سنیا سی ہے اور وہی پریم یوگی۔ برخلاف اس کے جو شخص اپنی کسی ذاتی غرض کی بنا پر افعال نیک سرانجام دیتا ہے۔ وہ یوگی یا سنیا سی کہلاتے کا مستحق نہیں ہے، نہ ہی وہ میرا بھگت ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اُس کا مجھ سے واسل ہونا امر محال ہے۔ وہ تو صرف اپنی خواہشات کا غلام ہے اور خواہشات کی سیری کے لئے ہی جملہ دھرم کاریوں مثلاً سندھیا، پوجا پاٹھ اور ہونریک وغیرہ کو سرانجام دیتا ہے۔ بقولیکہ سے

تارک سُرور ہے۔ بے واسطہ افعال سے

وہ نہیں تارک جو آداب شریعت چھوڑے (متجزدہلوی بی اے)

یعنی تارک وہ نہیں ہوتا، جو کہ افعال کا کرنا ہی چھوڑ دیوے، اور بے جس و حرکت پڑا رہے۔ بلکہ اصلی تارک یعنی سنیا سی وہی ہے، جو کرموں کو کرتا ہو ابھی ان کے پھل کی خواہش نہ کرے۔ پھر فرماتے ہیں :-

کہ اے کنتی پتر ارجن! سنسار کی دانشائیں یعنی خواہشات دنیاوی سے تباہی تک نجات حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ انسان میری بھگتی میں محو نہ ہو جائے، اور جب تک خواہشات نفسانی کو ترک نہیں کیا جاوے گا۔ تب تک میری بھگتی محال ہے۔ پس یہ دونوں باتیں یعنی بھگتی اور ترک خواہشات یعنی نیاگ لازم و ملزوم ہیں۔ پس جو شخص خواہشات نفسانی کو خیر یاد کہہ کر میرا سمن کرے گا۔ وہ تمام مصائب سے چھوٹ کر مجھ میں ہی لین ہو جائے گا۔ گویا مجھ میں اور اُس میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ بقولیکہ سے

ترک کہتے ہیں جسے وہ درحقیقت ہے وصال

کوئی واصل ہو نہیں سکتا۔ بلا ترک خیال

عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انسان کے دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی۔ یعنی کوئی شخص اس کا دوست

ہے، اور کوئی دشمن۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ نہ کوئی کسی کا دوست ہے نہ کوئی دشمن۔ بلکہ انسان خود ہی اپنا دوست اور خود ہی اپنا دشمن بن جاتا ہے۔ یعنی اگر وہ بُرائیوں کو چھوڑ کر نیک افعال کی طرف مائل ہوتا ہے، اور سچے ہر دے سے میرا دھیان کرتا ہے تو وہ آپ ہی اپنا دوست ہے۔ لیکن جو شخص خواہشات نفسانی کا غلام ہو کر دھرم کے کاموں سے غافل ہو جاتا ہے اور پر ماتنا کی بھگتی کو ایک فضول چیز خیال کر کے ہمیشہ عیش و عشرت میں غلطان رہتا ہے تو وہ آپ ہی اپنا دشمن ہے۔ ان دونوں میں سے اول الذکر تو جہنم مرن سے رہت ہو کر نجات حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن موخر الذکر طرح طرح کی یونیوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔

جو انسان وصال حق کے لئے ایک حقیقی اضطراب اپنے دل میں رکھتا ہو۔ وہ خود بخود ہی خواہشات دنیاوی سے بیزار ہو کر میری بھگتی اور بھجن میں محو ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی دنیاوی حرص و ترغیب اس کے جذبہ عشق حقیقی کے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتے، اور وہ سیدھا ہی اپنے منزل مقصود تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ یعنی واصل حق ہو جاتا ہے۔ بقول لیکہ سے

شوق جب تک ہے پس پردہ جمال یار ہے

ہٹ گیا پردہ تو پھر دیدار ہی دیدار ہے

اپنی گفتگو مبارک کو جاری رکھتے ہوئے بھگوان کو ہر افشانی کرتے ہیں کہ ہے ارجن! شروع شروع میں یوگ سادھن کا عمل یوں ہونا چاہیے کہ کسی صاف اور ایکانت استھان میں چار انگلی اُونچا چوڑا بنا کر اس کو نشیب و فراز، کٹکر، پتھر سے ہموار کر کے پدم آسن لگا دے۔ من کو خواہشات نفسانی سے پاک کر کے میرے چرن کھلوں کا دھیان کرے، اور میری اپار لیل، اننت شکتی اور لا محدود جلال کا وچار کرے۔ اپنی نظر کو ناک کی نوک پر جما دے۔ ادھر ادھر نہ دیکھے۔ اپنے آتما کو پر ماتما میں لین کرے۔ اور کسی قسم کے خوف و خطر کو پاس نہ بٹھکنے دے۔ جو اس پر قابو پا کر دل کو میری طرف مائل کرے۔ اسی طرح صبح و شام چھ سے بلنے کا سادھن کیا کرے۔ اس دوران میں اپنے چال چلن کو درست رکھے، اعتدال کی زندگی بسر کرے۔ یعنی نہ بہت کھاوے نہ بہت سوئے، رات کو جلدی سو جائے اور پر بھات کے سہ آٹھ کر بھجن میں محو ہو جائے۔ جب چلے تو بجا کر قدم رکھے۔

دیکھ کر چلنا مسلسل جائے نہ چونیٹی راہ میں

آجی کو لیے زبانوں پر بھی شفقت چاہیے

محبت اور شیریں زبانی سے گفتگو کرے۔ اس طرح کے طرز معاشرت سے کوئی دکھ اور تکلیف نزدیک نہیں آتی۔ لہذا یہ یوگ دکھ و ناشک، یوگ کے نام سے موسوم ہے۔

یوگی کو تنہائی میں رہنا اس لئے ضروری ہے کہ کچھ چراغ جلا کر کھلی ہوئیں رکھ دیا جاوے۔ اول تو بجھ جاتا ہے۔ ورنہ اس کا شعلہ ڈانوا ڈول رہتا ہے۔ لیکن اگر اس کے ارد گرد شیشے لگا دیئے جاویں، یا کسی محفوظ کمرے میں رکھ دیا جاوے تو اس کی روشنی تیز ہو جاتی ہے۔ بعینہ اسی طرح اگر کوئی شخص پر ماتما

کا پوری توجہ سے دھیان اور سمرن کرتا ہے تو وہ بہت جلد اپنی خواہشات کو پورا کر پاتا ہے۔ اس طرح کے عمل اور سادھن سے پہلے تو اُس کو آتم درشن ہوتا ہے۔ اور جب اپنے آتما کا درشن کر لیتا ہے، تو اُس کو پریم آتم درشن ہوتا ہے۔ آتما کے درشن کا شکہ ابناشی شکہ ہے۔ وہ راحت اور مسرت ہے۔ جسے جو اس انسانی محسوس نہیں کر سکتے۔ بلکہ اُسے صرف بدھی ہی اُو بھو کرتی ہے۔ ۷

وسوسہ جب دل سے مٹ جاتا ہے آتی ہے نظر
جملہ نیرنگ جہاں میں ذات واحد جلوہ گر

اے ارجن! آتم درشن کا شکہ پا کر یوگی زلیپ اور نشیل یعنی مبرا از گناہ اور ساکن القلب ہو جاتا ہے۔ اس خوشی اور آتم سے بڑھ کر تختہ دُنیا پر کوئی آتم نہیں ہے۔ خود شناس یوگی ہر قسم کے دنیاوی مصائب سے ہمیشہ کے لئے بے خوف ہو جاتا ہے۔ اگ اُسے جلا نہیں سکتی، پانی اُسے عرقاب نہیں کر سکتا، اُس پر اگر پہاڑ بھی گر پڑے اور بجلی بھی ٹوٹ پڑے، تو بھی اُسے کچھ نہیں ہوتا۔ تلوار سے پُرزے پُرزے کر دیا جاوے تو بھی اُسے کشٹ نہیں پہنچتا۔ کشٹ تو اس پانچ بھوت تک شریہ کو ہے۔ وہ اس شریہ سے اُدھر اٹھ جاتا ہے۔ یعنی لا تعلق ہو کر اپنی حقیقی ذات آتما میں سما جاتا ہے۔ جس کا کبھی ناش نہیں ہوتا۔

عقل مند اور سمجھ دار انسان ہی اس یوگ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اے ارجن! حیات انسانی قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس واسطے غفلت کو چھوڑ کر میری شرن میں آنے کا فی الفور ارادہ کر لے۔ تمام خواہشات کو بالائے طاق رکھ کر اپنی اندریوں کو قابو کر کے آہستہ آہستہ من کو بدھی کے ساتھ جوڑ دے، اور پھر بدھی کو آتما کے ساتھ بلا دے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ من بڑا چمچل ہے۔ لیکن ابھی اسی کو چاہیے کہ جس طرف یہ جائے، آہستہ آہستہ اُس کو اُس طرف سے ہٹا کر اپنے آتما میں لگا دے، اور اس طرح من آتما کے ساتھ ملحق ہو جانے پر وہ راحت و روحانی میسر ہو جاتی ہے۔ جس کو مسرت حقیقی یا پریم پد کہتے ہیں۔ ایسا پُرسش دُنیا کے بھنجھٹوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ ۸

جس کو اپنے دل پہ قبضہ اور اطمینان ہے
گرم و سرد و رنج و راحت میں اسے عرفان ہے

اس کا زلیپ سچا نہ سُرُوپ برہم کے ساتھ وصل ہو جاتا ہے۔ مودہ مایا سے دُور ہو جاتا ہے۔ وہ ہر ذمی رُوح میں اپنے آپ کو اور اپنے آپ میں سب کو دیکھنے لگتا ہے۔ اور اے ارجن! جس کو ہر جگہ میرا جلوہ نظر آگیا، وہ مجھ میں اور میں اُس میں سما جاتا ہوں۔ ہم دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جنم مرن کا جھگڑا باقی نہیں رہ جاتا۔ ۹

ہے وہ واصل جس کا دل ہے مرکزِ علم و سرور
بے تعلق بے غرض بے نفس ہے مستِ حصول

دھرم کا سب سے بڑا اصول

شری کرشن چندر جی ارجن سے مزید یوں فرماتے ہیں، کہ ہے ارجن! ہر شخص کو دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیئے، جیسا کہ وہ خود چاہتا ہے کہ لوگ میرے ساتھ روا رکھیں۔ اُس کو اپنے دل میں یہ سوچنا چاہیئے۔ کہ جس بات سے میں خوش ہوتا ہوں، دوسرے بھی اُسی بات سے خوش ہو سکتے ہیں یعنی جو سلوک مجھے پیارا ہے۔ وہی دوسروں کو بھی عزیز ہے۔ اگر وہ کسی سے نفرت کرتا ہے تو اُسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ دوسرے بھی اُس سے نفرت کریں گے۔ پس وہ دوسروں کو آزار اور دکھ دینے سے پرہیز کرے جس طرح وہ اپنے آپ کو سکھی رکھنا چاہتا ہے۔ اسی طرح اُسے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ دوسروں کے سکھ دکھ کا بھی ایسا ہی خیال رکھتا اس کا فرض اولین ہے۔ یہ نکتہ سمجھ کر اہنسا دادی بن جائے یعنی کسی بھی پرانی مائت کو دکھ نہ دیوے، بلکہ سب کا سکھ دانا ایک بہترین کرزنگی بسر کرے۔

جان لیتا ہے مساوی سب کو مرد باکمال

اس کو کثرت میں نظر آتا ہے وحدت کا جمال

اے میرے پرم سکھا ارجن! مجھے وہ پریمی از حد پیارا لگتا ہے، جو کسی بھی ذی رُوح کو دکھ نہیں دیتا۔

گوشہ نشینی کی عظمت

بیٹھ کر گوشہ میں تنہا باندھ کر اپنا خیال

فارغ از بیم ورجار ہنسنے میں ہے راز کمال

اس کے بعد ارجن نے دریافت کیا، کہ ہے بھگوان! یہ سکھ نندن لوگ اور آتم درشن حاصل نہیں ہو سکتا۔ تا وقتیکہ چیخل من قابو نہ آجاوے۔ لیکن حیث، صد حیث کہ انسان کا من ہاتھی کی طرح شہہ زور اور تنومند ہے۔ اس کا روکنا آمدھی اور بگولے کے روکنے سے بھی مشکل ہے۔ پس پہلے یہ فرمائیے کہ اس زبردست دشمن کو کیسے مطیع کیا جاوے۔

ارجن کا یہ سوال سن کر شری مدن موہن جی یوں گویا ہوئے کہ اے بہادر اور شور پیر ارجن! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ من بڑا طاقت ور، زور آور اور نہایت ہی چیخل اور تیز پرواز ہے۔ لاکھوں کروڑوں کوس کا فاصلہ چشم زدن میں طے کر لیتا ہے۔ پس ایسے دشمن کو قابو میں لانا معمولی کام نہیں۔ اس کو قابو کرنے کے دو طریقے ہیں۔ غور سے سنو:- (۱) پر ماتما کے ساتھ محبت۔ (۲) دنیاوی لذتوں سے نفرت۔

یہی دو طریقے ہیں جن سے من قابو میں آ سکتا ہے۔ جو لوگ بھگوان کی بھگتی نہیں کرتے، بلکہ دنیا کی لذتوں پر فدا ہیں۔ نہ تو وہ اپنے نفس پر قابو پا سکتے ہیں اور نہ ہی مجھ سے واصل ہو سکتے ہیں۔ سہ

بڑے مودی کو مارا نفس اتارہ کو گر مارا

ہنگ واڑ دھا و شیر نہ مارا تو کیا مارا

جن فہا پُرتشوں نے ابھیا س سے اپنے من کو میرے چرنوں میں لگا دیا ہے، وہی اپنے مقصد اعلیٰ پہرہ ور ہیں۔ اب ابھیا س کا مطلب سنئے۔ وہ یہ ہے کہ جو شخص بار بار میرے اوصاف، میرے پرتاپ اور میرے جاہ و جلال کا دھیان کرتے رہتے ہیں، اور میری محبت اور الفت کے نشہ میں روز و شب سرشار رہتے ہیں۔ وہی گویا میرے پالنے کا ابھیا س کرتے ہیں۔ ایسے بھگت جن اس سنسار سے ویراگ وان رہتے ہیں ویراگ سے مراد ہے۔ لذات دنیاوی اور خواہشات نفسانی کے نقائص اور انجام بد کو بار بار اپنے قصد میں لا کر ان سے متنفر ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔

بس یہ ہر دو طریقے یعنی ابھیا س اور ویراگ ہیں جن سے یہ زبردست دشمن قابو میں آ سکتا ہے جنہوں نے ان دو طریقوں پر عمل نہیں کیا۔ ان کا لوگ مکمل نہیں ہوتا۔

لوح خاطر سے ہٹا کر دوسوے اور خواہشیں

فرض انسانی ہے مشغولی صفائے قلب میں

گورکھ ناتھ زندہ

(اوم شرم)

"یہ من ایستور کے چرنوں میں لگا لے جس کا جی چاہے"

یہ من ایستور کے چرنوں میں لگا لے جس کا جی چاہے
یہ ناتامن تو ہے چنچل نہیں رکتا کہیں یک پل
جو دکھ سکھ جنگ میں بلتا ہے وہ پھل ہے اپنے کرموں کا
مقدر اپنا اپنا خود بناتے ہیں سبھی آ کر
برائی ہو بدی ہو عیب جوئی یا کہ خود غرضی
نتیجہ اپنے کرموں کا اگر چاہے کہ اچھا ہو
یہ دنیا جاء عبرت ہے تماشہ رت اسے سمجھو
محبت راستی، ایمان، اطاعت رحم و بہمد رمی
نتیجہ اپنے کرموں کا سبھی کو ہے یہاں بلتا

یہ دل لذات دنیا سے ہٹا لے جس کا جی چاہے
مگر پھر بھی تو ہے اپنا منا لے جس کا جی چاہے
بھوشیہ اچھا بنانا ہو بنا لے جس کا جی چاہے
جسے جیسا بنانا ہو بنا لے جس کا جی چاہے
بڑے کرموں سے اپنے کو بچا لے جس کا جی چاہے
سبھی سے پریم کا رشتہ نبھا لے جس کا جی چاہے
یہاں پر فرض اپنا خود نبھا لے جس کا جی چاہے
سبق یہ دل کو اپنے خود پر مھا لے جس کا جی چاہے
مقدر اپنا مستکور آزما لے جس کا جی چاہے

ہمایو گیشور بھگوان شری کرشن کی راس لہریا اور گویوں کا پیر کا۔ مہکتی لوگ

از۔ پنڈت نریندر ناتھ شرما۔ ریٹائرڈ سب اسپیکر پولیس نگرودھ

۵ نہ حق شناس ہوں۔ ٹور۔ نہ خود شناس ہوں میں
تیرے کرم کی لئے دل میں اپنے آس ہوں میں

محترم ایڈیٹر "اوم" شری نندہ جی کا اصرار ہے کہ میں "لوگ انک" کے لئے کوئی مضمون لکھوں۔ اگرچہ مجھے سادہ و سادہ شناس عاصی ایسے موضوع پر لکھنے کی کچھ بھی اہلیت نہیں رکھتا۔ لیکن جس پر بھونے ان کو یہ پیر نادیا، کہ وہ مجھے لکھنے کی ترغیب دیں۔ اُسی طور کے بھروسے اور شری نندہ جی کے خلوص و نیک خواہشات کا آدھار پا کر کچھ عرض کروں گا۔ جو کچھ شاستروں اور مختلف اہل نظر عالموں کے لیکھوں کے مطالعہ سے معلوم ہو سکا، وہ پانچوں کے پیش خدمت کروں گا۔ اس میں میرا کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا سنسکرت سادہ و سادہ لوگ کے تذکرہ سے بھرا ہوا ہے۔ اور مختلف عالم زمانہ قدیم سے لکھتے آرہے ہیں۔ اتنا لکھا جا چکا ہے، کہ کوئی بھی نئی بات نہیں لکھ سکتا۔ جو کچھ بھی کوئی لکھے گا، وہ دہراتا ہی ہو گا۔

"لوگ" شید ہمارے شاستروں میں بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ تاہم اس کا پردھان ارتھ بھگوان سے جوڑنا، یگانگت ہو جانا، یا بھگوان کو پا جانا ہی ہے۔ جب تک جیو اس سچھتی کو نہیں پہنچ پاتا۔ اس کو ہمیشہ رہنے والی شانتی پر اپت نہیں ہو سکتی۔ اس سچھتی کو پر اپت کرنے کے لئے شاستر کے مطابق خلوص و ہوشمندی سے جو سادھن یا کوشش کی جاتی ہے، اُس کو بھی لوگ سمجھتے ہیں۔ غرضیکہ جس طریقہ عمل سے پوزن پر ماما سے سنیوگ ہو سکے، وہ ہی لوگ کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر کرم لوگ، گیان لوگ، دھیان

لوگ، بھگتی لوگ، راج لوگ، منتر لوگ، ہٹھ لوگ وغیرہ وغیرہ۔ جس طریق عمل کا لکش پر ماتما نہیں ہے، وہ نہیں ہے۔ جس سے پتہ ہو جاتا ہے۔

لوگ کا راستہ خواہ کوئی بھی ہو، اس میں چت کی برتیبوں کا ترو دھ لازمی بنیاد ہے جب تک اپنے لکش میں محویت، ایسا کرتا، خود فراموشی نہیں ہوتی۔ کسی بھی لوگ میں سدھی پر اپت کرنا ناممکن ہے۔ اپنے لکش (ایشور) کے سوا دیگر سنگلپ و کلپ سے من کو خالی کرنا ہوگا۔

"من پھر ناتے رہت کر جا بھی وہی سوں ہو یہ

چاہے لوگ سے گیان سے، چاہے بھگتی سے ہو یہ" (سنت بانی)

"محویت۔ کھنچ کے لاتی ہے اُسے دل میں تریدر

جذبہ عشق کے جذبہ دعوتِ یزدان نہیں"

یوگیشور بھگوان کرشن کی گویوں کے ساتھ اس لیللا اُوپچی سے اُوپچی بستھتی کا پریم پریم بھگتی لوگ ہے، اور بھگتی کا آخری درجہ اتم نویدین ہے جس کا ہرشی شاٹلیہ کے بھگتی سوتر ۲ میں سا پسانورکتیرے پورے کہا گیا ہے، اور دیویشی تارو کے بھگتی سوتر ۱۹ میں۔

॥ ३६ नारदस्तु तदार्पिताखिलाचारितातद्विस्मरणे परम व्याकुलतेति ॥

بھاؤ — تارو کے مُت میں پر ماتما کے اُپت ہو کر اچرن کرنا، اور پر ماتما کو بھول جانے پر پریم ویاک ہونا۔ بھگتی ہے۔

यथा ब्रजगोपिकानाम ॥ २९

بھاؤ — جیسے کہ برج گویوں کی۔ اس سے واضح ہے کہ گویوں کو بھگتی کا اُدش مانا گیا ہے۔ کچھ لوگ جن کے من سنسارک واس ناؤں سے پلین ہیں۔ سطحی طور پر دیکھ کر اس لیللا پر ناوا جب اکشیپ کرتے ہیں۔ وہ اپنی ہی اگیانتا کا ثبوت دیتے ہیں، اور اس مہا لوگ سے جو بھگتی کا سبق پر اپت ہو سکتا ہے۔ اُس سے محروم رہ کر اپنی ہی اتمک ہانی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے یہ مضمون نہیں ہے۔ البتہ جو کرشن پریمی شردھا کو اس کو سمجھنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اُن کے لئے اس لیکھ کا مطالعہ شاٹلیہ کچھ سنتوش کا باعث ہو۔ یہ یاد رہے کہ اس لیللا کے سب سے بھگوان کرشن کی آؤ ۱۰-۱۱ سال کی تھی۔ حق تو یہ ہے، گوی پریم کو سمجھنے کے لئے گوی ہر دیہ ہونا ضروری ہے۔ یہ جنم جنمانتر کے شبہ کرموں، بھگوت کرپا یا مہا پرش کی کرپا اُڈ اپنی نیک سعی پر منحصر ہے۔ شری بھگوت گیتا ادھیائے ۷، شلوک نمبر ۲۸ میں بھگوان نے فرمایا ہے کہ جن کے پاپ ختم ہو گئے اور پنیہ اودے ہوئے، وہی تذبذب کو چھوڑ کر میرا بھجن کرتے ہیں۔ سادھارن آدمی کی بات کیا۔ بڑے بڑے دانشور بھی اس لیللا کو سمجھنے میں کبھی کبھی قاصر رہتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس لیللا ہی کرشن جی کی پردھان لیللا ہے۔ اسی سے شری کرشن کا بھگوت تہ اور پریم برہمتہ سدھ ہوا ہے۔

سمرن رہے کہ گوپیاں سادھارن استریاں نہیں تھیں۔ اچھرو وید کے کرشن اُپنشد کے اوسار دیوتا اور رچائیں (یعنی وید) ہی برندا بن میں پرکٹ ہوئے تھے۔ گوپیاں شرتیاں تھیں، جو ہمیشہ ہی برہم کا بڑوپن کرتی ہیں۔ (دیکھو منتر ۳ سے ۵ تک) اور برہم ویورت پُران میں بھی وید شرتیوں کا گوپي رُوپ سے پرکٹ ہونا کہا گیا ہے۔ اب ہم پوجیہ سوامی دوکیانند جی نے اس بارے میں جو گر جتے ہوئے زوردار الفاظ اپنے لیکچر میں کہے تھے وہ پانچکوں کے سامنے رکھیں گے۔

"Krishna who played with the gopis. Ah, that most marvellous passage of his life the most difficult to understand until he has become perfectly chaste and Pure, that most marvellous expansion of love, allegorised in that beautiful play at Vrindaban, which none can understand but he who has become mad with love, drunk deep of the cup of love. etc."

(Selections from Vivekanand page 289)

بھواو — "کرشنا جس نے گوپوں کے ساتھ لیلایا۔ اس کی زندگی کا وہ حیران کن عرصہ جس کو سمجھنا انتہائی مشکل ہے۔ تاوقتیکہ کامل پاکیزہ دل نہ ہو۔ پریم کی وہ حیران کن وسعتیں جو اس لیلایا میں برندا بن میں ہوئیں۔ جس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا، تاوقتیکہ وہ جامِ محبت سے سرشار نہ ہو، اور پریم میں دیوانہ نہ ہو گیا ہو۔ وغیرہ وغیرہ"

سوامی جی نے کافی طوالت و تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ شائقین اصل انگریزی کتاب میں دیکھیں تمام شکوک حروف غلط کی طرح مٹ جائیں گے۔

گوپوں کی حالت یہ تھی کہ وہ کرشن پریم میں سب کچھ بھول چکی تھیں۔ وہ بھگوان کرشن کو پورن برہم پرناما کے رُوپ میں خوب جانتی تھیں، جو شرمید بھاگوت سکند ۱۰۔ عودا اور اس لیلایا سے متعلقہ ادھیائوں سے خصوصاً مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ لیکھ کی صناعت کے بڑھ جانے کے خیال سے حوالہ جات نہیں دیئے۔ شردھانو پریمی شرمید بھاگوت میں دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ شری اودھو جو بھگوان کے اترنگ سکھا اور پورن گیانی بھگوت تھے، کو بھگوان نے گوپوں کے پاس بھیجا تو اُس نے اُن کو کرشن پریم میں رنگا ہوا پایا یا حالت یہ تھی۔ گوپي کہتی ہے۔ (۱)

رجنا کی اور جیو آتما کے سہمت پر مشور اس میں داخل ہو گئے۔ اسی لئے وہ سولہ کلاؤں والے پرش میں ہے۔ ہمارا منش شری بھی برہما نڈ کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ اس لئے پرما تما جیسے سارے برہما نڈ میں ہے۔ اسی طرح ہمارے ہر ایک کے شری میں بھی ہے۔ غرضیکہ اس شری میں سولہ کلاؤں موجود ہیں۔ ہم ان کو کام میں لانے سے یعنی پرکاشت کرنے سے قاصر ہیں۔ جو سادھن سے ہی ہوتی ہیں۔ لیکن شاستر کہتے ہیں کہ عام آدمیوں میں ۷ سے ۱۰ تک ہی کلاؤں پرکاشت ہو سکتی ہیں۔ ۹ سے ۱۶ تک اوتاروں کے درجے FIELD آتے ہیں۔ اس سولہ کلاؤں والے پرش کو جو ہر دیہ میں سمجھتے ہیں۔ کسی شاستر وکت یوگ سے جان لیتا ہے۔ (سولہ کلاؤں کی تفصیل پرشن اپنشد میں دیکھیں۔ طوالت کے خیال سے نہیں لکھی گئی۔) اس جگہ کے ادھار پر ماما کی پڑا اور اپرا۔ چتین اور جڑ پر کرتیاں (گیتا ۵/۲۷-۲۸) ہر ایک شے میں پرکاشت کرتی ہیں۔ ان کی مقدار کی کمی بیشی سمجھنے کے لئے ہی ۱۶ کلاؤں مانی گئی ہیں۔

اب بتاؤں میں پھر اس لیللا شبد کی سمیکشا با بریک چھان بین پائی جاتی ہے۔ پرکاشن پریمی دھیان لیللا۔ تیرتیر اپنشد کا کہنا ہے کہ راس برہم ہے۔

"रसो वै सः"

راس لیللا شبد۔ راس + لیللا ایک مرکب شبد ہے۔ اس (جو برہم ہے) شبد سے سنسکرت ویا کران کے ترکیب کے مطابق راس شبد بنتا ہے۔ راس شبد کا ارتھ ہوا۔ پورن برہم (یعنی راس) کا پورن کلا آتماک اوپادھک ظہور یعنی आविर्भाव اور یہ پورن کلا (۱۶ کلا) آتماک ظہور پر دھان طور پر بھگوان کرشن میں موجود تھا۔ چنانچہ راس شبد کا ارتھ پورن برہم بھگوان کرشن ہی ہوا۔ اب نڈ لیللا شبد کو دیکھئے، یہ بھی مرکب ہے۔

लीला = ली + ला

ली دھاتو کا ارتھ लय ہونا اور ला کا ارتھ لینا (لےنا) ہے۔ دونوں کو بلا کر ارتھ ہوا

लीلا لاتی تی لای لای جس سے لے लय ہونا یعنی تدرو پتا پر اپت ہو۔ وہ خصوصی عمل (کریا) یعنی PROCESS۔ اور اب اس پرکنگ CONTEXT میں راس لیللا شبد کا ارتھ ہوا پورن برہم اوتار بھگوان کرشن جی میں لے (लय) کرانے والی کریا (PROCESS) یا جڑ جانے یعنی یگانگت کا معجزہ (یوگ آتماک چمکار۔ کرشمہ) غرضیکہ راس لیللا وہ عمل ہے جس کے ذریعہ لیللا تمک بھگوان کرشن روپ دھاری پورن برہم نے برج گویوں کو آتم سو روپ میں لے (लय) کر کے پریم پد کو پہنچا دیا۔ دھنیہ دھنیہ۔

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے گویوں کا پریم پریم یوگ بھگوان کرشن میں۔ آتم نویدین کی پورن اوستھا تک پہنچ چکا تھا۔ اور اس پورن آسکتی کا لازمی نتیجہ تھا کہ پریمی۔ محبوب کے ہوا دیتا دی واسٹاؤں (چت برتوں) سے مکت ہو جائے۔ ان کا چت پورن طور پر بھگوان کرشن میں سما چکا تھا۔ وہ محبوب کے ہوا اور کچھ نہ جانتی تھیں۔ نہ دیکھتی تھیں۔ اور یہ حالت پریمی کے ہوا دل میں دوسری ہر چیز کو جلا ڈالتی ہے۔

”پیار کو تیرے میری جان دُعا دیتی ہے

آنش عشق کُنا ہوں کو جلا دیتی ہے (زینت)

جہاں کیلئے دل میں جا ہی کہاں ہے

تم ہی آجسے ہو، خلا اب کہاں ہے (زینت)

عربی کا ایک مقولہ ہے۔ ”عشق ایک دھدکتی آگ ہے، جو محبوب کے سوا سب کچھ جلا دیتی ہے۔“

عربی کا ہی ایک اور مقولہ ہے۔ ”عشق ذاتِ رب سے واصل کرنے والی ایک آگ ہے۔ عشق تو وہی اللہ ہے، وہی اللہ ہے۔“

ایک فارسی کا اہل نظر کہتا ہے۔ ”جب میں سر سے پاؤں تک تیری تُمتا میں خود ہی صرت ہو گیا۔ تب کچھ باقی ہی نہیں رہا۔ جس کی تُمتا کروں۔“

اور پھر بھگوان گیتا جی ۱۷-۱ ادھیائے، شلوک ۳-۴ میں فرماتے ہیں۔ سبھی منشوں کی شردھا (بھگتی) ان کے آنتہ کرن کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ منش شردھ لئے ہے۔ اس لئے جیسی شردھا والا ہے، وہ خود بھی وہی ہے۔

حضرت اکبر الہ آبادی نے مزاحیہ انداز میں یہ حقیقت بیان کی ہے۔

بولا منصور۔ خود خدا ہوں میں دارون بولے پورتا ہوں میں
سُن کے بولے میرے اک دوست فکر ہر کس۔ بقدر ہمت اوست

بھگوان کرشن نے زبانِ مبارک سے شرید بھاگوت میں فرمایا ہے:- ”وشیوں کا دھیان کرنے والا چت وشیوں میں لپن ہو جاتا ہے اور مجھے سمرن دھیان کرتا ہوا چت مجھ میں لپن ہو جاتا ہے۔ سکند ۱۱، ادھیائے ۱۳، شلوک ۲۷۔۔۔۔۔۔ اب میں پیارے کرشن پریمی پاٹھکوں سے معافی چاہتا ہوں۔ وہ خود وچار کر جہاں کہیں کمی یا غلطی ہو، درست کر لیں۔ کرشن پریمی تو ہمیشہ ہی آستک ہیں۔ اُن کا سما دھان تو سر ویشور خود ہی کرتے رہتے ہیں، خوش بخت ہیں وہ جن کی شری کرشن میں بھگتی ہے۔“

”جو مانگا جس نے جہاں بھر دیا وہیں دامن

عطا متناہ محبت پہ خال خال کر لے“ (زینت)

کرشن پریم کے پیاسے پاٹھکو، آئیے۔ اپنے رسک مادھو سے پریم کے لئے منت گزاری کریں۔

کیا اضطراب میں مبتلا اُسے شفیق تُو نے یہ کیا کیا
میں بھٹک رہا ہوں ہر اس میں۔ ہوں سکون کی میں تلاں میں
تیری راہ پر چلتا میں ہر قدم۔ جو جہاں کے ہوتے تیرے کو غم
مجھے کاش، اگر تو کہیں ملے۔ میرا حال زار کبھی سُنے
ہیں نہ تیرا اُس کے عجیب رنگ۔ کیا سمجھ میں آئے ہے عقل دنگ
تیری گود میں تھا سکون سے کیوں ازل میں خود سہجہ کیا
گئی غم فکر معاش میں۔ مجھے مبتلا رجا کیا (ماغون)
تجھے یاد کرتا میں دم بدم۔ مجھے عشق کیوں نہ عطا کیا
ذرا اتنی بات بتا تو دے۔ کیوں بستم یہ مجھ پہ روا کیا
سہی سگی ہے کرم کا ڈھنگ۔ اسی غم کو تیری دوا کیا
(اوم نت ست)

آٹھ پہر دھیائے گویال نانک درسن دیکھ نہال

گورباتی

ماجھ محلہ ۵

اگم اگوچتر الکھ اکیووا	پار بریم اپریم دیوا
ہر دھیوا ود گور مکھ گاتی جیو	دین دیال گویال گوبندا
گور مکھ سنگی کرشن مرارے	گور مکھ مدھو سودن نستانے
ہورتے کہتے نہ بھاتی جیو	دیال دمودر گور مکھ پائیے
کوئی جٹال جا کے پو جیں پیرا	نر ہاری کیشو نر ویرا
سوئی بھگت اکاتی جیو	گور مکھ ہر دے جا کے ہریر
بڑ سمرتھ سدا داتارا	امو مکھ درشن بے انت اپارا
گت نانک درلی جاتی جیو	گور مکھ نام چھپے تہ ترپے
توں پریم ٹھاکر اتی بھاری	سُن سُن جیوا سوئی تمہاری
نمری اوٹ گویالا جیو	نمرے کرتب تم ہی جافو
سرب متیا پرتپالا جیو	نمری کربا تے ہوئی پرکاسا
سدا سدا سدا آپے ہوئی	سرت سرت سرت پرکھو سوئی
دیکھ نانک بھئے نہال جیو	چلت تمہارے پرکٹ پیایے

سمر مٹال دامودر دکھ ہر بھئے بھینن ہر رایا
 ہری رنگو دیال منو ہر بھگت وچھن بردایا
 بھگت وچھن پُرکھ پورن من ہی چندیا پائیا
 تم اندھ کوپ تے ادھارے نام من وسائییا
 سربدھ کن گندھرب منی جن کن انک بھگتی کائییا

بنو نت نانک کرو کرپا پار برہم ہر راٹیا
 چیت مناں پار برہم پریشور سب کلاجن دھاری
 کرو نائے سمرتھ سوامی گھٹ گھٹ پران آدھاری
 پران من تن جیاں داتا بے انت انکم اپارو
 سرن جوگ سمرتھ موہن سرب دکھ بدارو
 روگ سوگ سب دکھ بنسے جیت نام مراری
 بنو نت نانک کرو کرپا سمرتھ سب کل دھاری

آٹھ پہر دھیائے گویال نانک درسن دیکھ تہال گوی پرم

راگ دیو گندھاری محلہ ۳

اب ہم چل ٹھا کر پہ ہار جب ہم سرن پر بھو کی آئی۔ راکھ پر بھو بھاویں مار
 لوکن کی چترائی اپنائے بیسنتر چار۔ کوئی بھلا کہیو بھاویں بُرا، کہیو ہم تن دیو ہے ڈار
 جو آوت سرن ٹھا کر پر بھ تری۔ تس راکھو کرپا دھار
 جن نانک سرن تہاری ہر جیو راکھو لاج مرار
 ہر گن گاوین ہوں تس بلہاری
 دیکھ دیکھ جیواں سادھ گور درسن۔ جس ہر دہ نام مراری
 تم لو تر پاؤں پر کھ پر بھ سوامی۔ ہم کیونکر بلیں جو ٹھاری
 محلہ ۳

آپے گوی کاہن ہے پیارا۔ بن آپے گوی چہا ہا
 آپے ساقول سندر پیارا۔ آپے بنسی بجا ہا
 کو دلیا پیٹر آپ مراندا پیارا۔ کر یا لک روپ بجا ہا
 آپ اکھارا پائیندا پیارا۔ کر دیکھ آپ چوہا ہا

کر بالک روپ اُپائیندا پیارا چنڈور کنس کیس مارا
 آپے ہی بل آپ ہے پیارا بل بھٹے مور کو مگدا
 سب آپے جگت اپائیندا پیارا دس آپے جگت بھٹا
 گل جیوڑی آپے پائیندا پیارا جیوں پر بھٹے تینوں جاہ
 جو گر بھٹے سو بچھی پیارے۔ جب نانک بھگت سما

مندرجہ بالا بانی کو سمجھنے کے لئے شرید بھاگوت کا دم اسگندھ ملاحظہ کریں۔ کیونکہ گوڑو جہاراج نے بھگوان
 کرشن کی تمام لیلیاؤں کا مختصر ذکر کیا ہے۔ گوڑو چرانا، بنسی بجانا، بالک روپ میں ہی کو دلیا پیٹر (دھاتی) کو مارنا۔
 چنڈور پہلوان کو بچھاڑنا۔ کنس کو کیسوں سے پکڑ کر پٹک دینا وغیرہ وغیرہ سب لیلیاؤں شرید بھاگوت کے پڑھنے
 سے ہی سمجھ میں آسکتی ہیں :

پریم کا دیوتا بھگوان کرشن

از۔ جہانماتی۔ ایل۔ وسوانی

ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ تمام منزل چمکار سے پُر ہے۔ اس چمکار کا ایک روپ روشنی ہے۔ جس کا تعلق ہماری
 آنکھوں سے ہے۔ اس چمکار کے اور بھی روپ ہیں۔ جن تک انسانی آنکھوں کی رسائی نہیں ہے۔ مثلاً عکس ریز اور
 الرٹرو ایلٹ ریز ہمیں بتایا گیا ہے کہ استفول پر کرتی ٹوٹ پھوٹ کر چمکار کے روپ میں بدل جاتی ہے۔ پر کرتی کے پرمانو
 چھلانگ لگاتے ہیں اور چمکار ہو جاتا ہے۔ کیا روحانی ارتقا (آتمک وکاس) میں چھلانگ نہیں لگائی جاتی۔ پرمانوؤں کا
 وکاس ان جیوؤں میں دیکھا۔ اور تصدیق کیا جا سکتا ہے۔ جن کا نام ہندو برہمنوں نے اوتار رکھا ہے۔ کرشن، بدھ،
 عیسے۔ ہر اوتار ایک خاص روحانی شکتی ایک روشنی ایک چمکار لے کر آیا۔

شری کرشن کے جیون میں میں کیا دیکھتا ہوں

۱۔ ایک آرٹسٹ کی جیوتی :- اُن میں حُسن کا چمکار تھا۔ انہوں نے ویراگ کا اپدیش نہیں دیا۔ بھٹو یوگ
 نہیں سکھایا، دُنیا سے ڈرنا نہیں بتایا۔ حُسن میں اُن کا اعتقاد تھا، وہ مادہ کی پوترتا کے ذریعے پُتراختان میں

و شواہد رکھتے تھے۔ یورپ کے شاہ اٹالیا (پٹر اٹھان) میں بھی سندرتا پر زور دیا گیا۔
وہ سندرتا شکنتی سے کاٹ دی گئی تھی۔ سندرتا اتم پوجا بن گئی۔ تفریح کی چیز ہو گئی۔ کرشن کے لئے سندرتا کا نام
تھی۔ چیتنا تھی۔ اس لئے کرشن نے یوگ اور ضبط نفس پر زور دیا ہے۔ موجودہ دور کے انسان کو اتم سکھ
خود غرضانہ خوشیوں سے رغبت ہے۔ حسن کا موجودہ معیار کرشن کے روحانی حسن کے تصور سے بہت مختلف ہے۔
۲۔ دور بینی کی روشنی :- گیتا اس روشنی سے پڑ ہے۔ کرشن نے گیتا کا اظہار اندر پرست کے
قریب دلی میں کیا۔ جو برہمنشی دیش کا مرکز ہے۔ یہ کہا گیا ہے کہ جس کے قبضہ میں دلی، اُس کے قبضہ میں ہندوستان
کو دیکھتے ہیں۔ وسیع الارض میدان میں کرشن نے گیتا دکھائی۔ جس میں سب سے اتم بھارتیہ گیان ہے۔

۳۔ پریم کا چمٹکار :- ذرا کرشن کے پریم کا تصور کرو۔ وہ عاجزانہ طور پر ارجن کے رتھ بان بن گئے۔
کرشن تو ایک نقاب میں تھے۔ لیکن انہوں نے جب اپنے اندر کے جمال کا دشمن ارجن کو کرایا، تو اس نقاب کو
اٹھا کر پھینک دیا۔ ارجن اُنکے آگے جھک گیا۔ اُنہیں بھگوان کہا، اور معافی چاہی۔ کتنی ہی دفعہ ارجن کرشن کی حکم
عدولی کر چکا تھا، اور بھگوان سے بڑی بے وقوفانہ بے تکلفی سے بات کی تھی۔

گیتا کا آدرش یہ ہے کہ یوگ شکتی کو نمرتا کے ساتھ بلایا جائے۔ گیان اور بھگتی کا سماولیش کیا جاوے۔ جو
پرانی ماتر پر دیا کرتا ہے، ہمدرد ہے، معاف کرتا ہے اور منکسر ہے، وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ چکا ہے۔ یہاں بودھ
گرتھ "نیک عمل کا کل" میں بھی ہم یہی خیال پاتے ہیں۔ اس میں بودھی ستو کا ذکر ہے۔ جس کے جذبات کا ان لفظوں
میں ذکر ہے :-

جو زلے میں ہیں دکھ درد کے ہاتھوں بے چین
اُن کا تیمار، طیب اور دوا بن جاؤں
ناخدا کیا ہوں۔ کشتی میں مسافر کے لئے
بھولے بھٹکے کے لئے راہ نما بن جاؤں
فٹکے ماندوں کے لئے کام دوں میں بستر کا
اور اندھیرے میں بھگتوں کو دیا بن جاؤں

گوکل اور برندا بن میں کچھ لوگوں نے کرشن کا چمٹکار کر لیا، اور کرشن اُن میں بس گئے۔ وہ
کرشن کی موجودگی میں کہتے آند کا انویھو کرتے تھے۔ اُن کی بنی کی دھن میں وہ کتنی مستی محسوس کرتے
تھے۔ ایک بڑی دلکش چھوٹی سی کہانی ہے۔ جو دیتا پتی نے اپنی حیرت انگیز شاعری میں نظم کی ہے۔
رادھا یہ محسوس کر رہی ہے کہ وہ مر رہی ہے، اور کرشن کی واپسی کے لئے بے تاب ہے۔ رادھا اپنی
سکھ لٹکا کے آگے اپنا دل کھول کر رکھ دیتی ہے۔ "میں مر رہی ہوں، لیکن میں اپنا کرشن کیسے دے جاؤں گی۔
اے سکھ میں مر رہی ہوں، مجھے کرشن کے نام سے ڈھک دو۔ اور اے لٹکا۔ اے میرے دل کی پیاری جو آخری

نام میرے کان میں پڑے ، وہ کرشن کا ہو ۔

” اے سکتھی میرے شریک کو جھٹانا نہیں ۔ میری لاش کو جتنا میں تیرے بھی نہ دینا ، بلکہ میرے جسم کو کامنی کے درخت کی شاخوں سے باندھ دینا ۔ جس کا رنگ کرشن کے رنگ سے ملتا جلتا ہے ۔ میرے جسم کو وہیں رہنے دینا ۔ ممکن ہے میرا کرشن کبھی اُدھر آئے ۔ اور جب وہ آئے گا اُس کی نظر پڑتے ہی میرے جسم میں جان آجائے گی ۔ ہاں اے سکتھی ! میرے کانوں میں کاہنا کا گیت گانا ۔ کہ میں کرشن نام اُمرت کا پان کرتے ہوئے پران چھوڑ دوں “

ان مبارک ہستیوں کی زندگیاں اُبھلا سناؤں سے پڑ رہی ہیں ۔ جنہوں نے مختلف یگوں میں اپنے آپ کو بھگوان کے سمرپ کر دیا ۔ لڑ بچہ میں جو دلایز کہانیاں میں نے پڑھی ہیں ۔ ان میں سے صفِ اول میں یہ کہانی ہے کہ چینیٹہ کس طرح بھگوان کے بھگت بنے ۔ چینیٹہ گیتا پڑھ رہے تھے ۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے ۔ اور پہاڑوں ، دریاؤں اور سمندر کے گہرے شام رنگ میں ، جتنا میں اور خلیج بنگال میں انہیں کرشن ہی نظر آتے ہیں ۔ چینیٹہ سمادھی میں چلے جاتے ہیں ۔ اپنے آپ کو کرشن کا بھنگی کہتے ہیں ۔ ایک ملک التجار کا لڑکا اپنی دولت کرشن پریم میں اگر غریبوں میں لٹا دیتا ہے ۔ رکھو تاتھ عیش کی زندگی بسر کرنے سے انکار کر دیتا ہے ، اور ایک غریب آدمی کی طرح زندگی بسر کرتا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میں آرام قبول کروں تو کرشن کا دھیان مدھم پڑ جاتا ہے ۔ سو ردا س اور میراں نے بھگوان کرشن کا نام گا گا کر بارہا آنسو بہائے ۔ ایک گیت میں کہا ہے ۔

” میری آنکھیں تیری راہ میں لگی ہیں

بھگوان میں تجھ سے کب ملوں گا “

کرشن جہنم آٹھی کی تقریب آرہی ہے ، اور وہ یہ حوصلہ بڑھا رہی ہے ، کہ میری زندگی دن دُونی رات پوگنی پریم کے دیوتا کے چرن کلوں میں آرہی ہو ۔ ” اوم “

یا رب گل و گلزار میں اک توں نظر آیا
جلوے تیری قدرت کے ہر جان نظر آئے
کہتا ہے تجھ کوئی کہ توں پردہ نشیں ہے
گلشن میں تیرا گھر ہے بیاباں بھی تیرا گھر
ہر ساز کے پردہ میں صدا تری سنی ہے
آواز میں لبیک کی تیرا سوز بھرا ہے
زاہلا کے دل پاک میں توجہ نہا ہے
صحت تیرا جلوہ ہے شفا ہے تیرا جلوہ
توں امن و امان میں ہی مجھ کو نظر آیا ہے
توں لطف بخش ہو سکے سخن میں ہوا پہاں

اور وادیے پر خار میں اک توں نظر آیا
بحر و بر و کہسار میں اک توں نظر آیا
ہر کوچہ و بازار میں اک توں نظر آیا
کیا پھول میں کیا خار میں اک توں نظر آیا
سادگی کی ہزار میں اک توں نظر آیا
اور پھول کے رخسار میں اک توں نظر آیا
بد مست مے خوار میں اک توں نظر آیا
بیماری و آوار میں اک توں نظر آیا
چلتی ہوئی تلوار میں اک توں نظر آیا
گوستا میں کے اشعار میں اک توں نظر آیا

شری کرشن جی کی شان میں

از جناب قمر بدایونی



خودی کے زعم میں انسان جب فتنے اٹھاتا ہے
بقاوت غالب آجاتی ہے جب صدق ارادت ہے
جہاں میں عام ہو جاتا ہے جب دُور زبوں کاری
دلوں میں اصل مقصد کی طلب باقی نہیں رہتی
حمیت سلب ہو جاتی ہے جب غیرت نہیں رہتی
بھڑک اٹھتے ہیں شعلے نفرت و بغض و عداوت کے
گدڑ جاتا ہے سارا وقت آپس کے جھبیلوں میں
لہو کی ندیاں بہتی ہیں فیض عام کے بدلے
تو کوئی خاص بندہ بھیج دیتی ہے ہدایت کو
چلاتے ہیں یہی بھٹکے ہوؤں کو سیدھے راستے پر
کہیں کہتے ہیں پیغمبر کہیں اوتار کہتے ہیں
کہ جن کی بانسری کے بول پیغامِ محبت تھے

چلن انسانیت کے جب زمانہ بھول جاتا ہے
گھٹا شورش کی چھا جاتی ہے جب عزمِ صداقت پر
بدل دیتی ہے جب حسنِ عمل کو زشت کرداری
تیز و نیک و بد لوگوں میں جب باقی نہیں رہتی
محبت اور ہمدردی کی جب عزت نہیں رہتی
فضائے امن آجاتی ہے۔ رزغے میں جہالت کے
ہم آہنگی سماجوں میں سمجھاؤں میں نہ میلوں میں
ویسے جاتے ہیں دکھ مخلوق کو آرام کے بدلے
یہ حالت دیکھ کر جب رحم آجاتا ہے قدرت کو
انہیں مخصوص بندوں کے نقب ہیں ہادی و رہبر
انہیں کو بھگت ان کے رحمتِ غفار کہتے ہیں
انہیں میں کرشن بھگوان ایک منادِ حقیقت تھے

پیامِ امن و درسِ حریت کا نام گیتا ہے
قمر تبلیغ ربط و ضبط کا پیغام گیتا ہے

شری چیتن مہا پرکھو کی

ایک دھوبی پر کرپا درسی

آنانکھ خاک را بہ نظر کہیا کُنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بہا کُنند (حافظ)

دھوبی کھاٹ پر کپڑے دھو رہا تھا۔ چھو اچھو کی آواز کی رٹ لگی ہوئی تھی۔ مہا پرکھو چیتن دیوجی اُدھر سے گزر رہے۔ دل میں خیال آیا۔ یہ سب کے کپڑوں کو دھو کر شدھ کر دیتا ہے، سب داغ دھبے چھڑا دیتا ہے۔ پرتو اسکو کون شدھ کرے گا۔ اس کے ہر دے سے مایا۔ مودہ کے دھبے کون اتارے گا۔ کیا یہ بیچارہ دوسروں کو شدھ کرنا ہوا خود میلا ہی رہ جائے گا۔ سحر رحمت جوش میں آیا۔ دل میں دیا کے جذبے نے جوش کیا، اور نظر کرم اُٹھی اور دھوبی کو اٹھا کر لے گئی۔

آپ دھوبی کے پاس پہنچے اور کہا بھائی "ہری بول"۔ دھوبی نے سر اٹھایا اور ایک گیر وے بستر دھاری سنیا سی کو کھڑے دیکھا اور منہ نیچے کر کے بولا۔ مہاراج یہ کھاٹ ہے۔ گھر نہیں ہے۔ میرے پاس آپ کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

مہا پرکھو بولے۔ بھائی "ہری بول"۔

دھوبی نے پھر کہا ساداجی۔ معاف کیجئے۔ یہ دوسروں کے کپڑے ہیں۔ میں انہیں نہیں دے سکتا، اور میرے اپنے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

مہا پرکھو مسکرائے۔ بھائی مانگتا مانگتا کچھ نہیں۔ صرف یہی چاہتا ہوں کہ تو ایک دفعہ "ہری بول"۔ دھوبی نے ترش رو ہو کر کہا۔ معاف کیجئے اور اپنا راستہ لیجئے۔ میرے پاس ابھی بہت کام ہے۔ آپ کا اپدیش سننے کا وقت نہیں ہے۔

بھائی میں کب کہتا ہوں کہ تم اپنا کام بند کرو۔ اپنا کام بھی کیئے جاؤ اور مجھ سے "ہری بول"۔ دھوبی — کرپا کر کے چلے جایئے۔ نہیں تو دھکے دے کر نکالے جاؤ گے۔

"میں نہیں جاؤں گا۔ چاہے آپ ناراض ہوں یا دھتے دیں۔ میں مانگتا بھی کچھ نہیں۔ صرف یہی چاہتا ہوں تو ایک دفعہ ہری بول۔"

"میں نہیں بولوں گا۔"

"اور میں نہیں جاؤں گا۔ بار بار کہے جاؤں گا۔" ہری بول۔ "ہری بول۔"

دھوبی نے دیکھا یہ سادھو بڑی طرح پیچھے پڑ گیا ہے۔ طے نہیں ٹلنا، کیا کروں۔ اتنے میں مہا پر بھو بولے۔ بس ایک دفعہ "ہری بول" اور میں چلا جاؤں گا۔ دھوبی نے بہ ہزار تامل منہ سے کہا "ہری بول۔"

مہاراج چل دیئے۔ اور دُور کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے۔

دھوبی چھو اچھو بھول کر "ہری بول" "ہری بول" کہہ رہا ہے۔ گویا یہ شبید اُس کی زبان سے چمٹ گئے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد دھوبی نے کپڑے دھونے کو کر دیئے بند اور پانی سے باہر نکل کر دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر خوب نذر

سے "ہری بول" "ہری بول" کہہ کر ناچ رہا تھا۔ دھوبی کی یہ دشا دوسرے دھوبیوں نے دیکھی، تو سمجھا کہ سادھو نے جاؤ

کر دیا ہے، اور دھوبی باؤلا ہو گیا ہے۔ وہ اُس کو پکڑنے کے لئے آئے۔ جو جو ہاتھ لگاتا۔ ہاتھ لگاتے ہی "ہری بول" "ہری

بول" کہہ کر ناچنے لگ جاتا۔ تھوڑی ہی دیر میں گھاٹ کے سب دھوبی ناچنے لگ گئے اور "ہری بول" کے نعروں

سے سارا گاؤں باہر آ گیا۔

جاؤ کر مسکراتے ہوئے اپنی راہ چلے گئے، اور دھوبی کئی گھنٹوں تک متواتر ناچتے اور "ہری بول" کے نعرے لگاتے

رہے۔ حتیٰ کہ سب تھک کر بے ہوش ہو کر زمین پر آ پڑے۔

وہ سب دھوبی اس مہا آتما کی دیالتا سے بھگوت بھگت بن گئے۔

جو ڈھونڈتا ہے۔ وہ پاتا ہے، جو مانگتا ہے، وہ پاتا ہے۔ جو چلتا ہے وہ منزل مقصود کو پہنچتا ہے۔ مگر وہانی وہ

ہے جو بن مانگے دے۔ جو چل نہ سکتا ہو۔ اس کو منزل مقصود پر پہنچانے والا خضر راہ ہے۔

سکہ دیوین دیکھ کر ہری دُور کریں اپرا دھ

کہیں کہیں وہ کب ملیں پر م سنبھی سادھ

رسالہ "اوم" کے خریداران توجہ دیں!

(۱) خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر (جو کہ پتہ والی چٹ پر چھپا ہوتا ہے) ملکہ

لکھا کریں۔ اگر نمبر یاد نہ ہو، تو کم از کم یہ ضرور لکھیں کہ "میں پُرانا خریدار ہوں"۔ اور اگر نئے خریدار ہیں تو یہ ضرور لکھیں کہ میں نیا

خریدار ہوں۔ خریداری نمبر اپنی کسی نوٹ بک میں نوٹ کر رکھیں۔ (۲) ہر انگریزی ماہ کی ۲۵ یا ۳۰ تاریخ کو رسالہ "اوم"

شائع کیا جاتا ہے۔ اگر وقت پرنے سے تو اتنا تاریخ کے بعد اور اتنا تاریخ کے اندر پہنچنے کی اطلاع ضرور دیں۔ ہم دوبارہ

مفت بھیج دیں گے۔ لیکن دو دو تین تین ماہ کے بعد شکایت کرنا بیسود ہوگی۔ خریداری نمبر کا حوالہ دینے پر فوراً تعمیل ہوگی۔

سچی شناسی کے اُپائے

لازوال اور

از - بشری ۱۰۸ سوامی گوپند آنند جی مہاراج

سوال نمبر ۱ - ہے بھگون! منش ہر وقت کام کر دھو بیماری وغیرہ دکھوں سے اشانت اور دکھی رہتا ہے اسکا کوئی مکمل علاج تجویز فرمائیے؟

جواب - پیارے سچی شناسی تو مکمل پرمارتھ سے ہی مل سکتی ہے اور اسی سے سرب دکھ توڑتی اور پرمانند کی پراپتی ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۲ - بھگون! پرمارتھ کیا ہے؟

جواب - پرمارتھ کا شروع - سنت اور اشنت کا بننے اور اخیر - کیول سنت دستو کا ہی اٹھوہے۔

سوال نمبر ۳ - پرمارتھ میں ترقی کے کیا اصول ہیں؟

جواب - مل (یعنی پاؤں کا ذخیرہ جس کے سبب بار بار وشیوں کی طرف چیت جاتا ہے۔ جو نیشکام کرم سے دور رہتا ہے) اور وکھشپ (یعنی من کی چنچلتا۔ جو اپاسنا یعنی چیت برقی اکاگرہ کر کے کسی دھیان میں لگانے سے دور ہوتا ہے) دونوں دوشوں کو دور کر کے ذیل کے چاروں سادھن سہت ہوتے ہوئے گورو مشروتری برہم نیشٹی سے سنت اپدیش کا شروع و دھی پوریک کر کے اس کا منن مدھیاسن کرنا ہی پرمارتھ ترقی کے اصول ہیں۔ وہ چاروں سادھن یہ ہیں:-

(۱) ووبیک - سنت اشنت کا وچار - (۲) ویراک - انت پدارتھوں میں راگ نہ ہو کر ان کے تیگ کی اچھا۔
(۳) کھٹ سمپتی - جو چھ مل کر ایک سادھن بنتا ہے۔

(۱) شتم - من کا اپنی جگہ پر قائم ہونا، (۲) دم - اندریوں کا وشیوں سے روکنا، (۳) اپرتی - وشے اور وشی پُرشوں سے دور رہنا، (۴) تنکشتا - دکھ شکھ، گرنی، سردی، بھوک، پیاس وغیرہ کا سہارا نہ ہونا، (۵) مشردھا - سنت گورو اور سنت شاستر کے واکوں پر سنت ہونے کا پورا یقین۔
(۶) چیت کو باہر سے ہٹا کر انتر ماکھ ٹھہرانا۔

۴ - موکشا - مکتی کی پوری خواہش جو دور ہونے والی نہ ہو۔

ان سادھنوں کے مہرت ہوتا ہوا جب یہ جگیا سوسنت اپدیش یعنی بت توم اسی تاتھمسید وید کے مہا واکیہ کا ارتھ سمجھ کر اپنی جگہ وچار کرنا شروع کرتا ہے، تب اس کو معلوم پڑتا ہے کہ استھول شریر (جو پانچ بھوتوں کی پچیس

پر کرتیوں کا بنا ہوا است جڑ دکھ پر پھنچ روپ ہے) میں نہیں ہوں، اور نہ ہی میں سوکھ شریہ (سناٹا تنوؤں والا) ہوں اور نہ ہی میں کارن شریہ (اودیا یا بے خبری روپ) ہوں۔ میں آوان کا جانن مارکھشترگیہ درشتا ساکنی آتما ان سب جڑوی کل عینوں شریوں اور بان کے دھرموں اور اچھے برے مقبول سے اتیت سچا اند پورن ہوں۔ ایسا وچار کر کے جب آپ کو آتما برہم نشیجے کر لیتا ہے۔ تب ہی اس کے ادھیا تمک (مانسک) ادھی بھوتک (شاریرک) اور ادھی پوک (ایرونی) تینوں قسم کے دکھ دور ہو جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۴۔ جتنوں نے پرمارتھ میں کمال حاصل کیا۔ وہ کن کن اصولوں پر کاربند ہوتے ہیں؟
جواب۔ جب تینوں شریوں دلشٹھی، سمشٹھی کو معد ان کے دھرموں کے متبعیا جان کر ان کا مادھ کر دیا جاتا ہے اور متو ناش واسنا بھتے ہو کر شیش ایک نرویش آتما ادویت ہی رہ جاتا ہے، تو اس اوستھا میں پرمانند کی پراپتی جسے لازوال شانتی بھی کہا جاتا ہے، پراپت ہوتی ہے اور کوئی دکھ یا شوک وغیرہ اس اوستھا میں نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ آتما ان سے اتیت یا پر سے ہے۔ یہاں اس پرمارتھ کے کمال سے مراد درڈھ اپر دکھش آلو بھولی جائے گی۔ اس کے بعد نشیجے گیان، مکھ بھکتی ورتن ویراک کے اصولوں پر گیان وان موصوف کار بند یا عامل ہوتا ہے۔

دو، نشیجے گیان، تمام نام روپ پاسار کو انتر میں متبعیا سمجھتے ہوئے ان کا مادھ کر کے شدھ برتی دوارا اپنے آتما کو ادویت سچا اند اپر دکھش (سنشیہ و پریرہت) آلو بھو کر کے انتر صھی میں اس نشیجے کا ہمیشہ بنا رہنا یہی نشیجے گیان کہلاتا ہے۔

(ج) مکھ بھکتی۔ ایکانت میں جس شدھ برتی کے ذریعہ برہم کو آتم روپ سے آلو بھو کیا ہے۔ اس برتی کا پڑاہ جاری رہنا اصلی بھکتی گیان وانوں کی ہے۔ اور بواہر کال میں آتم بھاؤنا رکھتے ہوئے سب سے پیار کرتے ہوئے سب کے ہمت میں برتنا یہ بھی اس بھکتی میں داخل ہے

(ج) ورتن ویراک۔ اورشٹ آوسار یا پہلے سو بھاؤں سے اگر چیت کسی پدارتھ کی طرف چلا جاوے، تو اسکو متبعیا درشتی کے بل سے اس طرف سے ہٹالینا۔ اگر بالفرض ورتن میں بھی آجاوے تو اس پدارتھ یا درشتے کو متبعیا دیکھتے ہوئے اس میں اسکت نہ ہو کر اندریہ آدکوں سے اس کا استعمال اور نشیجے میں ان سے آسکتا اور نہ لپٹتا یہی گیان وان کا ورتن ویراک ہے۔

سوال نمبر ۵۔ پرمارتھ سے پتن کے کیا کارن ہیں۔ یعنی کئی پہلے بڑے شوق اور ویراک سے تیاگ کرتے ہیں۔ بڑی اونچی استھتی کو پہنچتے ہیں۔ مگر بعد میں پھر سنسار میں پھنس جاتے ہیں۔ اور ان میں پھر راگ دولیش (مانسا کھن وغیرہ) میں پھرتی ہو جاتی ہے۔ اور ان میں دنجہ ابھمان اور زیادہ آجاتا ہے۔ اس کا کیا کارن ہے؟
جواب۔ بڑی اور اونچی استھتی نام تو مکمل پرمارتھ یعنی درڈھ گیان کی اوستھا کا ہے۔ اس سے تو کبھی تنزل یا پتن نہیں ہو سکتا۔

اگر عام لوگوں یا چلیوں کی پرشٹھا یا شہرت یا کسی سدھی کا ہو جانا یا ادھیان آدکوں کا لگا کر بیٹھنا یا شکھشا

کافی کام سہارا یا نکل پدارتھوں کا بیرونی تیاگ دیکھ کر اُس کو اونچی استھتی کہا جاوے اور شاستری اور کول گیان دیکھتے ہوئے ان کو گیان وان سمجھا جاوے، تو پھر سنا میں پدارتھوں کے سنگ دوش اور اُس کے پُرانے سبھاؤں کو جی کو فریاد اور وچار کے بل سے تبدیل نہیں کر سکتا، اور عام گیانیوں یا نقلی ویراگ وانوں یا صرف شاستری گیانی پُرشوں کی طرف ہی اِس کی نظر اور سنگت رہتی ہے۔ یہی کارن اُس میں ذبح ابھمان وغیرہ کا ہو کر پھر پدارتھوں میں راگ دوش پودوک پرورت ہو جاتا ہے اور یہی پرمارتھ سے پتن یا زوال کا کارن ہے جس سے آشنائی بنی رہتی ہے۔ اور شانتی کا مکھ نہیں دیکھ سکتا۔

نوٹ :- جب پُرش کی پہنچ اوستھا درگھ گیان اور برہم ابھیاس کے بل سے ہو جاتی ہے یعنی بوہار اور پرمارتھ میں فرق نہیں پڑتیت ہوتا یا سب پرتیوں اور نام روپ میں وہی ایک آتما جلوہ زن ہوتا ہے تو وہی پُرش تنو گیان منونا بش واسنا کشے کے مکمل ابھیاس سے بھوکا آرٹھ ہو جاتا ہے۔ تب ہی پُردن پرمانند اور پُردن شانتی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اِس اوستھا میں آتما تیا گیان وان پُرش سب شکوں سے تر جاتا ہے اور یہی سچی شانتی کی اودھی ہے۔

"اُم شانتی شانتی شانتی اُم"

مئے وحدت کا اثر

از - شری ۸۔۸ اسوامی پری پورنا نند جی جہار پور

عقل و غرور سے یارو بیکانہ ہو گیا ہوں
ساقی کی شمع روپ پروانہ ہو گیا ہوں
ساقی سبُو ہوں میں خود پیمانہ ہو گیا ہوں
اُس دن سے گویا خود ہی میخانہ ہو گیا ہوں
ساقی کی خاک پا پر نذرانہ ہو گیا ہوں
قطرے سے بحر ہو کر فرزانہ ہو گیا ہوں
صورت پہ آپ اپنی دیوانہ ہو گیا ہوں
شاہوں کے ساتھ مل کر شاہانہ ہو گیا ہوں
فرحت خوشی کا پورن کا شانہ ہو گیا ہوں

پی کر شراب وحدت مستانہ ہو گیا ہوں
کہنے کی کچھ زباں سے کس کو بے ہوش و فرحت
جو حالت برمی اے یارویاں تک بیخودی کی
جب سے پلایا بھر کے ساقی نے جام وحدت
یارو بتا دوں کیونکر حاصل ہوئی یہ مستی
ہستی مٹا کے اپنی نابود نہیں ہوا ہوں
ہر دو جہاں میں مجھ سا عاشق ملے نہ ہرگز
فضل و کرم سے ساقی کے ہم نشست ہوں میں
رنج و الم کہاں اب ڈھونڈے ملیں نہ مجھ میں

امرت بانی

(گورو گرتھ صاحب سے) ————— (سترجم ایڈیٹر)

مائی میں دھن پائیو ہری نام
 من میرودھاون تے چھو پو
 مایا مت اتن تے بھائی
 لوبھ موہ ایہ پرک نہ سکیں
 جہنم جنم کا سنسا چوکا
 ترشٹا سکل پتاسی مکتے
 جاناگو ہوت دیال کر پانڈ
 کھونا نک ایہ بدھ کی سیسے
 کوؤ گورمکھ پاوے
 (گورو گرتھ)

بھوا اور تھیں سنسار میں شانتی ایک ایننت درلیمہ پدارتھ ہے۔ اور درلیمہ پدارتھ وہ ہوتا ہے۔ جو مقدار میں کم ہے۔ چنانچہ پرکھش دیکھنے میں آتا ہے کہ تقریباً سارا سنسار درلیمہ شیب روپ اگنی میں دھک دھک کر کے جل رہا ہے۔ اگرچہ شانتی اور سکھ کے لئے ہی سب کوشاں ہیں۔ لیکن اس کی پراپتی بہت تھوڑوں کو ہوتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ان سب کی دھوند بھال غلط ہے بلکہ ان پدارتھوں میں ہے۔ جہاں اگرچہ شانتی نظر تو ضرور آتی ہے۔ مگر نہ نہیں جس طرح کلر کی جھومی میں بانی نظر آتا ہے۔ مگر وہاں نہیں لیکن جو ہر اس بات سے آگاہ نہیں ہوتے وہ چمکتے ہوئے کلر کو ہی سچ بانی تصور کرتے ہوئے بھٹک بھٹک کر پیاسے ہی مر جاتے ہیں اور ان کو پانی نصیب نہیں ہوتا۔ اسی طرح ادویکی پرانی ہی اس سنسار میں جو کہ سکھ سے بالکل شوٹن ہے۔ سکھ روپ جان کر اس کے چپکے لیکن بالکل جھوٹے پدارتھوں پر لٹو ہو سکھ اور شانتی کے لئے برقا ہی اپنے سمے کو گنوا تے ہیں۔ اور اس دودرلیمہ منش جیون کو کھو بیٹھتے ہیں جس جیون سے سچی اور حقیقی شانتی کی پراپتی ہونی تھی۔ اگر تلاش غلط ہو، تو کوئی وجہ نہیں کہ سچی شانتی پراپت نہ ہو۔ اس لئے بگاڑ ہے، تو صوف سچ اور جھوٹ کی پہچان میں۔ چونکہ پرانی وویک نہیں کرتا، اور ہناسوچے سمجھے دودرلیمہ روپ کرتا رہتا ہے۔ اسی سبب پورن اور مکمل شانتی کو نہیں پاتا۔

اوم شانتی شانتی شانتی

ویراک شتک

(مسلسل)

منظوم از شری سہاسرنامی۔ ایم۔ اے

شلوک نمبر ۱۰۶

جانتے ہیں کپڑا، غورت۔ مال و زر سب کو فضول
بے تعلق بے غرض رہتے ہیں وہ ہر چیز سے
پہلے حاصل تھی نہ اب ہے، نہ وہ آئینہ ہی ہو
چاہتے یہ ہیں کہ کچھ اس سے سبوا حاصل کریں

جو نہیں سمجھے برہم گیانی اُن کے ہیں کیسے اصول
تو کہہ دیتے ہیں وہ سامان سارے عیش کے
اور اک ہم ہیں کہ یہ نعمت ہمارے قلب کو
کیونکہ جو کچھ اپنی قسمت سے میسر ہے ہمیں

شلوک نمبر ۱۰۷

مثل دشمن ناتوانی چھاؤنی چھانے لگی
پھوٹے ٹمکے سے بہا کرتا ہے پانی جس طرح
کام وہ کرتے ہیں جو بن جائے تکلیف اور روگ

شیر کی مانند پیری ہم کو دھمکانے لگی
غم گھنٹی جا رہی ہے آٹے دن کچھ اس طرح
پھر تعجب ہے کہ اس صورت میں بھی نادان لوگ

شلوک نمبر ۱۰۸

روستی آنکھوں کی کانوں کی سماعت بھی گئی
چھوڑ کر تعظیم ہم کو جانتے ہیں بے تمیز
بلکہ چلتی ہے زباں باتوں میں اُس کی تیز تیز
بیٹیاں بیٹے بھی ہو جاتے ہیں حسب اس کے حریف

جسم کٹا، حال بگڑا اور ٹوٹے دانت بھی
رال منہ سے بہتی ہے کرتے ہیں نفرت سب عزیز
اپنی بیوی تک کو بھی خدمت سے ہوتا ہے گریز
کیا قیامت ہے کہ جب انسان ہوتا ہے ضعیف

شلوک ۱۰۹-۱۱۰

بچے سے بڑھ کر جواں ہوتا ہے ہر اک آدمی
یوا لکوس، عیاش، زانی ہے تو بے جس ہے کبھی
زندگی اور موت میں رہتا نہیں ہے کوئی بھید
موت کے پردے میں جا چھپتا ہے کر کے دور دھوپ

عبرت و افسوس کے قابل ہے حال زندگی
ساحب زر ہے کبھی نادار و مفلس ہے کبھی
لوٹھا ہو جاتا ہے ہو جاتے ہیں بال اُس کے سفید
الغرض نٹ کی طرح ہر دم بدل کرتا زہ روپ

شلوک نمبر ۱۱۱

سیج پھولوں کی ہو، یا کوئی چٹان اک کوہ کی
سب برابر ہوں نظر میں وہ سخی ہوں یا ہوں شوم
نام شوجی کا جس میں ہم ہو نہ کوئی اور تاک

دولت ہو یا سانپ کی مانند دشمن ہو کوئی
بھار کے کانٹے ہوں یا ہو ناز نینوں کا، نجوم
بس میں خواہش ہو کہ اب پوتر اور صاف

(غتم شد)

یوگ — اور — اس کا مقصد

از۔ مہرشی سوامی شیوانند جی سرسوتی

دنیاوی زندگی بہت شور و غل سے بھرپور ہوتی ہے۔ اس میں مصیبتیں، تکلیفیں، بے چینی اور بڑے آمار چڑھاؤ ہوتے ہیں۔ دنیا دار روحانی دیوالیہ ہوتا ہے خواہ اس سے پاس روپیہ پیسہ بہت ہو بہت ہوشیار اور سمجھدار ہو۔ اور سوسائٹی میں بڑا اعلیٰ رتبہ رکھتا ہو۔ روحانی دولت ہی اصلی کبھی ختم نہ ہونے والی دولت ہے۔ روحانی گیان ہی سچا گیان ہے۔ روحانی زندگی ہی اصلی زندگی ہے۔ ایک پورن یوگی ہی تمام دنیا کا اصلی شہنشاہ ہے۔ دنیاوی تکلیف کا کارن زندہ رہنے اور سنسار کے بھوگ بھوگنے کی خواہش ہے۔ پاتنجی مہرشی نے اس زبردست خواہش کا نام "ابھی نویش" رکھا ہے خواہش کا کارن اگیان ہے۔ اگر آتم گیان حاصل کرنے سے یہ بنیادی سبب اگیان دور ہو جاوے تو تمام خواہشات اور زندگی سے محبت اور تمام تکلیفیں بالکل ختم ہو جاویں گی۔ شوہن ہو رنے "ابھی نویش" کی بجائے "جینے کی خواہش" استعمال کیا ہے۔

خود غرض آدمی نیک نہیں ہوتا۔ لگاؤ اور جذباتی کا خیال ہمیں بڑے درجہ تک موجود رہتا ہے۔ اس میں وہ خوبیاں جو یوگ کے لئے ضروری ہیں، آئیں نہیں سکتیں۔ یوگی بننے اور یوگ سیکھنے کی خواہش اسی شخص میں پیدا ہو سکتی ہے، جو خود غرضی سے آزاد ہے، جو نیک ہے اور جس کے چار دھارک ہیں۔ خود غرضی دل کو تنگ بناتی ہے اور آدمی کو مجبور کرتی ہے کہ دوسروں کو نقصان پہنچائے، اور ناجائز طریقوں سے اوروں کا مال و جائیداد پر قبضہ کرے۔ یہ خود غرضی ہی ہے، جو یوگ سے پاپ کر داتی ہے۔

یوگ آتم انتی کے لئے ایک مکمل عملی طریقہ ہے۔ اس سے شریر میں اور آتما کی اتی ہوتی ہے۔ یہ ایک مکمل سائنس ہے اس سے تمام قدرت کے اوپر پوری فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ اخلاقی اتی حاصل کرنے میں مدد دیتا ہے، من کو یکسو کرتا ہے۔ اور آتما کی شکستیاں کھولتا ہے۔ یہ سادھک کو تین گتوں سے علیحدہ ہو کر سادھی کے ذریعے بھگوان سے مل کر پورن سوتنترتا یا کیولیہ عطا کرتا ہے۔ یہ انسان کو خدا بناتا ہے۔ مایوسوں کے لئے امید کا پیغام لاتا ہے۔ پڑے مردہ دلوں کو خوشی، کمزوروں کو طاقت، ناخاندلوں کو گیان بخشتا ہے۔ یوگ پورن آئندہ اور شانتی کے سلطنت کے دروازوں کی پوشیدہ کنجی ہے۔ تمہاری روحانی ترقی کی پیمائش اس امر سے ہوتی ہے کہ تم نے بیرونی حالات، تکلیفوں، مشکلوں وغیرہ پر کس قدر فتح حاصل کی ہے۔ ایک یوگی یا ربشی ہر حالت میں من کا توازن قائم رکھتا ہے۔ وہ چٹان کی طرح سخت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک نہایت مضبوط بنیاد یعنی آتما کے اوپر کھڑا ہے، اور اسی لئے اُسے "دھیر" کہتے ہیں۔ بھگوان کرشن ارجن کو کہتے ہیں

جس شخص کو یہ شے تکلیف نہیں دیتے، جو دکھ سکھ میں یکساں رہتا ہے۔ وہی موکش کے قابل ہوتا ہے۔
جس طرح ایندھن کے ختم ہو جانے پر آگ اپنے منبع میں جاتی ہے۔ اسی طرح سنگلپ اور خیالات کے تاش ہونے پر
من بھی اپنے منبع آتما میں مل جاتا ہے۔ تب ہی کیولیہ حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن تمام خیالات ایک دن میں تاش نہیں ہو سکتے۔
مانسک ورتیوں کے تاش کا طریقہ بڑا مشکل اور طویل ہے۔ لیکن گھبرا کر اور نا اُمید ہو کر راستہ میں ہی کوشش چھوڑ دینی
چاہیئے۔ تمہاری پہلی کوشش خیالات کو قابو کرنے کی ہونی چاہیئے۔

پہلے اپنی ضروریات اور خواہشات کو کم کرو۔ تمام خیالات کم ہو جائیں گے۔ آہستہ آہستہ وہ بالکل تاش ہو جائیگی۔
خیالات سمندر کی لہروں کی طرح ہیں۔ وہ بے شمار ہیں۔ تم شروع میں شاید غضبناک ہو جاؤ۔ کچھ خیالات دب جاویں گے۔
لیکن پھر ایک ندی کی طرح چھوٹ پڑیں گے۔ وہی پڑنے والے خیالات جو ایک دفعہ دب گئے تھے۔ کچھ غصہ کے بعد پھر نمودار ہو
جاتے ہیں۔ کسی وقت بھی نا اُمید نہ ہوں۔ کامیابی نہیں ضرور حاصل ہوگی۔ پڑنے والے زمانے کے تمام یوگیوں کو بھی یہی شکلات پیش
آئی تھیں۔ جو اب تم محسوس کر رہے ہو۔

ہوشیار اور سمجھ دار لوگ ہر وقت اپنی تیر کمان لئے اپنے آوارہ اور شرارتی اور بھگوت سے من کو مارنے کے لئے تیار
رہتا ہے۔ وہ اخلاقی اُنتی حاصل کرتا ہے۔ جو اس کو قابو میں رکھتا ہے۔ سانس کو باقاعدہ بناتا ہے۔ خود اک میں اعتدال
رکھتا ہے۔ دیوہج کی رکشا کرتا ہے۔ اور آخر میں براہ راست من پر حملہ کرتا ہے۔ پھر وہ گہری اسمیرگیات سہادی میں داخل
ہوتا ہے۔ مُندک اُپنشد میں لکھا ہے۔ کہ "پرنو کمان ہے۔ من تیر ہے اور برہم نشا ہے۔ اگر انسان ذرا ہوشیاری سے نشا
پر تیر چلاوے۔ تو وہ اُس کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے"

جس طرح ایک شکاری حمال پھیلا کر ہرن پکڑتا ہے۔ اسی طرح لوگ کا ویا رتھی نادیا مانا ہمت آوازوں سے جو اس
کے دائیں کان میں آتی ہیں من کو پکڑتا ہے۔ نادیا میٹھی دلکش آوازیں جو کانوں میں سُنانی دیتی ہیں۔ پہلے پہل من کو کھینچتی
ہیں۔ پھر وہ اُس کو باندھ لیتی ہیں، اور آخر مار دیتی ہیں۔ من ناد کے اندر جذب ہو جاتا ہے۔ من کو باندھنے سے
مُراد ہے من کو ستھر کرنا۔ من کو مارنے سے مطلب ہے۔ من کو آواز کے اندر جذب کرنا۔ پھر وہ ادھر ادھر دور نہیں کتا۔
ہرشی یا تجلی کے مطابق تپتیا، دھارماک پستکوں کا مطالعہ، کسی منتر کا جاپ، بھگوان کی بھگتی یا شرن
اگتی۔ کریا لوگ کہلاتا ہے۔ یہ دوسرے ادھیائے سادھن پیک کا پہلا سوتر ہے۔ اس کریا لوگ کا عمل من کو سہادی کی
اوستھا کے لئے تیار کرتا ہے۔ یہ من کو شدھ کرتا ہے۔ اور پانچ ویا دھیال یعنی اودیا، خودی، موہ، نفرت اور جیون
کی خواہش کو دور کرتا ہے۔ پوتر اور بے غرض لوگ ہی ایشوری روشنی کو حاصل کرنے کے قابل بن سکیں گے۔

اوپر بیان کیا ہوا عمل لوگ کا ذریعہ ہے۔ یہ سب سے اُنچی قسم کا عمل ہے۔ لوگ کے ویا رتھی کو یہ ابتدائی لوگ ضرور
پوری تن دہی اور ایک من سے کرنا چاہیئے۔ اگر اُس کی پرواہ کرتے ہوئے ایک دم دھیان جملنے کی کوشش بکرو گے، تاکہ جلدی
بدھھیال حاصل ہوں تو تمہیں کامیابی نہیں ہوگی۔ ردھانی ترقی میں دیر ہوگی۔ لوگ میں ہر ایک قدم بہت ضروری ہے۔ پہلے
قدم پر پوری جہارت حاصل ہو جاوے۔ پھر دوسرے قدم کے لئے تیار ہو گے۔ نئے نئے لڑکے بہت بے صبر ہوتے ہیں اور ایک دم

سماوی چاہتے ہیں۔ وہ لوگوں میں شہرت، عزت اور ناموری حاصل کرنے کے لئے سب تھیلوں کے بہت خواہشمند ہوتے ہیں۔ انہیں اپنی تعریف کی بہت پیاس ہوتی ہے۔

لوگ دو یا پانچ لوگ کی سائنس کے مخلص اور سنجیدہ طالب علم کے لئے مہرشی پاتنجی کی راج لوگ کی کتاب میں بے پناہ خزانے موجود ہیں۔ لیکن ایک گورو کی مدد کے بغیر جن نے خود عملی طور پر سب لوگ کی کرپا کی مشق کی ہوئی ہو۔ اس پو تو رپتک کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنے سے تمہارا اثر بر طاقت اور قوت ارادی مضبوط اور اپنے اوپر قابو کرنے کی طاقت بہت زیادہ ہو جاوے گی۔ قدرت کی اندرونی اور بیرونی طاقتوں کے ہم مالک ہو جاؤ گے۔ تم قدرت پر حکومت کرو گے۔ قدرت کے تمام راز تمہارے سامنے کتاب کے صفحہ کی طرح کھل جائیں گے۔ تمام پوشیدہ قوتیں اور طاقتیں تمہارے سامنے چھپی ہوئی نہیں رہ سکیں گی۔

لوگ کے طالب علم کویم۔ نیم۔ سن۔ پرانا پیام میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد پر تیار ہار کا عمل کرنا چاہیے۔ جو اس کو ان کی خواہشات سے کھینچنے کا نام پر تیار ہار ہے۔ اس عمل سے ہی اصلی اندرونی زندگی شروع ہوتی ہے۔ پر تیار ہار سے ہی من تمہارے لکش یا نشا نہ پریم سکتا ہے۔ جس طرح گاڑی بان اڑیل بیلوں کو کھینچ کر گاڑی میں جوت دیتا ہے۔ اسی طرح بھاگتے ہوئے جو اس کو آہستہ آہستہ کھینچ کر ہوشیاری سے قابو میں کر دے۔

من کا تندرانیخف ہے۔ جو اس سہا ہی میں۔ من کی مدد کے بغیر جو اس کچھ نہیں کر سکتے۔ اگر تم من کو جو اس سے علیحدہ کر سکتے ہو، تو جو اس خود بخود ہی ٹھیک ہو جاوے گا۔

ایک بھگت پر تیار ہار نہیں کرتا، وہ اپنے آپ کو بھگوان کے پریم میں ڈبو نے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے من کو اس کے چون کمل میں پسند چہرے پر جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ خود ہی پر تیار ہار کی مہارت حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن ایک راج لوگ کو ارادتا پر تیار ہار کا عمل کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ لوگ بھی پر تیار ہار نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے آپ کو سیکلیوں اور نالوں سے علیحدہ کر کے پریم آتما سے جوڑتا ہے۔ ————— "ہری اوم تہ ستا"

(۱) سالنامہ "لوگ انک" جنوری اور فروری ۱۹۷۶ء دو ماہ کا پہلا تصور کیا گیا ہے۔ ماہ فروری میں کوئی علیحدہ پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ اگلا پرچہ باہت ماہ مارچ مورخہ پریم کو اس کی خدمت ہوگا۔ ماہ فروری کے پرچہ کیلئے خط و کتابت کرنا بیسود ہوگا۔ (۲) "لوگ انک" کی قیمت دس روپے مقرر ہے لیکن سالانہ چندہ - 26/- روپیہ میں مفت بھیج دیا جا رہا ہے۔ اس چندہ میں نئے خریداران کو "بالیکی رامائن" حصہ اول "گویندا پٹیل" کی کتاب سناکھ شیت باٹھ، "لوگ انک" اور "کائیتری" کتاب چار کتابیں بھی مفت بھیجی جا رہی ہیں۔

(۳) مئی آرڈر میں آرڈر کوں پریمی اپنا نام اور پورا پتہ مختص لکھا کریں اور اپنا خریداری نمبر بھی ضرور لکھیں۔ اگر آپ نئے خریدار ہیں تو یہی سانفہ ضرور لکھیں کہ "میں نیا خریدار ہوں۔" (۴) مئی آرڈر صرف سالانہ اوم دلی کے نام بھیجیں کسی ذاتی نام نہیں چیک بنام اوم دلی "THE OM DELHI" میں بھیجئے۔

(۵) مئی آرڈر کوں پریمی

اپنا نام اور پورا پتہ مختص لکھا کریں اور اپنا خریداری نمبر بھی ضرور لکھیں۔ اگر آپ نئے خریدار ہیں تو یہی سانفہ ضرور لکھیں کہ "میں نیا خریدار ہوں۔" (۴) مئی آرڈر صرف سالانہ اوم دلی کے نام بھیجیں کسی ذاتی نام نہیں چیک بنام اوم دلی "THE OM DELHI" میں بھیجئے۔

اوم

وہ

کوئی لیکن تمہارا دل نہیں

وہ قدرت کے ہر ساز کی لئے میں پایا

امیدوں کے رنگیں سہاروں میں پایا
 تمناؤں کے لالہ ذاروں میں پایا
 چمن کے مہکتے نظاروں میں پایا
 افق سے ابھرتی بہاروں میں پایا
 جو نہی کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
 وہ قدرت کے ہر ساز کی لئے میں پایا

ستاروں کی محمور چھاؤں میں پایا
 گلوں کی معطر فضاؤں میں پایا
 کبھی نغمے گاتی ہواؤں میں پایا
 کبھی مے پلاتی گھٹاؤں میں پایا
 جو نہی کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
 وہ قدرت کے ہر ساز کی لئے میں پایا

کبھی طائرؤں کے ترنم میں پایا
 کبھی محفلِ سرواںجس میں پایا

کبھی ہم نے رنگِ تبسم میں پایا
 کبھی آنسوؤں کے تلاطم میں پایا
 جو نہی کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
 وہ قدرت کے ہر ساز کی لئے میں پایا

کبھی ہم نے پر نور راہوں میں پایا
 کبھی ہم نے دلکش نگاہوں میں پایا
 کبھی ہم نے مفلس کی آہوں میں پایا
 کبھی ہم نے کمزور باہوں میں پایا
 جو نہی کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
 وہ قدرت کے ہر ساز کی لئے میں پایا

کبھی زندگی کے سفر میں ہے پایا
 کبھی رقصِ شام و سحر میں ہے پایا
 کبھی رُوئے شمس و قمر میں ہے پایا
 کبھی دامنِ خشک و تر میں ہے پایا
 جو نہی کھوج کی اُسکو ہر شے میں پایا
 وہ قدرت کے ہر ساز کی لئے میں پایا

اَوَّل

تذکرۃ الاولیاء

یعنی اللہ والوں کی باتیں

از حکیم رحیم الدین صاحب

اہل اللہ اپنی زندگی کا انحصار اُس مالکِ حقیقی کی رحمت اور بخشش پر رکھتے ہیں کسی بھی دنیاوی چیز یا فخر پر بھروسہ رکھنا ان کے نقطہ نگاہ میں حد درجہ معیوب ہے۔ ایسے اہل اللہ نہ صرف خود مالک کی رحمت پر زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ اپنے نزدیک آنے والوں اور رہنے والوں کو بھی کسی نہ کسی صورت میں یہی نصیحت دیتے ہیں کہ وہ بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کا بھروسہ نہ رکھیں۔

جنابِ حضرت امام جعفر صادقؑ کے متعلق درج ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے "خداوند دکھا دیجئے" آپ نے فرمایا: تو نے نہیں سنا کہ حضرت موسیٰؑ کو کہا گیا تھا کہ لن تراهی یعنی تم مجھ کو دیکھ نہ سکو گے۔ اس نے کہا ہاں یہ بات محمدیؐ ہے کہ ایک شخص فریاد کرتا ہے کہ میرے دل نے پروردگار کو دیکھا۔ دوسرا نعرہ لگاتا ہے کہ میں نے اس پروردگار سے عہد نہیں کیا جس کو دیکھا نہیں۔ آپ نے حکم دیا۔ اسے باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ لوگوں نے اسے باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ پانی اسے نیچے لے گیا۔ اور پھر اوپر لے آیا۔ اس نے کہا: ابن رسول اللہ الغیاث الغیاث۔ آپ نے فرمایا اے پانی اسے پھر نیچے لے جا۔ نیچے لے گیا۔ اور پھر دوسری بار اس کو اوپر لایا۔ حتیٰ کہ وہ اس کو اسی طرح نیچے لے جاتا تھا۔ اور اوپر لے آتا تھا۔ اور وہ حضرت صادقؑ سے پناہ طلب کرتا تھا۔ اور جب دریائے دجلہ میں غرق ہو گیا۔ تو (اب) اس نے لوگوں سے اُمید منقطع کر لی۔ اور پھر جب پانی نے اس کو باہر اُچھالا تو اس نے کہا: "الہی الغیاث الغیاث" آپ نے لوگوں سے کہا: اسے باہر نکال دو۔ لوگوں نے اسے باہر نکال لیا۔ اور ایک ساعت اس کو اسی طرح رہنے دیا۔ تاکہ اس کے حواس ٹھکانے آجائیں۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا تو نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: کہ جب تک میں غریبی پناہ چاہتا تھا۔ اس وقت تک حجاب مٹھا۔ جب میں نے پورے طور پر اس کی پناہ لینی چاہی اور مقیم رہا۔ تو میرے دل میں ایک روزن (سوراخ) کشادہ ہوا۔ پھر میں نے وہاں سے دیکھا۔ یہاں تک کہ میری بیقراری دزد ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جتنا کہ تو خیال صادق کو بلاتا تھا جھوٹا تھا۔ اب اس روزن پر نگاہ رکھ۔ فقط

حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ پانچ لوگوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔

۱۔ جھوٹے آدمی سے ... کیونکہ اس کے ساتھ غور میں ہو گئے ... مطالبہ یہ کہ جھوٹا آدمی اپنے جھوٹ کو پخت ثابت کرنے کے لئے اپنے آپ کو باوقار بنا کر گفتگو کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو باوقار بنانا غرورِ پیدا کرتا ہے۔

چونکہ جھوٹا آدمی مغرور بھی ہوتا ہے۔ اور ہر سمجھدار آدمی جانتا ہے۔ کہ غرور کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ اور کہ مغرور اور جھوٹا آدمی بارگاہ عالمی تک رسائی نہیں کر پاتا۔ پھر جو آدمی ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے گا۔ تو اس صحبت کے اثرات سے مغرور اور جھوٹا بنے گا۔ نتیجہ یہ کہ مالک کی رحمت سے محروم رہے گا۔

(۲) احمق سے ... ہر چند کہ وہ تیری بھلائی کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن نہ جانتے ہوئے بھی تیرا نقصان کرے گا؛ مطلب یہ کہ بے وقوف آدمی اپنی دانست میں گو دوست کے فائدہ کی بات کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ دور اندیش نہیں ہوتا۔ اسلئے اسکی تدبیر یا کام عقلمند انسان کی نظر میں نقصان دہ ہوتا ہے۔ اور اسکی نظر میں دوست نتیجہ یہ کہ اسکے دوست کو نقصان ہی پہنچتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ بیوقوف کے ساتھ رابطہ قائم نہ کیا جاوے۔ بلکہ ایسے شخص سے راہ ورسم پیدا کریں جو اپنے آپ سے زیادہ دانشمند ہو۔ ایسے آدمی سے تعلق رکھنے پر انسان ترقی کرتا ہے۔ اور کم عقل کی دوستی میں نقصان اٹھاتا ہے۔

(۳) بخیل سے ... کیونکہ وہ تیرا سب سے اچھا وقت ضائع کرے گا۔ ... مطلب یہ کہ بخیل آدمی کی صحبت بخیلی کے خیالات سن کر دوسرے کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ اور وہ بھی صحبت کا اثر قبول کر کے بخیل بن جاتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ روہانی منزل طے کرنے کیلئے سخاوت کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ دوسرے الفاظ میں سخاوت (دان) وہ شاہ راہ ہے۔ کہ جس پر گامزن ہو کر انسان اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے جبکہ بخیلی سدا راہ بن جاتی ہے۔

(۴) بزدل آدمی سے ... کیونکہ وہ مصیبت کے وقت تجھے چھوڑ دے گا۔ ... مطلب یہ کہ جو شخص دل کا کمزور ہے۔ وہ ناموافق حالات میں گھبرا جاتا ہے۔ اور جو اپنے ناموافق حالات میں گھبرا جاتا ہے وہ اپنے دوست کی کیا مدد کرے گا؟ یعنی نہیں کر سکتا۔ اور دوست جس کو اسکی امداد پر بھروسہ تھا۔ مایوس ہو جاتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ جو شخص دل کا کمزور ہے۔ وہ دنیاوی اور روحانی ترقی سے محروم رہتا ہے۔ اور ایسے آدمی سے بے تعلق رہنا ہی مفید ہے۔ کہ دھوکا نہیں ملتا۔

(۵) فاسق سے ... کہ وہ تجھے ایک نفع کے عوض فروخت کر ڈالے گا۔ ... مطلب یہ کہ خود غرض انسان دوستی کی قدر و تصدیق نہیں جانتا۔ اسکی محبت کی بنیاد خود غرضی پر ہوتی ہے۔ اور وہ کسی بھی وقت اپنی غرض کی تکمیل کی خاطر دوست کا نقصان کرنے سے گریز نہ کرے گا۔ پس ایسے انسان کی دوستی نازیبا ہے۔ دوست ایسا ہو جو اپنے دوست کے لئے اپنی خوشی قربان کر سکے۔ اور دنیاوی اور دنیاوی طور پر ہمدردی کر سکے۔ یا رہبری کر سکے۔

عام لوگ اُس عالم حقیقی۔ محبوب حقیقی۔ مالک حقیقی۔ رازق حقیقی کی جس طریقہ سے عبادت کرتے ہیں۔ اس عبادت کو بلند درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ یہ عبادت نہ کرنے سے تو گواہی ہے۔ بلکہ جو برگزیدہ ہستیاں مالک حقیقی کی شانِ کبریائی سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور حقیقی عبادت کرنا جانتے ہیں۔ ان کا

طریق عبادت عام دنیا داروں کی عبادت سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ جو عبادت عام انسانوں کے روبرو کی جاتی ہے۔ اس سے ان کی شہرت ہو جانے کے سبب ان کے اندر خود پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ گوشہ تنہائی میں اس طرح عبادت کرتے ہیں۔ کہ کسی بھی انسان کو پتہ نہیں ہوتا۔ ہاں پتہ ہوتا ہے یا تو عابد کو اور یا معبود کو اور ایسی عبادت کا ثمر (نتیجہ) کیا ہوتا ہے۔ اس کے لئے حضرت اولیاء کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ملاحظہ فرمائیے۔

حضور صلی اللہ وسلم نے فرمایا ... کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ستر ہزار فرشتے اولیاء کی شکل کے (ہمشکل) پیدا کرے گا۔ تاکہ میدان قیامت میں اولیاء ان کے درمیان آئے اور ہمشیت میں داخل ہو۔ تاکہ کوئی مخلوق اس بات سے واقف نہ ہو کہ ان (ستر ہزار فرشتوں) کے درمیان اولیاء کون ہے کیونکہ وہ دنیا میں (دنیا داروں سے) پوشیدہ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو لوگوں سے علیحدہ رکھتے تھے۔ اور (اب) آخرت میں بھی وہ لوگوں کی نظروں سے محفوظ رہیں۔ میرے دوست میری قبا کے نیچے میں سوائے میرے ان کو کوئی نہیں جانتا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

یہ بے حقیقی عبادت۔ اور معبود حقیقی کی رحمت۔ کہ جس کو حاصل کرنے کیلئے اس کے مقبول بندے گوشہ تنہائی میں بیٹھ یا در حق میں مشغول رہتے ہیں۔ اور بالآخر اپنا دامن امید اس کی رحمت کے کھوپوں سے بھر پاتے ہیں۔

یا در حق پر ایک شاعر کا کلام بھی ملاحظہ فرمائیے۔

یا در حق میں غرق ہو کر حق سے وصل ہو گئے
کس قدر۔ کتنا ہی نیک انجام ہے یا در خدا

حضرت اولیاء قرنی کا فرمان ہے۔ کہ جو شخص تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے۔ دوزخ اسکی رگ گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ اور وہ تین یہ ہیں۔ (۱) اچھا طعام کھانا۔ (۲) لباس عمدہ پہننا۔ (۳) اہل دین کی دوستی۔

وخصارت

(۱) اچھا طعام کھانا۔ یعنی مقوی اور مکلف غذا استعمال کرنا۔ مقوی اور مکلف غذا کھانے سے قوت حیوانی بڑھ جاتی ہے۔ خون میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ جسکی وجہ سے نفسانی خیالات پیدا ہو کر سکون قلوب (جو کہ حقیقی دولت ہے) ختم ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ انتشار قلب (بمقارری دل) کی وجہ سے عبادت میں لطف نہیں آتا۔ اور اس کے علاوہ گرمی خون کی وجہ سے انسان غصے میں ایسے کام اور کلام کرتا ہے کہ جس کا ازالہ زندگی بھر ناممکن ہے۔ ...

زرگوں کا فرمان ہے۔ کہ انسان جس قسم کے خیالات سوچتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے اور خیالات

کئی پیدائش کی بنیاد انسان کی غذا پر ہے۔ اگر کوئی انسان حیوانی یا نفسانی جذبات کو بھڑکانے والی مکلف غذا کھائے گا۔ تو اس کے اندر اسی قسم کے حیوانی اور نفسانی خیالات پیدا ہو کر اسکی روحانی زندگی کو برباد کر دیں گے۔ پس ایک روحانی زندگی بسر کرنے والے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ مکلف غذا سے پرہیز کرے اور سادہ غذا کھائے۔ اگر کوئی شخص ہمیشہ ہی مکلف غذا استعمال کرتا ہے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی ساری زندگی نفسانی خیالات اور خواہشات میں گزرے گی۔ عاقبت کے لئے وہ کچھ بھی نہ کر پائے گا۔ اور جو شخص انسانی قالب پا کر صرف زبان کے ذائقہ کی خاطر لذیذ تر غذا استعمال کرتے ہوئے عاقبت کی فکر نہیں کرتا۔ تو انسانی قالب چھوڑنے کے بعد اسکی روح دوزخ (نرک) میں رہے گی مطلب یہ کہ ایسا آدمی اپنے لئے دوزخ کا سامان پیدا کر رہا ہے۔

(۷) عمدہ لباس پہننا۔ جسم کو گرمی سہزی سے بچانے کے لئے لباس ضروری ہے۔ مگر روحانی زندگی بسر کرنے والے کیدے لباس کا سادہ ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ بھڑکیلا اور قیمتی لباس پہننے سے انسان کے اندر غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ قیمتی لباس پہنکر وہ اپنے آپ کو بانی انسانوں سے بہتر و برتر اعلیٰ تصور کرتا ہے۔ اور لباس فاخرہ نہ پہننے کی وجہ سے وہ کسی نیچے کی جگہ پر بیٹھنا پسند نہ کرے گا۔ اور غامض کر فقیروں اور فقیر دوست آدمیوں کے ساتھ بیٹھنا تو وہ اپنی کسر شان سمجھے گا۔ اور جب ایسا کسی فقیروں یا اولیا کی صحبت میں ہی نہیں بیٹھے گا۔ تو عقبی کی بھلائی کے متعلق اسے کچھ بھی واقفیت نہ ہوگی۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ

اگر اکیر کی خواہش ہے تو خدمت کر فقیروں کی

یہ دولت مل نہیں سکتی امیروں کے خزانے میں

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو شخص نیک آدمیوں یا غلام پرستوں کی صحبت اختیار نہیں کرتا اس کے اندر روحانی خیالات پیدا نہیں ہوتے۔ اور جب روحانی خیالات ہی پیدا نہیں ہوتے تو روحانی زندگی بسر نہیں ہو سکتی۔ زندگی میں مقصد زندگی حاصل کرنے کیلئے اہل اللہ کی صحبت کے متعلق مولانا روم صاحب نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے کہ

ہم نشینی ساعت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت ہے ریا

چونکہ مکلف غذا کھانے سے منتشر خیالی پیدا ہو کر خدا پرستوں کی صحبت سے محروم رہتی ہے۔ اور ایسا آدمی نفس کا غلام بن کر نفسانی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کا انجام سوائے دوزخ کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ پس غرور اور غرور کے نتائج سے بچنے کے لئے لازمی ہے کہ انسان لباس فاخرہ سے پرہیز رکھے۔ بقول مذکور کہ لباس فاخرہ دوزخ کے پاس لے جاتا ہے۔

۳۔ امیروں کی صحبت کسی بزرگ کا فرمان ہے۔

صحبت عمارت ترا عمارت کند صحبت طالع ترا طالع کند

یعنی نیک آدمی کی صحبت سے انسان نیک بنتا ہے اور بد کی صحبت پس جو انسان امیروں کی صحبت میں رہے گا۔ لازمی طور پر اس کے دل میں بھی امیرانہ زندگی بسر کرنے کا شوق پیدا ہوگا۔ اور پھر وہ اپنے اس شوق کی تکمیل کے لئے ہر جائز یا ناجائز طریقہ سے دولت پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہے گا۔ اور اب اس کا دل دولت کی فراہمی کے چکر میں ایسا غلطان اور پریشان ہوگا۔ کہ نہ تو اس کو کچھ عاقبت کی فکر ہوگی۔ اور نہ ہی موجودہ زندگی میں سکون قلب کی سچی دولت حاصل کرنے کی۔ پھر جس شخص کو نہ تو یہاں سکون حاصل ہے۔ اور نہ ہی عاقبت کی بہتری کے لئے توشہ اسوت جمع کرتا ہے۔ تو موجودہ چند روزہ زندگی کے ختم ہوجانے کے بعد اس کی روح کی جو حالت ہوگی وہ ہر سمجھدار انسان سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے اہل الہدٰی کی نظر میں دنیا دار امیر کی صحبت سے پرہیز لازمی ہے۔ تاکہ اس کی روح عاقبت کی تکالیف سے محفوظ رہے۔

انسان غاص کردہ انسان جو خودی سے مغلوب ہو چکا ہے۔ مالک کی بخشی ہوئی چیزوں کو دوستوں کو۔ رشتہ داروں کو اور تعلقداروں وغیرہ کو پا کر مغرور ہو جاتا ہے۔ وہ ان سب کو پاکر مالک کو بھول جاتا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا۔ کہ وہ اپنے مالک کی بخشی ہوئی ہر ایک نعمت کا احساس کر کے اس سے لطف اندوز ہوتا ہوا مالک کا شکر ادا کرے۔ کہ جس نے یہ سب کچھ بخشا ہے۔ اور اپنی زندگی میں جو بھی کام کرے۔ اس کے متعلق دل میں یہ خیال رکھے۔ کہ یہ سب بھی اس کے فضل و کرم اور رحمت سے ہوتا ہے۔ اور کہ وہ خود آپ ہی میرے اندر سے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ مگر نادان انسان مالک سے لاتعداد نعمت پا کر اس قدر خود سر ہو جاتا ہے کہ وہ ہر ایک کام کا کرنے والا مالک کو نہیں۔ بلکہ خود کو سمجھتا ہے۔ ایسی حالت میں اسکی رگ رگ میں غرور بھر جاتا ہے۔ اور نہایت فخر سے اس بات کا اظہار کرتا ہے۔ کہ میں نے یہ کیا۔ میں نے وہ کیا۔ اور میں وہ کروں گا۔ بحوالہ اللہ والے اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ وہ ہر ایک کام کا فاعل اسی ذات واحد کو مانتے ہیں۔ کہ جس کے حکم کے بغیر ایک پتہ تاکہ نہیں بن پاتا۔ چنانچہ اسی خیال کے مد نظر ایک اللہ والے کا فرمان ملاحظہ فرمائیے۔

ایک دنیا دار آدمی کسی فقیر صاحب کے پاس گیا۔ فقیر صاحب جو کہ اعیال دار ہوتے ہوئے بھی عارف کاٹل تھے اور تمام پرست بھی۔ اس سے خیریت وغیرہ پوچھی اور اسی طور پر دیر حالات بھی دریافت فرمائے۔ فقیر صاحب کا حالات پوچھتا تھا۔ کہ وہ شخص اُدھیڑا۔ کہنے لگا فقیر صاحب۔ اب کی دفعہ تو میں نے اتنا کام کیا ہے کہ کھیت لہلہا رہا ہے۔ میں نے اتنے اونٹ خریدے ہیں۔ میں نے اب اتنی بھینس لے لی ہیں۔ اب کی بار تو میں نے اپنی سبیل گاڑی بھی بنوائی ہے۔ میں نے اتنی گائیں رکھی ہیں۔ میں نے اتنا سونا خرید کر زیور بنوایا ہے۔ اور فقیر صاحب اتنے من اناج میں نے غریبوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ ہر کام میں

"میں نے میں نے" کی رٹ لگاتا رہا۔ فقیر صاحب خاموشی سے یہ سب کچھ سنتے رہے۔ آخر کہتے کہتے جب وہ آدمی خاموش ہو گیا۔ تو فقیر صاحب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ کیوں بھائی اور کبھی کچھ کہنا ہے؟ بولا۔ نہیں۔ اب فقیر صاحب نے کہا۔ کہ بھائی۔ جتنے کام تو نے کئے ہیں۔ ان میں سے ایک دو کام تو غذا وندہ کریم کے لئے رکھ دیتے۔ اور کہتے۔ کہ یہ کام خدا کی رحمت اور طاقت سے ہوا ہے۔ ارے نادان۔ کیا سارے کام تو نے کئے ہیں۔ اور اس طاقت کل نے کچھ بھی نہیں کیا۔ جو کہ تیرے فون کے قطرہ قطرہ میں موجود ہے۔ وہ شخص سوچ میں پڑ گیا۔ فقیر صاحب بھر پور لے۔ اگر تمہارے اندر وہ طاقت اور زندگی نہ ہو تو تم کیا کر سکو گے؟ وہ بولا کچھ بھی نہیں۔ اب فقیر صاحب نے دریافت کیا۔ کہ ذرا سوچ کر بتا۔ کہ سب کام کس نے کئے؟ اللہ والے اپنے دل کا تعلق صرف اسی ذات پاک کے ساتھ رکھتے ہیں یہی زندگی کو کامیاب سمجھتے ہیں۔ جبکہ عام دنیا دار لوگ جسمانی ضروریات کی چیزیں حاصل کر کے اور فانی چیزوں پر قبضہ جما کر خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ عام دنیا دار لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ سچی خوشی تو بے تعلق زندگی میں ہے۔ کیونکہ دنیاوی تعلقات روحانی زندگی میں زنجیر کا کام کرتے ہیں۔ جو کہ انسان کو روحانی پرواز میں رکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن اللہ والے لوگ حتی الامکان بے تعلق زندگی بسر کرتے ہوئے سچی خوشی سے بہرہ ور رہتے ہیں۔ دنیاوی تعلقات اور لوازمات ان کو روحانی زندگی میں ایک دیوار کی طرح نظر آتے ہیں جس سے وہ محسوس کرتے ہیں کہ جتنا کہ ہمارے اور ہمارے مالک کے درمیان یہ دنیاوی تعلقات کی دیوار موجود رہیگی۔ نہ تباہ ہم دیدار الہی سے محروم رہیں گے۔ بلکہ وہ ہر ممکن طریقہ سے اپنے آپ کو دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور دنیاوی باتوں کو ایک بھینٹ جان کر اپنے آپ کو اس سے آزاد رکھتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنی چشم بصیرت سے ان باتوں سے خود بھی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو نصیحت سے فیض یاب کرتے ہیں۔

مثلاً روایت ہے۔ کہ ایک روز حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس کوئی ان کا معتقد امیر کچھ رقم لے کر آیا۔ اور عرض کی۔ کہ چونکہ آج کل سہری کا موسم ہے۔ آپ کے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔ آپ یہ رقم لے کر ایک گرم کپڑا منگوائیں۔ تاکہ سہری کے دن آرام سے گزر جائیں۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا۔ لیکن اس کے بار بار اصرار کرنے پر آپ نے اس کی التجا منظور کر لی۔ اور خادمہ کو حکم دیا۔ کہ جا۔ اس رقم کا بازار سے ایک کپڑا خرید لا۔ (سوقت جب یہ امیر آدمی رقم لایا تھا آپ ایک دریا کے کنارے تشہیف رکھتی تھیں) جب خادمہ کو کپڑا لانے کا حکم دیا۔ تو خادمہ نے رقم ہاتھ میں لے کر پوچھا۔ کہ کپڑا سفید رنگ کا ہو سیاہ رنگ کا؟ آپ نے یہ لفظ سنتے۔ تو اکتھڑی ذریعہ کے لئے بالکل خاموش ہو گئیں۔ جیسے کوئی سوچ میں پڑ گیا ہو۔ اور پھر خادمہ کو دی ہوئی رقم اپنے ہاتھ میں لے کر دریا میں پھینک دی۔ اور فرمایا۔ کہ ابھی تک تو

کھل آیا نہیں۔ کہ سیاہ سفید کا جھگڑا پیدا ہو گیا؟ اس کے آجانے پر نامعلوم کیا فتنہ (فساد) کھڑا ہو جائے۔۔۔۔۔ یہ ہے اللہ والوں کا استغناء۔۔

لوگوں نے حضرت اویس سے کہا کہ آپ کے قریب ایک آدمی رہتا ہے۔ تیس سال ہونے کو آئے ہیں۔ وہ قبر میں بیٹھتا ہے اور گلے میں کفن ڈالے ہوئے ہے۔ اور روتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے وہاں تک لے چلو۔ تاکہ اُسے دیکھوں۔ لوگ آپ کو اُس کے نزدیک لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ زرد و خلیج ہو چکا ہے۔ اور روتے روتے سوکھ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے غلام۔ قبر کفن نے تجھے مشتعل کر دیا ہے اور تو انہیں دونوں پر رہ گیا ہے۔ اور یہ ہر دو تیرے راستے میں حجاب ہیں۔ اس آدمی نے آپ کے نور سے اس آفت کو اپنے میں پایا۔ (یعنی اُسے صاف دکھائی دینے لگا کہ میرا دل ان میں الٹا ہوا ہے۔) راز منکشف ہو گیا۔ نعرہ لگایا اور اُسی قبر میں جان دیدی۔

مطلب۔ اگر راہ حق میں گور و کفن بھی حجاب ہیں۔ تو دوسری چیزوں کے متعلق خیال کریں کہ وہ کیا ہونگی؟ یعنی عام دنیا دار لوگ جو ایک سوئی سے لے کر اپنی تمام جائداد یعنی مال ملکیت زمین و مکان وغیرہ سے وابستگی رکھتے ہیں۔ اور ساتھ ہی دیدار الہی کی تمنا بھی۔ اُن کے لئے مذکور فرمان ہوش لانے کے لئے کافی ہے۔ ایک ایسا انسان جو دیدار الہی کا مشتاق ہے۔ تمام دنیا اور دنیا داروں سے منہ موڑ کر صرف کفن کو اپنی جائداد اور قبر کو اپنا گھر تصور کر چکا ہے۔ ایسے تبارک الدنیا انسان کو بھی اللہ والے اہل بصیرت فرماتے ہیں۔ کہ یہ گور و کفن کا تصور دیدار الہی میں پردہ ثابت ہوگا۔ اس لئے اپنے دل کو ان کے خیال سے بھی غالی کر دے۔ خلاصہ یہ کہ جب تک انسان کے دل میں کسی فانی (ناپائیدار) چیز کا خیال رہتا ہے۔ اس کا دل دیدار الہی کا اہل نہیں ہوتا۔ خیال ماسوا دیدار الہی کے لئے ایک پردہ ہوتا ہے۔ خواہ وہ خیال اپنے جسم کا ہی کیوں نہ ہو۔

اب غور طلب یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے دل میں اپنے تمام خاندان کی۔ اپنے دوستوں کی۔ اپنے تعلق داروں کی۔ اور اپنے مقبوضات کی یاد بھر رکھی ہے۔ اس کو استقدر فانی تعلقات کے یوں کی موجودگی میں دیدار خدا کا فیض کس طرح نصیب ہوگا؟ یعنی نہیں ہوگا۔ پس لازم ہے کہ انسانی وجود کی قدر و منزلت اور مقصد کا خیال رکھتے ہوئے۔ انسان ہر وقت یاد خدا میں محو رہے۔ جب بھی ماسوائے خدا اور کوئی بھی خیال انسان کو تکلیف دہ محسوس ہو۔ تب انسان سمجھے کہ اب مجھ پر فضل الہی ہو رہا ہے۔ اور میں جلدی دیدار الہی سے فیضیاب ہوں گا۔

حضرت اویس قرنیؓ کے متعلق درج ہے کہ آپ نے تین روز تک کھانا پانی نہ کھایا۔ چوتھے روز باہر تشریف لائے اور ایک دینار زرد (سکہ) راہ میں پڑا دیکھا۔ مگر نہ اٹھایا۔ کہ کسی کا گریہ ہوگا۔ چلے گئے پھر دیکھا۔ ایک بکری چلی آرہی ہے۔ اور اس کے منہ میں گرم روٹی پکڑی ہے۔ اس بکری نے وہ روٹی

آپ کے آگے ڈال دی حضرت اولیوں نے خیال کیا کہ شاید یہ بھی کسی کی اٹھلائی ہے۔ (تب اس بکری نے زبان حلال سے کہا کہ میں اُس خدا کی غلام ہوں جس کے آپ ہیں۔ جب آپ نے روٹی کو اٹھا لیا۔ تو وہ غائب ہو گئی۔) مطلب یہ کہ قُربِ خدا یا فقری بغیر خوراکِ حق حلال کے نہیں مل سکتی۔ جب تک انسان نیک کمائی سے حق و حلال کی روزی نہیں کھاتا۔ یعنی دوسرے انسانوں کی چیز پر اپنا ناحق قبضہ کر کے اس ناجائز سرمایہ کے ذریعہ حاصل کردہ روٹی کھاتا ہے۔ اس کے دل سے کدورت دور نہیں ہو سکتی۔ لیکن جو شخص ناجائز روٹی کھانے کی نسبت مجھوکار رہنا پسند کرتا ہے۔ اُس کے خانہِ دل میں نورِ الہی جگمگا اٹھتا ہے۔ اور دل کی تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی ایسے نیک انسانوں کی نگہداشت وہ نگہبان حقیقی خود فرماتا ہے۔ یہاں غرورت ہے صرف صدق و یقین کی اور عاجزی و تقویٰ کی۔)

آپ کا فرمان ہے کہ جس شخص نے خدا کو پہچان لیا۔ اُس پر کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی یعنی خدا کو خدا سے پہچانا جاتا ہے۔ سلامتی تنہائی میں ہے۔ اور تنہا وہ ہوتا ہے جو خود ہوتا ہے۔ اور وعدتِ یقینی ہے کہ غیر کا خیال نہ کرے۔ (یعنی عارفِ دوگ جو وعدتِ کاملہ پر یقین رکھتے ہیں اس بات پر زندگی بسر کرتے ہیں کہ)

ہر چہ بینی بدار کا منظر ادست (یعنی جو کچھ دیکھ رہا ہے۔ سمجھ کہ وہ اس ذاتِ اقدس کا اظہار کر رہی ہے)

اور فرمایا۔ کہ ظاہری تنہا رہنا ٹھیک نہیں کیونکہ شیطان دُ آدمیوں سے بھاگ جاتا ہے اور فرمایا۔ کہ دل کو عاجز رکھ۔ کہ غیر اس میں جگہ نہ پاوے۔ (یعنی انسان کو چاہئے کہ کبروت یا ذِ الہی میں مصروف رہے اور اپنے دل میں سوائے یادِ خدا کے کسی کو جگہ نہ دے۔ یہی دل کی عاجزی ہے) اور فرمایا۔ کہ میں نے بلندی طلب کی تو عاجزی میں پائی۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی انسان اپنے اندر عاجزی اختیار نہیں کرتا تب تک وہ بلند مرتبہ حاصل نہیں کر پاتا) اور فرمایا۔ کہ میں نے سرداری کو چاہا۔ تو اُسے سچائی میں پایا۔ (مطلب یہ کہ سچے انسان کی عزت ہوتی ہے۔ اور سچا انسان ہی اپنے قُرب و جوار میں سردار تسلیم کیا جاتا ہے)

حضرت اوسیں قرنی کا فرمان ہے۔ کہ (۱) میں نے فخر کو ڈھونڈا تو اسے فقر میں پایا۔ (یعنی عام دنیا دار لوگ عزت۔ شان۔ دولت۔ حکومت اور طاقت وغیرہ حاصل کر کے فخر کرتے ہیں۔ وہ ان میں سے کسی بھی چیز کے حصول کے بعد اپنے آپ کو خوش قسمت اور خوش بخت تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی چیز یا حالت پائیدار نہیں ہے۔ تمام تر عالمیتیں انتہائی تیزی کے ساتھ فنا کی طرف رواں ہیں۔ ایک دم بھر بھی کسی حالت کو قیام نہیں جو کبھی شخص ان فانی چیزوں کا یا حالت کا

فخر کرتا ہے۔ وہ نادان ہے۔ اور اس کے دل پر جہالت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن بخلاف اس کے جس شخص کو مالک حقیقی نے فقیری کی دولت سے مالا مال کیا وہ تمام دنیاوی عباد و خدمت سے بے نیاز ہوا۔ کیونکہ اسے وہ دولت بخشی گئی ہے جو پائیدار اور لازوال ہے۔ جسے کوئی تقسیم نہیں کر سکتا۔ جسے کوئی چوری نہیں کر سکتا۔ اور جس کے متعلق کبھی بھی کوئی جھگڑا فساد بھی پیدا نہیں کرتا۔ چنانچہ حضرت موصوف نے اسی سچے فخر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ اور فقر ہی سچا فخر ہے۔ اور پھر فرمایا ہے کہ

(۲) میں نے بزرگی کو ڈھونڈا تو اسے فحاشی میں پایا۔ (یعنی عام دنیا دار آدمی اپنے آپ کو بڑا آدمی بنانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ لوگ ان کو بڑا آدمی سمجھیں اور شایان شان ان کی عزت کریں۔ ان کی زبان سے جو بھی بات نکلے اس کی تعمیل کریں۔ وہ جہاں بھی جائیں لوگ ان کی راہ میں آنکھیں بچھاویں۔ اور ان کے دیدار کے مشتاق ہوں۔ وغیرہ۔ اور وہ ایسی حالت حاصل کرنے کے لئے کوئی قسم کے طور و اظہار استعمال میں لاتے ہیں کہیں تقریریں کرتے ہیں کہیں روپیہ پانی کی طرح بہاتے ہیں۔ کہیں دوست بناتے پھرتے ہیں۔ اور کسی کو گراتے پھرتے ہیں۔ ان سب کارستانیوں کی تہ میں صرف ایک خیال ہوتا ہے۔ یعنی بزرگی حاصل کرنا (بڑا آدمی بننا) گو ایسا انسان گاہے بگاہے اپنی تدابیر سے کامیابی حاصل کر کے بڑا آدمی بن بھی جاتا ہے۔ اور چند روز کیلئے واہ واہ ہو جاتی ہے۔ مگر تاب کے یعنی کب تک۔ قانون قدرت کے مطابق جب سورج سربراہ جاتا ہے۔ ہر کمال راز و مال کے ماتحت ان لوگوں کی بھی چند روزہ واہ واہ کے بعد زمانہ عروج ختم ہو جاتا ہے۔ اور بزرگی زوال کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور بالآخر ایسا وقت آ جاتا ہے کہ وہ لوگ جو اس بڑے آدمی کو کبھی آنکھوں میں جگہ دیتے تھے۔ اب ان آنکھوں سے دیکھتے بھی نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آدمی نے جھوٹی چیزوں سے بزرگی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن جھوٹ نے آخر ختم ہونا ہی تھا۔ اور اس کے ساتھ بزرگی بھی ختم۔ اور اللہ والے جس چیز سے بزرگی حاصل کرتے ہیں۔ وہ بے فحاشی ہے۔ یہ وہ دولت ہے جو سچی ہے جس کیلئے کسی کے اس کے دست نگر ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہ دولت ہے جو لازوال ہے یہ وہ دولت ہے کہ جس سے حقیقی بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ اور انسان دین و دنیا میں سرخرو رہتا ہے۔

موت خالق حقیقی کا وہ اس حکم ہے کہ جس کو کوئی بھی شخص کسی بھی تدبیر سے ٹال نہیں سکتا۔ مندرجہ ذیل واقعوں سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کے متعلق درج ہے کہ آپ ایک دن فوروم گئے۔ اور وزیر سے ملاقات کی۔ مقررہ ذریعہ اس کے پاس بیٹھے۔ وزیر نے کہا۔ ہم ایک جگہ جاتے ہیں۔ کیا آپ بھی چلیں گے ؟

کی پیدا کی ہوئی ہے۔ کہ تیرا باپ اور جو کچھ بھی اس کائنات عالم میں ہے سب اس کے قبضہ قدرت میں عاجز ہیں۔ یہ کہہ کر اور آخر میں یہ کہہ کر کہ "میرا سلام ہو آئندہ سال تا" بادشاہ اور تمام وزیر خیمے سے باہر آجاتے ہیں۔ اور گھر کو چل دیتے ہیں۔

ان باتوں کو حضرت حسن بصری نے سنا۔ تو دل پر ایسا اثر ہوا کہ دنیا اور دنیا کے کار و بار سے آپ کا دل اُچاٹ ہو گیا۔ اور واپس بصرے میں آنے کی صلاح کی۔ بصرہ واپس آئے۔ اور قسم کھائی کہ آئندہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔ (یعنی دنیا سے دل بستگی نہیں رکھیں گے) اس یقین کے ساتھ آپ نے اپنی باقی زندگی یاد خدا میں صرف کر دی۔ (عبادت میں گزار دی) حضرت حسن بصری؟

(۱) لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ اگر لوگ کثرت سے آپ کے داعطی میں آئیں۔ تو کیا آپ خوش ہوتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔ کہ میں کثرت سے خوش نہیں ہوتا۔ اگر ایک درویش سوختہ آئے تو میں خوش ہوتا ہوں۔ یعنی وعظ تلقین سننے والے تو بہت ہیں۔ لیکن اس پر عمل کرنے والا کوئی ہوتا ہے۔ اور اس پر عمل وہ شخص کرتا ہے۔ جو عشق الہی میں سرشار ہے۔ یا اللہ عشق سے اپنی خواہشات نفسانی کو جلا کر خاکستر کر دے۔

(۲) لوگوں نے کہا۔ دین کی اصل کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ پرہیزگاری۔ لوگوں نے کہا۔ وہ کیا چیز ہے جو پرہیزگاری کو تباہ کرتی ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ طمع (یعنی طمع وہ روحانی بیماری ہے کہ جس کی وجہ سے سکون قلب ختم ہو جاتا ہے۔ طامع شخص دولت حاصل کرنے کیلئے اس طرح پریشان رہتا ہے کہ جس طرح تیز بھاس میں سوکھا بڑکا اور طامع آدمی اس بات کو بھول جاتا ہے کہ جو کچھ مقدس رکھا ہے۔ وہی کچھ بے گناہ خواہ مخواہ اپنے دل کو پریشان کرنے کی نہ ضرورت ہے۔ اور نہ کوئی فائدہ۔ طامع شخص چونکہ ناجائز طریقے سے بھی دولت حاصل کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ اس لئے وہ پرہیزگاری بھی نہیں رہ سکتا۔ اور جب پرہیزگاری نہیں۔ تو روحانی زندگی کہاں؟)

(۳) لوگوں نے پوچھا۔ جناب عدل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ ایک سونے کا محل ہے جس میں سوائے پیغمبروں شہیدوں۔ صدیقیوں۔ یا عادل بادشاہوں کے اور کوئی نہ جائے گا۔ (یعنی عدل و انصاف کے محل میں صرف پیغمبر فانی زندگی کی پرواہ نہ کرنے والے شہید صادق کہ جنہوں نے اپنی زندگی صدق و صفایں گذاری ہو۔ اور وہ اہل حکومت جو کسی کی رو رعایت نہ کر کے ہمیشہ عدل و انصاف سے امور سلطنت سرانجام دیتے رہے۔ داخل ہو سکیں گے۔ عام دنیا) "گ" اس سنہری محل میں داخل نہیں ہو سکتے۔

(۴) لوگوں نے پوچھا۔ بیمار طبیعت دوسروں کا علاج کیسے کرے؟

نمایا۔ پہلے اپنا علاج کرے۔ اور پھر دوسروں کا علاج کرے۔ (یعنی روحانی امرائے جن کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ دل و دماغ سے ہوتا ہے۔ کارو جانی علاج صرف روحانی معالج ہی کر سکتے ہیں۔ کہ جن کے دل و دماغ روحانی طور پر درست ہوں۔ جو شخص خود ہی کسی کسی روحانی تکلیف میں مبتلا ہے۔ جو خود ہی اپنے جذبات پر خیالات پر اور خواہشات پر قابو پانے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ وہ جذبات خیالات اور شہوات پر قابو پانے کے اسباق دوسروں کو نہیں دے سکتا۔ یعنی جو خود پابند ہے دوسروں کو رہائی نہیں دلا سکتا۔)

(۵) پھر فرمایا۔ کہ بات سن لیا کرو۔ کیونکہ میرا علم تمہارے لئے مفید ہے۔ اور میری بے علی تمہارے لئے نقصان نہیں رکھتی۔ (یعنی کوئی بھی بزرگ جو نیکی تلقین کرتا ہے۔ دوسری بات کو نہایت غور سے سننا چاہئے۔ ایک ایک لفظ کو اپنے دل میں جگہ دینی چاہئے۔ اور پھر اس نصیحت کو عملی جامہ پہنانا چاہئے۔ یہ دیکھنا مناسب نہیں کہ وہ خود کیا کرتا ہے۔ بلکہ یہ کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اس کی نیک نصیحت پر عمل کر کے صنفے والا + دین اور دنیا میں اپنے لئے بہتری کے سامان پیدا کر سکتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں کسی کی نیک صلاح کو نظر انداز کر کے اس کی علی زندگی پر توجہ دینا تو یہ مطالب رکھتا ہے کہ جس طرح سیب میں سے موتی نکال کر پھینک دینا۔ اور سیب کو رکھ لینا۔ حقیقت یہ ہے کہ نیک صلاح ایک موتی ہے۔ اور کہنے والا سیب۔ پس واجب ہے کہ سیب کی پردہ نہ کرتے ہوئے موتی لے لینا چاہئے۔ تاکہ انسان کی زندگی میں آب و تاب پیدا ہو۔ فقط۔

حضرت ابراہیم ادھم

علیہ السلام
رحمۃ اللہ علیہ
سید عالم

حضرت ابراہیم ادھم کا نام اکثر مصنفوں کی زبان پر عام طور پر رہتا ہے۔ "تذکرۃ الاولیاء" نامی کتاب میں فرید الدین عطار نے صاحب وصف کے حیرت انگیز حالات کی بابت بہت کچھ لکھا ہے۔ کبیر صاحب کے بھتیجوں میں بھی اس پاک ہستی کی بابت بہت کچھ اشارے آئے ہیں۔ کبیر صاحب اپنے ایک بھتیجے میں اس طرح فرماتے ہیں۔

"سلطان بلخ بخارے دا"

جن کے اوڑھن شمال و شمال اور تار و تارے کا
سو تو لا گے بھار اٹھاؤں نو من گڈرا بھارے کا
جن کے بھو جن پھل اور میوہ صری کھانڈ بھارے کا
اب تو لڈر کرن وہ لا گے ٹکڑے سانجھ سدا رے کا
ماہ کے سنگ کتاب دل بادل و شو گھوڑ تندرے کا
سو سب تیج کر بھئے اور سی۔ رستہ پکڑ کنارے کا

چن چن کلیاں سج کھپائی زمین نیارے نیارے کا
سو سب تیاگ چلے دنیا سے دیکھو گیان دیوار کا
سولاں سو سبھی سہیلی صاحب نام تمہارے کا
کہہ کبیر سنو سلطاناں۔ چھکڑ بھٹے اکھاڑے کا

بلخ کے بادشاہ سے مطالب حضرت ابراہیم سے ہے۔ ان کے پتا ادھم شاہ کی نسبت بہت کم
لوگوں کو علم ہے۔ صوفیوں نے آپ کے حالات ضرور کہیں درج کئے ہونگے مگر معمولی آدمیوں کو انکا
پتہ نہیں ہے۔ "سلطان بودھ" نامی کبیر صاحب کے گرنہ میں سومنی جگلا نند جی بہاری نے کسی اردو
کتاب کی نظموں سے جا بجا مدد لی ہے۔ مگر انہوں نے کہ کتاب کا نام نہیں دیا گیا۔ ہم اس سلطان بودھ
کے ادھار پر ادھم شاہ کے پرنے قصے کو اپنی زبان کا نیا ملسادہ اور صوفیانہ لباس پہنا کر یہاں پیش
کرتے ہیں۔

ادھم شاہ کہاں کے رہنے والے تھے کسی کو معلوم نہیں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ فقیر تھے۔ اور
پر ماتما کی پوزن بھگتی میں ہی مسرت رہتے تھے۔ اور نہ ہی ایک جگہ رہتے تھے۔ کبھی عرب میں کبھی شام
میں۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے۔

درویش رواں رہے تو بہتر آس دریا بہے تو بہتر
ادھم شاہ گھومتے پھرتے ہوئے بلخ میں داخل ہوئے شہر کی سیر کرتے کرتے شاہی محل کے نیچے
انکے نگاہ اوپر گئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کی لڑکی کھڑکی سے منہ نکالے آنے جانے والوں کو دیکھ
رہی ہے۔ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر فقیر کا دل بے قرار ہو گیا۔ تن بدن کی سدھ جاتی رہی۔ دماغ پر
عشق سوار ہو گیا۔ ادھم اپنی بے خودی کی شراب کی مستی میں شاہی دربار میں جا پہنچا۔ بادشاہ کی نگاہ اس
ننگ دھڑنگ فقیر پر پڑی۔ اُس کو اپنے پاس بلایا۔ پوچھا بابا تیرا کیا سوال ہے؟ بے خوف ادھم نے
جواب دیا۔ "تیری دختر نیک اختر کے عشق کا سودا ہے۔ اُس کے ساتھ شادی کرنے کا خیال دامن گیر ہے۔"
یہ گستاخی اور یہ بے ادبی۔ اگر کوئی اور شخص ہوتا تو اس طرح زبان کھولنے کی ہمت نہ کرتا۔ مگر اس فقیر پر تو
کوئی جھوٹ سوار تھا۔ بادشاہ دنگ۔ وزیر۔ امیر حیران۔ اہلکار ریشیان۔ بادشاہ فقیر پر مست تھا۔ اُس کو فقیر کی
بد دعا کا ڈر تھا۔ وزیر نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی تو سوچ میں پڑ گیا۔ آخر اُس کو ایک بات سوچھ گئی۔ اور
فقیر سے مخاطب ہو کر بولا۔ "بابا شہزادی سے شادی کرنا آسان نہیں شاہی خزانے میں ایک بہت بڑا موتی
ہے۔ اُس کا کہنا ہے۔ کہ جو کوئی اس موتی کا جوڑا ملا دے گا۔ وہی میرے ہاتھ کا حق دار ہوگا۔" فقیر بولا۔
"موتی تو دکھاؤ۔" وزیر نے اُسی وقت موتی مندا کر سامنے رکھ دیا۔

اس نے دیکھا اور پھر سوال کیا موتی لانے پر شادی ضرور ہو جائیگی۔ اور پھر تم کوئی اگر ملے تو نہ کرو گے؟

وزیر بولا۔ برگز نہیں۔ سہ تو ب مردوں جان دارد۔ یعنی مردوں کی ایک ہی بات ہوتی ہے۔
ادھم رخصت ہوا۔ وزیر سمجھا کہ سر سے بلا ٹلی۔ بادشاہ اور وزیر دونوں خوش ہوئے۔ اُن کو پورا پورا یقین
ہو گیا۔ کہ نہ تو من تیں ہو گا۔ اور نہ را دہا ناچے گی۔ ایسا نا در موتی بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔ بھلا
یہ بھی کیا مانگنے والا کہاں سے لائے گا؟ مگر حضرت پر نہیں مانتے تھے۔ کہ خدا بھی جب ملتا ہے۔
فقیر کو ہی ملتا ہے۔ بادشاہ کو خدا کب ملتا ہے۔ اور جب خدا عیسیٰ حیزر (مستی) فقیر کے ہتھ سے آجاتی
ہے۔ تو پھر موتی کا ہاتھ آجانا کونسی مشکل بات ہے؟

ادھر یہ اپنے کام میں لگے۔ ادھر ادھم نے اپنی گڈری سنھالی کسی سے سن رکھا تھا کہ موتی سمندر میں
ہوتے ہیں۔ وہ بغیر سوچے سمجھے سمندر کی طرف چل دیئے۔ سمندر کے کنارے پہنچے۔ اونچی لہریں آسمان
سے باتیں کر رہی تھیں۔ پانی جوش پر تھا۔ جوار بھاٹا کر رہے تھے۔ اور کوئی شخص موتی تو بہت مار بیٹھتا۔ ڈرجاتا
مگر ادھم کی لنگن سچی تھی۔

باتن رسا۔ باجاناں : یا مراد من بر آید

یا تو موتی مل کر رہیگا۔ یا جان ہی اُس کی تلاش میں علی عباسی گئی۔ اور تو کچھ نہ بن آئی۔ لگے دو فوہاتوں
سے سمندر کا پانی باہر پھینکے۔ اندھیر ہے۔ کسی نے اپنی تھپی تھپی ہتھیلیوں سے سمندر کو کب خشک کیا
ہے۔ مگر حضرت عشق کے سامنے غیر ممکن کا بھی امکان ہے۔ اس کیلئے ہر طرح کی مشکل بھی آسان ہے۔
دنیا کی عقل و تیز دماغ اس کو جھوٹ اور پاگل پن بتائیں گے اور اصلیت کے نقطے یا بھید کو نہ سمجھیں گے۔
اُن کو کیا معلوم کہ انسان کا دل تمام طاقتوں کا خزانہ ہے۔ قوت ارادی یا ڈرٹھ نشیج کی ذریعہ ہے۔ وہ چاہے
تو دنیا کا تختہ الٹ دے۔ ... یہ سمندر خشک کر رہے تھے۔ کہ کسی کامل یا پورن پرش کا اُسی طرف گذر ہوا۔
پوچھا یا یہ کیا کر رہے ہو؟ جواب ملا۔ جب تک نایاب موتی کا جوڑا نہ ملے گا شہزادی میرے ساتھ شادی
نہ کرے گی۔ اُسی خیال سے اس سمندر کو خشک کر رہا ہوں۔ وہ بولے مگر یہ کام تمہاری شکتی سے باہر ہے۔ ادھم
نے کہا۔ جھکنا اپنی طاقت کی جانچ پڑتال کرنے کی فرصت نہیں ہے۔ یا تو اُسی میں مرٹوں گا۔ یا موتی نکال کر
پھوٹوں گا۔ آپ کر پا کر کے یا تو کوئی آپسے بتائیے۔ یا پھر تشریف لے جائیے۔ اور جھکو میری قسمت یا تقدیر
کے حوالے کر جائیے۔

فقیر نے دیکھا۔ اس میں سندساری پریم کا پورا پورا اثر طہر کر گیا ہے۔ دل میں خوش ہوا۔ اشٹ پد کے
برائیت کرنے کا یہ سندساری گیان بھی ایک زمین یا سیڑھی ہے۔ دنیا ہی کے جان نثار شور سیر یا سچے پریمی یا جان
پر کھیلنے والے عاشق پورن پرش میں، شرط پوز تاکتی ہے۔

فقیر نے دیا کی۔ اور اپنی جھولی کھول دی۔ اس میں ایک پرکار کے اور بڑے بڑے در نایاب ستے موتی تھے۔
ناحق جو حکم میں نہ ڈال اور انہیں لے جا۔ یہ میرے کسی کام کے نہیں ہیں، اگر تیرا ہی کام بن جائے تو ابھی بات ہے؟

کیسی ادبھت لیلہ ہے تاناک نظریں کریں نہال " والی بات بن گئی۔ سہ
 سسکھ دیوید دیکھ کو ہریں۔ دُور کریں اپرا دھ۔ کہہ کیتہ وہ کب ملیں پر م سنبھی سادھ
 اندھا کیا چاہے؟ دوا نکلیں۔ دل کی مراد پوری ہوئی۔ دل میں خوش ہوئے۔ ادھم نے اس مرزا کا ہل
 یا پورن پرش کے چرن کملوں میں اپنا سر ٹھیکایا۔ جب سر اٹھایا تو فقیر غائب تھا۔ دراصل تو خدا ہی فقیر
 کے بھیس میں اس کی منو کا منا پوری کرنے آیا تھا۔ ادھم موتی لے کر شاہی دربار میں حاضر ہوا۔
 بادشاہ اور اہل دربار نے جب اس قدر قیمتی موتی دیکھے۔ تو حیران و ششدر رہ گئے۔ وزیر اپنی زبان
 سے پھر گیا۔ اور اُس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ جو اس کو دربار سے باہر لے گئے۔ اور شہر سے دُور
 جنگل میں لے جا کر اس کی خوب مار پیٹ گئی۔ اس کو اس قدر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اور یہ آدمی اُس کو
 مرزہ سمجھ کر واپس چلے گئے۔

شہزادی کے مہن پرانتری پر حکیم کا اثر

میرے نالوں کے اثر سے دل تیرا مل جائے گا۔ میں مر تو ناز تیرا خاک میں مل جائے گا
 دین دھ کی آہ بڑی ہوتی ہے۔ بے بس اور بے کس کا دکھ تمام ستار کو تباہ کر دیتا ہے۔
 تنہی آہ غریب کی ہری سوں سہی نہ جائے۔ پنا سانس کے چام سوں لوہ بھسم ہو جائے
 ادھر ادھم کو وزیر کے آدمیوں نے مار کر جنگل میں پھینک دیا۔ ادھر کانوں کان یہ خبر محل تک پہنچی۔ ایسی
 واردات کب بھی رہ سکتی ہے شہزادی نے بھی سنا کہ اس کا چاہنے والا فقیر اس کے پریم میں پھنس کر
 مار کر پھینک دیا گیا ہے۔ اور ہزاروں آفتیں بھیس کر کسی پر کار موتی لایا تھا۔ وہ غریب پنا کسی قصور کے
 خاک و خون میں ہلا دیا گیا ہے۔ وہ بہت ہی سوکھ شرم پر کرتی کی لڑکی تھی۔ اس خبر کے سنتے ہی بہوش ہو گئی۔
 پیٹ میں ایسا درد شروع ہو گیا کہ جو ناقابل برداشت تھا۔ بے دم ہو کر زمین پر گر پڑی۔ طیب اور حکیم
 لوگ آئے۔ مگر تبص چھوٹ گئی۔ بشری ٹھنڈا پڑ گیا۔ بادشاہ اور بیگم نے اپنا سر پیٹ لیا۔ تمام شہر میں کہرام
 مچ گیا۔ آخر جنازہ اٹھایا۔ قبرستان میں لے جا کر لاش کو ہلانے کے بعد قبر میں دفن کر دیا۔ اور سب روتے
 پیٹتے والے ہو گئے۔ بلخ کی راجہ ہانی راج کے دن سندھان ہو گئی۔ کیونکہ بادشاہ کی یہ ایک ہی اولاد تھی۔

موت کا ساتھ دینے والا سچا پریمی

ایشور کی لیلیا بڑی دیر تہے۔ اس میں جیتے مرے ہوئے پر تہیت ہوتے ہیں، اور مرزہ جی اٹھتے ہیں۔
 یہ پر کرتی کا بیگم بھی ایک دیر پہلی ہے۔ ایشور کا مایا میں سب کچھ سامنے ہے۔ بیچارے ادھ مرے ادھم کے
 جسم میں ٹھنڈی والوں کے جھونکوں نے نئی جان ڈال دی۔ ہوش آیا۔ آنکھ کھولی۔ دیکھا کہ عیاروں نے

بیابان جنگل تھے۔ شریر کے روم روم میں درزد تھے۔ لیکن واہ رے سچے پریمی۔ اس نے سوچا۔
ایک دفعہ نہیں۔ سو دفعہ مرے گئے مگر پریم کے نام کو بٹہ نہ لگائیں گے۔ سہ

پریم پیالہ وہ پیٹے جو شیش دکھنا دے۔ کونجی شیش نہ دے سکے نام پریم کا۔ لے
ادھم اٹھا۔ ابڑ چل قدمی کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا۔ یہاں ہر طرف اُسی چھا رہی تھی۔ ایک سجن سے
پوچھا کہ یہ سمناسان کیوں ہے؟ جواب ملا کہ بادشاہ کی اکوتی بیٹی مرنے لگی ہے۔ ایک فقیر اسکی موت
بن کر آیا تھا۔ اُس کی بددعا نے یہ حال کر دیا۔ اتنا سنا تھا کہ غریب کا کلیجہ دہل گیا۔ جی میں آیا کہ وہ بھی
وہاں مقیم ہو جائے۔ اور اپنی جان دیدے۔ مگر ساتھ ہی اسے خیال آیا کہ کم سے کم معشوق کی مژدہ ضرورت
تو دیکھ لوں۔ اگر جیتے جی ملنے کی اچھا پوری نہیں ہوئی تو مرنے کے بعد تو ایک دفعہ اُس کا درشن کر لوں
یہ سوچ کر اُس نے شاہی قبرستان کا پتہ لیا۔ وہاں آیا۔ چوکی پرے کا بندوبست دیکھ کر ڈرا۔ جیسے
کیسے دن گذرا۔ جب اُسی رات ہوئی۔ اور پرے دار خواب غفلت کی نیند سو گئے۔ تو اس نے قبر
کھودا۔ مژدہ کو پیٹھ پر اٹھا کر اپنی بھونپڑی میں لے گیا۔ کفن اتارا۔ لاش کو ہٹلایا۔ پھر کپڑے پہنائے۔ اور
دیوار کے ساتھ اس کو بٹھلا دیا۔ اس کے چہرے میں نہ ابھی فرق نہ آیا تھا۔ بلکہ زندہ کی طرح جلال برستا
تھا۔ اور وہ ایسے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کسی دیوی کی مورتی ہو۔ وہ رو کر اس مورتی کے سامنے
یوں کہنے لگا۔ مانو وہ سن ہی رہی ہو۔ سہ

اے بت سنگین دل نا آشنا	کیوں کیا مجھ کو بلا میں مبتلا۔
کیوں دکھا کر ایک دم اپنی بھین	رنج میں ڈالا تھا اے نازک بدن۔
درد و غم میں اپنے کر کے مبتلا	ایک مدت تک مجھے رٹوا کیا۔
عہد کر کچھ کو نہ کرنا نہ تھا	مجھ کو زندہ چھوڑ کر مرنا نہ تھا
کچھ میں کچھ بوائے وفاداری نہیں	یار ہو کر شیوہ یاری نہیں
بجھ کر گزنیاسے کرنا تھا سفر	ساتھ مجھ کو لینا تھا اے سیم و
فدح تیری باغِ جنت کو رہی	نہ لگی اس سمیت جاں کو بے کلی
حال کی میرے خبر ہے کچھ تھے	کل نہیں پڑتی کسی کر وٹ تھے
باغِ جنت میں کیا بونے وطن	میں رہا روتا یہاں ہی جاں من
حیف ہا عہد حیف۔ دیدار حبیب	بعد مرنے کے ہوا۔ مجھ کو نصیب

واہ رے سمیت میری۔ واہ۔ واہ۔

کینسا دکھ مجھ کو دیا۔ آہ۔ آہ۔

یہ کہہ کر زار زار روتے لگا۔ مورتی کے پجاری بھی اس پر کار اپنی پتھر کی مورتی کے آگے روتے

اور جان کھوتے ہیں۔ کیا اذہم میں مڑہ پرستی آگئی تھی؟ نہ یہ مڑہ پرست (پجاری) تھا۔ نہ بت پرست۔ نادان دنیا کیا جانے اس لاکو۔ اعلیٰ بھید کا اس کو پتہ نہیں۔ نہ موری پتھر کی ہے۔ نہ لاش بے جان ہے۔ ساری کرامات تو لگن یا بھاو کی ہے۔

لڑیا۔ رویا۔ اور خوب لڑیا۔ منہ آنسوؤں سے دھویا۔ سنسان جنگل میں۔ فقیر کا جھونپڑہ ہے۔ کون سننے۔ ہاں سننے والا پرانا تو حاضر و ناظر ہے۔ دین دیکھوں کی سہا تیا کرنے والا تو موجود ہے۔ وہ شوکتیہاں ہے۔ ہر ایک جھوٹے ہرے ہرے میں براجمان ہے۔ وہ سب کا پریرک ہے۔ وہی مڑہ میں جان ڈال سکتا ہے۔ اذہم اب خاموش ہو گیا۔ اور اُس مالک کی سے رعایتیں مانگنے لگا۔ کہ "اے خداوند کریم یا تو میری جان نکالے۔ یا اس مڑہ جسم میں پھر روح ڈال دے۔ تو کیا نہیں کر سکتا؟ تو سب کچھ کر سکتا ہے۔"

سروشکتی مان دیا ندھان کی دیا

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو اُس سے یا اُس اُمید دار۔ اذہم اذہم بے چین ہیں۔ اذہم مالک کل (ایشور) کے دربار میں آنکی پیرا تھنا سنی گئی۔ ایک سوہاگروں کے قافلے نے وہاں سے کچھ فاصلے پر ڈیرہ ڈال ہوا تھا۔ رات میں انہیں آگ کی ضرورت پڑی۔ جھونپڑے میں آگ روشن تھی۔ سمجھا یہاں کوئی فقیر رہتا ہے۔ اپنے ایک آدمی کو آگ لینے کیلئے وہاں بھیجا۔ وہ آیا۔ اذہم کو اُس کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ ڈرا کہ کہیں پرے دارہی لاش کی تلاش میں نہ آگیا ہو؟ چور کی ڈارہی میں تڑکا "وہ خوف زدہ ہو کر ایک طرف چھپ گیا۔ وہ آدمی آیا۔ مگر یہاں کی حالت دیکھ کر اُسے نہ صرف تعجب ہوا۔ بلکہ وہ بھی مارے ڈر کے کانپنے لگا۔ آگ جل رہی ہے۔ اور کسی انسان کی لاش اُس کے سامنے بے جان مورتی کی طرح بیٹھی ہوئی ہے۔

وہ اُلٹے پاؤں دلپس گیا۔ سنا تھبیوں کو عجیب و غریب واقعات کا حال سُنا یا۔ ان کے سردار کو اچھا ہوئی۔ کہ اس وچتر پہیلی کا کچھ پتہ لگانا چاہئے۔ اُس کے ساتھ ایک حکیم بھی تھا۔ تینوں بھونپڑے کی طرف آئے۔ حکیم نے بڑے غور سے دیکھا۔ معلوم کیا۔ کہ لاش میں تو کوئی جان معلوم نہیں ہوتی۔ مگر ہرے کی چمک جیوں کی تیوں بنی ہوئی ہے۔ یہ ایک بڑے تعجب کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ یہ عورت کی نہ ہو۔ اور مورچھا کی حالت میں اس کے ٹھہرے اسے یہاں پھوڑ گئے ہوں۔ یہ کیا حکیم نے لاش کو اپنے ہاتھوں سے ہلایا۔ شریر میں نشتر لگایا۔ خون بہنے لگا۔ اب تو اس کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ زندہ ہے۔ اس نے اُس کا منہ کھول کر حلق کے اندر ڈوا ٹپکانی۔ اُس نے بڑھاپے میں آکر انہیں دیکھ دیں۔ ان کے تعجب میں رہ گئی ز محل ہے۔ نہ نوکر چاکر۔ شرما می۔ لچائی۔ بالآخر اُسے بولنا ہی پڑا۔ اُس نے اچھا۔ آپ کون ہیں؟ میں کہاں ہوں؟ یہ کیسی جگہ ہے؟ مجھے کون یہاں لایا ہے؟ ان لوگوں کو

کسی بات کی کیا خبر تھی۔ صرف اگ کی تلاش میں یہاں آنے کی وجہ اور اس کے زندہ کرنے کا حال کہہ سنا یا۔ اور اس سے پوچھا کہ کچھ حال تو بتاؤ۔ شہزادی نے اپنی ساری داستان کہہ سنائی۔ اب ادھم کو بھی یقین ہو گیا۔ کہ یہ پہرہ دار نہیں ہیں بلکہ مسافر ہیں۔ بے دھڑک سانسے آگیا۔ پہلے اس موہنی مورتی کو سر توایا۔ اور پھر سوداگر سے بات چیت کرنے لگا۔

سندھو کھاٹیو! میں ادھم فقیر ہوں۔ اس شہزادی کے عشق نے میرا یہ حال کر دیا ہے۔ موتی لانے کا اقرار تھا۔ وزیر بے ایمان اپنے قول و اقرار پر قائم نہ رہا۔ جھگڑا کر جنگل میں پھینک دیا۔ خدا کی مہربانی سے میں زندہ بچ گیا۔ پھر شہر میں آیا۔ شہزادی کے مرنے کی خبر سنی۔ اور جیتے جی دوبارہ پھر فرما۔ آخر ہزار وقت سے جیسے تیسے اسکی لاش کو کھود کر پہرے داروں سے چوری چھپتے یہاں لایا ہوں۔ اور ارادہ یہ تھا۔ کہ اس کے ساتھ میں بھی جان دیدوں۔ اتنے میں آپ لوگ آگئے۔ میں نے سمجھا کہ پہرہ دار آگئے ہیں۔ اس لئے میں چھپ گیا تھا۔

پھر سوداگر شہزادی سے پوچھنے لگا۔ کہ ”علم موتو ہم آپ کو محل میں پہنچا دیں۔ ماں باپ پریشان ہونگے“ وہ بولی۔ فقیرنی کو اب محل سے کیا لینا ہے؟ کیا آپ لوگوں کو اس فقیر کے سچے پرکیم کا ابھی تک پورا یقین نہیں ہوا؟ اس نے میرے لئے یوگ کما یا۔ مجھے اس کی برکت بننے کی ضرورت ہے۔ اس نے میری خاطر کیسی کیسی مصیبتیں اٹھائیں۔ یہ کتنی افسوس اور ظلم کی بات ہوگی۔ اگر میں اس کا ساتھ نہ دوں۔ اگر اس فقیر نے زندگی اور موت دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دیا ہے۔ تو مجھ پر سو ہزار لعنت ہے۔ جو اس کا ساتھ چھوڑ دوں۔ سچ پوچھو تو مجھے دوبارہ زندگی۔ اسی نے بخشی ہے۔ نہ یہاں لاتا۔ اور نہ آپ مجھ کو دوا دارو کھلا کر زندہ کرتے۔

تینوں یہ بات سن کر دنگ رہ گئے اپنی شرح شریعت کے مطابق اسی وقت حکیم نے انکا نکاح پڑھ دیا۔ سوداگر اور نوکر کی اس پرگوہی ہو گئی۔ اور اب وہ میاں بیوی کی طرح رہنے لگے۔ سوداگر کے تانے نے تو صبح ہوتے ہی بادشاہ کے در سے کوچ کر دیا۔ کہ شاید اس نکاح کا نتیجہ ان پر کوئی آفت پان کر دے۔ فقیر اور فقیرنی دونوں اس جھوٹے پڑے میں رہنے لگے۔ وہ باہر جا کر بھیک مانگ لاتا۔ اور دونوں اس پرکار جیون بابت کرنے لگے۔ بھگوان کی یاد میں لگے رہتے۔ اسی طرح ایک سال گزرا۔ شہزادی کے ایک بہت ہی دویہ روپ لڑکا پیدا ہوا۔ جو شہزادی کے روپ سروپ سے بالکل ملتا جلتا تھا۔ ادھم نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ اب یہ پانچ برس کا ہوا۔ شہزادی نے کہا۔ اس کو دین کی تعلیم بھی سکھانی چاہئے۔ اس کو لے جا کر مسجد کے کسی ملاں کے سپرد کر دو۔ دن بھر وہاں قرآن شریف پڑھا کرے۔ شام کو پھیری سے لوٹنے پر تم اس کو اپنے ساتھ لے آیا کرو۔ ادھم نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور مبلغ کی جامع مسجد کے ملاں کے پاس لے جا کر

ادھم نے ابراہیم کو اس کے حوالہ کر دیا۔ جس وقت یہ لڑکا قرآن شریف پڑھتا۔ تو سب لوگ من کر دناک رہ جاتے کسی نے سچ کہا ہے۔ سہ ہونہار ہروا کے چمکنے چمکنے پات

اب کچھ بادشاہ کا حال سنئے بشہزادی کی موت نے اس کے لئے دنیا اندھیر کر دی۔ اب خدا کی عبادت سوجھی۔ اور ہفتہ عشرہ میں دو تین بار مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں جانا شروع کر دیا۔ اور پڑھنے والے جھوٹے چھوٹے بچوں سے قرآن شریف کی امتیاز سن کر ان کو انعام الکرام دیتا۔ اتفاق کی بات ایک دن اس کی نظر ابراہیم پر پڑی اس کی صورت اپنی لڑکی کے جویہو مشابہہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ لڑکی کی یاد آگئی۔ آنسو نکلنے کو ہی تھے کہ اس نے ضبط کر لیا۔ اور لڑکے کو اپنی گود میں لے کر کہا۔ قرآن شریف سناؤ۔ ابراہیم نے جب پڑھنا شروع کیا۔ تو آواز ایسی پیاری تھی۔ کہ بادشاہ کا دل تڑپ گیا۔ آواز میں کشش بالکل لڑکی کی تھی۔ بادشاہ سے رونا نہ گیا۔ لڑکے کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور دل کھول کر رویا۔ ملاں سے پوچھا۔ کہ یہ کس کا لڑکا ہے؟ اس نے کہا۔ کہ یہ ایک فقیر ادھم کا لڑکا ہے۔ ادھم کا نام سننا تھا۔ کہ بادشاہ کے حواس باختہ ہو گئے۔ وزیر کا ظلم بشہزادی کا پریم اور موتیوں کا لانا۔ وغیرہ۔ اس کو سب باتیں یاد آ گئیں۔ دل میں سوچا کہ اس میں عذر کوئی بھید ہے ورنہ اس لڑکے ساتھ کیوں اس قدر پریم مجھے ہو گیا ہے۔ کیوں نہ اس لڑکے کو محل میں لے جا کر بیگم کو دکھاؤں۔ ملاں کو کہا کہ میں اس لڑکے کو ساتھ لے جاتا ہوں۔ جب اس کا باپ آئے تو اس کو ساتھ لے کر محل میں آجانا۔

دونوں محل میں آئے بیگم نے چھوٹی عمر کے اس بالاک کو دیکھا تو کہا۔ کہ کہیں میری بیٹ جانی لڑکی تو اس لڑکے کا بھیس بدل کر نہیں آگئی؟ وہ بے ہوش ہو گئی۔ لختہ سنگھایا گیا۔ ہوش میں آئی۔ عورت تھی۔ دل کے بھاؤ کو روک نہ سکی۔ جلدی سے لڑکے کو اٹھا کر گود میں لے لیا۔ اور پریم میں مگن ہو کر آنسوؤں کے موتی بچھا کر کرتے ہوئے لڑکے سے پوچھنے لگی۔ کہ بیٹا۔ تو سچ بتا۔ تو کس کا لڑکا ہے۔ لڑکے نے باپ کا نام بتایا اور پھر ماں کا نام بتایا۔ یہ وہی نام تھا۔ جس نام سے وہ محل میں پکاری جاتی تھی۔ اب تو بیگم کو یقین ہو گیا۔ کہ اس کا دوسرا ہے لیکن سات برس ہوئے لڑکی تو مر گئی تھی۔ تو کیا فقیر ادھم کی دعا سے وہ پھر زندہ ہو گئی؟ سب کو بڑا تعجب ہوا۔ دوسرے کے بعد جب ادھم مسجد میں سچے کو لینے کے لئے پہنچا۔ تو ملاں اس کو ساتھ لے کر محل میں پہنچا۔ بادشاہ اور بیگم نے ادھم سے تمام معاملات دریا فت کئے۔ جن کو سن کر محلوں میں خوشی کے شادیاں نے بجھ گئے۔ اس سچ دھج کیسا تھا بادشاہ بیگم اور سب اہلکار ادھم کے جھونپڑے کی طرف روانہ ہوئے۔ ماں باپ بیٹی تینوں گلے سے ملے۔ بادشاہ اسے گھر لے آیا۔ خوشیاں منائی گئیں۔ بادشاہ نے ابراہیم کو یو وراج بنا دیا۔ اب وہ شاہی محل میں لاڈ پیار سے رہنے لگا۔ اور شاہی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ ادھم اور شہزادی نے محل میں رہنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے جھونپڑے ہی کو لوک اور پرلوک دھام گراسی میں رہے۔ اور ساری عمر مالک کی یاد میں گزاری۔

بادشاہت

اپنے نانا کے پرلوک سدھارنے کے بعد ابراہیم ادھم اُن کے تخت پر بیٹھے۔ راج کاج بڑی شان و شوکت سے کرتے تھے۔ غریب سے غریب آدمی کی داد و فریاد سنی جاتی تھی۔ وہ حد درجہ کے نیک اور الیشور بھگت تھے۔ الیشور نے اُن کو کسی خاص مقصد کیلئے پیدا کیا تھا۔ اسی کارن انہوں نے اپنے شاہی کھانے کو فقیر لڈی میں بدل لیا تھا۔

دیو لوگ سے ایک دن تخت پر بیٹھے بیٹھے نیند آگئی۔ سوپن میں کیا دیکھا کہ محل کی چھت زور زور سے ہل رہی ہے۔ اور کوئی آدمی اوپر آ رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کون ہو؟ جواب ہلا۔ "اسٹنا" پھر پوچھا۔ "یہاں آنے کی ضرورت" اُس نے عرض کیا کہ "میرا اونٹ کھو گیا ہے۔ اُس کی تلاش میں یہاں آ نکلا ہوں" بادشاہ ہنسنا۔ نادان چھت پر اونٹ کا کیا کام؟ شاید نیری عقل ماری گئی ہے۔ عجاہیں اور جگہ تلاش کر۔ اُس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "مجھ سے کہیں تو نادان ہے۔ جو اس شاہی ٹھاٹھ اور پوشاک میں خدا کی تلاش کر رہا ہے۔ تیرے ہوش و حواس ٹھیک نہیں۔ ورنہ تو ایسا کام نہ کرتا۔ ان سب کو چھوڑ پھاڑ کر خدا کی تلاش میں لگ جا۔ اتنے میں حضرت ابراہیم کی آنکھ کھل گئی۔ دل میں ڈرے اور سیر نشیپے کیا کہ واقعی خدا کی تلاش ان سب بندھنوں سے مُکت ہو کر ہی کرنی چاہیے۔

دوسرے دن پھر رات کو خواب دیکھا کہ سارا محل جگمگا رہا ہے۔ روشنی اس قدر تیز ہے کہ آنکھوں کو چکا چوند کر رہی ہے۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ تخت پر بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ فرشتہ نے جواب دیا کہ میں خدا کا فرشتہ ہوں۔ اور اُن شخص کی نہر سنت بنا رہا ہوں۔ جو خدا کو بہت پیارے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے پوچھا۔ اے خدا کے قریب جاننے والے ذرا دیکھو تو سہی کہ میرا نام بھی اُن میں نہرست میں درج ہے کہ نہیں؟ اُس نے اپنا ہی کھاتا دیکھ کر کہا کہ "نہیں" آپ بولے بیشک مجھ میں بندگی ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے مگر خدا کے لئے میرا نام بندگان خدا کے خادموں میں ضرور لکھ لیجئے۔

دوسرے دن حضرت ابراہیم کو پھر اُسی طرح آدمی رات کے وقت اُسی فرشتے نے درشن دیئے۔ اور کہا کہ اے نیک بخت خوش ہو۔ بندگان خدا کے خادموں میں نام درج ہونے کی برکت سے تیرا نام بندگان خدا کی نہرست میں سب سے اول خدا کے حکم سے لکھا گیا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ وہ خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں نبیوں میں پھرتے ہیں مارے مارے میں اُس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا۔

فقیری

ایک روز آپ تخت پر بیٹھے راج کا ج میں لگ رہے تھے۔ کہ یکایک ایک ننگ دھڑلنگ فقیر بے غوفی سے دربار میں آدھنکا۔ حضرت نے پوچھا۔ "تو کون ہے؟" اور کس لئے آیا ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ یہ مسافر خانہ ہے۔ کچھ زیر یہاں پھروں گا۔ اور پھر اپنی راہ لوں گا۔ حضرت نے کہا تو غلطی پر ہے۔ یہ سرائے یا دھرم شالہ نہیں ہے۔ وہ ہنس کر پوچھنے لگا۔ تم سے پہلے یہاں کون رہتا تھا؟ ابراہیم نے اپنے نانا کا نام بتایا۔ اُس نے پھر پوچھا۔ اُن سے پہلے یہاں کون رہتا تھا، حضرت نے اس بادشاہ کا بھی نام بتایا۔ اس پر کار کچھ دیر سوال و جواب ہونے رہے پھر فقیر نے ہنس کر کہا۔ کہ جب اسنے آدمی آئے اور چلے گئے۔ تو یہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے۔ اچھا بھائی اب میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دربار سے چل کھڑا ہوا۔ ابراہیم بھی اُس کے پیچھے چل کھڑے ہوئے۔ بہت دور جنگل میں چلے گئے۔ وہ فقیر کہیں غائب ہو گیا۔ اب انہوں نے اپنی پوشاک اتار دی۔ اور فقیری اختیار کر لی۔ نو برس تک گھورتسپاکی۔ نو شاہ پور میں ایک بہت بڑی گچھا ہے وہی انکی کٹیا بنی کبھی کبھی جب بھوک ستاتی تو جنگل سے لکڑیاں چن کر شہر میں چلے جاتے۔ اور انکو فروخت کر کے روٹی خرید لاتے۔ اُدھی کسی فقیر کو یا غریب کو دیدیتے۔ اور اُدھی خود کھا کر گذر کرتے۔ مسزئی۔ گرمی۔ بھوک پیاس کو برداشت کرتے۔ ایک دفعہ مسزئی انتہا درجہ کی بڑی۔ انہوں نے حسب معمول پر بھات کے سہمے اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے اُشان کیا۔ اور صبح تک نماز پڑھتے رہے۔ مسزئی کی وجہ سے نمونہ اور بخار ہو گیا۔ اور آپ کو اپنی زندگی خطرے میں نظر آئی۔ ذل میں نمایاں آیا کہ اگر کوئی گرم کپڑا یا کھانہ ہوتا۔ تو اوڑھ لیتے۔ یہ سنگھپ اٹھنے کی ہی دیر تھی۔ کہ آپ کو معلوم ہوا۔ کہ کسی نے اُن کو پیٹھ پر گرم دو شاہ ڈال دیا ہے۔ مسزئی سے ٹھنڈی ملی۔ سو گئے۔ بنگہ کھلی۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اڑدھا (بہت بڑا سانپ) ہے جس نے آپ کو گرمی پہنچائی ہے۔ آپ نے خدا سے پروردگھنا کی۔ کہ اسے خداوند کو کہیں آپ نے دیا کر کے میرے آرام کے لئے اسے بھیجا تھا۔ لیکن اب مجھے یہ کال روپ نظر آ رہا ہے۔ مجھے اس قدر آزمائش میں نہ ڈال۔ اُسی وقت اڑدھا پیٹھ سے اتر کر کہیں غائب ہو گیا آپ اُٹھے۔ اور مکہ شریف کی طرف چل نکلے۔ اور وہاں چودہ سال تک تپسیا کی مکہ شریف میں رہ کر حضرت ابراہیم جنگل سے سوکھی لکڑیاں لے آتے۔ اور انہیں فروخت کر کے اپنا پیٹ پالتے۔

بیٹے کی ملاقات۔

جب آپ بلخ سے روانہ ہوئے وقت۔ تو آپ کا ایک چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔ جب وہ تھوڑا بڑا ہوا۔ تو اس نے ماں سے اپنے باپ کا پتہ پوچھا۔ اُس نے کہا سنا جاتا ہے۔ کہ وہ آج کل مکہ شریف میں رہتے ہیں۔ بچے نے کہا۔ اماں جان چلو۔ اُن کے دیوار بھی کرینگے۔ اور مکہ شریف کی یازہ بھی زوہائیگی۔ ماں کی اجازت پاتے ہی سارے شہر بلخ میں منادی کرادی گئی۔ کہ جو شخص صبح کے لئے

جانا چاہیے۔ اس کا سارا سفر خرچ شاہی خزانہ سے بلے گا۔ منادی ہوتے ہی چار ہزار آدمی مکہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہاں جا کر کچھ فقیروں سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم کہاں رہتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ وہ تو ہمارے پیر مرشد ہیں، اب جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہوئے ہیں۔ لڑکا اُن کی تلاش میں جنگل کی طرف روانہ ہوا۔ ایک بورے آدمی کو لکڑیوں کا گٹھ پیٹھ پر لاتے ہوئے دیکھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن غبط کیا۔ اور اُن کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ انہوں نے حسب دستور لکڑیاں بازار میں فروخت کیں۔ اور روٹی خرید کر کچھ (فقیروں میں) بانٹ دی۔ اور کچھ کھائی۔ اور پھر پانچھ پوچھا میں لاک گئے۔ نماز کے بعد اُس لڑکے کی طرف پریم درشتی سے دیکھا۔ اور قدرتی محبت جاگ اُٹتی۔ سچ ہے اولاد کا سموہ بڑا زبردست ہوتا ہے۔ چاہا۔ کہ اس کو گلے لگا لے۔ لیکن آسمان کی طرف درشتی کی۔ اور خدا سے دعا مانگی۔ کہ اے خدا۔ مجھے امتحان میں نہ ڈال۔ میں اب دنیا کے بندھن میں پڑنا نہیں چاہتا (اتنا کہا ہی تھا کہ) اُسی وقت لڑکے کے پران پکھیر اُڑ گئے۔

ابراہیم ازہم دے وانگوں جا توں کرے کنارا
پستر مرن قبول کیسو سو، نہ چھڈیا اُس پیارا
حضرت ابراہیم پورن تیاری۔ اور کامل فقیر ہوئے۔ انہوں نے چالیس سال گھوم پھر کر لوگوں کو راہ راست پر لا کر نیکو کار راستہ دکھایا۔ فقط۔

بحر بقا

از قلم شہری لکشی چند گروہ شاہ

آنوش موت میں زلیست بڑھتی نکھرتی دیکھی

جائے حیرت! یہ داں اُچھلتی پھدکتی دیکھی

آنکھوں سے اوجھیل پرے لگا کر گہرا غوطہ

بحر بقا سے یہ پھر اُبھرتی مچلتی دیکھی

گروہ شاہ

قطر

تیری فرقت

رو رو کے تیرے غم میں مرا جاتا ہوں

ہنس ہنس کے غمِ فرقت کے لڑا کاتا ہوں

غم و رونے سے ہوتا ہے کثافت سے وضو

دھو دھو کے کثافت میں خدا پاتا ہوں

شاہد

کرم یوگ

شری لکشمی چند گروور۔
شاہد دہلی

عام مصلحت میں یوگ چرت یا من کی برتیوں کے فروغ کو کہا جاتا ہے۔ یوگ کا اصلی مدعا آتما اور براتما کا بلبا ہے۔ جیو کا بھگوان کے ساتھ بل جانا ہے۔

یوگ کی کئی قسموں کا ذکر شاستروں میں آیا ہے۔ کرم یوگ، بھگتی یوگ، راج یوگ، اور گیان یوگ عام طور پر زبان زدِ خلایق ہیں۔ بھگتی یوگ من کو پاک ایسے اپنے معراج پر پہنچاتا ہے جہاں دوئی کا نام و نشان تک نہیں رہتا ہے۔ شروع شروع میں بھگتی یوگ میں دویت بھاؤ رہتا ہے۔ بھگت اپنے اشد دیوی پوجایا ارادہ صاںتر بھاؤ، مثلاً، بتی بھاؤ و داسی بھاؤ میں کرتا ہے۔ اور اپنے ہشت دیویا پر ماتا میں ایسا دلین ہو جاتا ہے۔ کہ اس کی اپنی الگ ہستی نہیں رہتی۔ گیان یوگ جس کی غرض و غایت اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ کی بھی یہی معراج ہے۔ گیانی کو ستوں و سوکھ شرم مانت ایشور کا روپ بھانسنای طالبان حق کے لئے گیان کے شکر پر پہنچنے کے لئے کرم یوگ ایک پہلا اور ابتدائی ذریعہ ہے۔ جس پر سالک یا سادھک بتدریج چلتا ہوا اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

کرم کرنے کے لئے کرم یوگ سے مشور کیا جاتا ہے۔ یعنی اپنے دھرم و ورن آشرم کے مطابق لشکام طور پر تمام کاریہ کو حق و خوبی سے تمکین دینے کے طریق کو کرم یوگ کہتے ہیں۔ فطرتاً کوئی شخص کرم یوگ کرنے سے نہیں بچوٹ سکتا ہے۔ کھانا پینا، سانس لینا وغیرہ سب کرم کے دائرے میں آجاتے ہیں۔ جب اہلیت یہ ہے تو انسان پر فرض ہو جاتا ہے۔ کہ وہ بُرے اور مذموم افعال کے سرزد کرنے سے بچتا رہے۔ اور ہر اس کرم کی طرف راغب ہو۔ جو اسکی روحانیت کے جذبہ کو بڑھانے میں مدد دے گا۔ تاہم ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ بُرے افعال کون سے ہیں۔ ہر وہ فعل جسکے کرنے میں من میں خوشی نہ ہو۔ اور خلق خدا کی بھلائی کے منافی ہو۔ مختصر طور پر برکام یا فعل کہلاتا ہے۔ ہر وہ فعل جسکے کرنے میں خوشی ہو۔ اور شاستری کتب وید، سمرتی، آدنی و گورو کے احکام یا تلقین کے مطابق یا اپنی منیر کے انکول ہو۔ اچھا فعل یا کرم کہلاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر وہ فعل جو مذموم ہو۔ اور جس میں خود غرضی کا لیش ماتر ہو انسان کو نہیں کرنا چاہئے۔ کرم یوگی کے متعلق جناب انگر صا حب کا کہنا ہے۔

جس کے قول: فعل میں کوئی غرض نہیں
نرض کے بدلے میں جو انعام کا خواہاں نہیں
جلوہ گر ہے جسکے دل میں ایشور کی پاک ذات
جس نے دل سے دور کر رکھی ہیں جی خواہشات

جو کسی سے فرض کی تکمیل میں ڈرتا نہیں دل میں یہ سمجھے کہ کوئی کام خود کرتا نہیں
نشکام کرم کی مہانتا پر بھگوان شری کرشن ہمارا ج نے گیتا میں بہت زور دیا ہے۔

جناب انگر صاحب کا کہنا ہے۔

کام میں جو غور غرض ہوتا ہے وہ مرگتا ہے بے غرض جو کام کرتا ہے وہ نیکو کار ہے
سنت دہو با بھادے جی کا کہنا ہے۔ "نشکام کرم دیوگ (بے لوث کام) میں انوکھی طاقت ہے۔
ایسے کرم سے خود اپنا اور سماج دونوں کا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ فرض کے پورا کرنے والے کرم یوگی کا جسمانی
سفر تو ہوتا ہی رہتا ہے مگر کام میں ہر وقت لگے رہنے سے اس کا جسم بے روگ اور تندرست بھی
رہتا ہے اس کے اس عمل کی بدولت اس سماج کو جسمیں وہ رہتا ہے۔ فلاح و بہبود ہوتی ہے خود کو
بھول کر اپنے اس پاس کے سماج سے ہم آہنگ ہونے والے کرم یوگی جس سماج میں پیدا ہوتے
ہیں اس میں خوش نظمی خوشحالی و لطف رہتے ہیں۔"

کرم تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) سکام کرم۔ (۲) سگام اور نیشکام۔ (۳) خالص نشکام کرم
نشکام بھاد سے کرم کرنے والا انسان معمولی انسان نہیں وہ لویوگی ہے عارف ہے۔ مہاتما ہے۔
ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

فرض کی تکمیل کو خوش صلا کی چھوڑ دے
فعل سے بدستگی واجب نہیں تیرے لئے
کامیابی اندھ کا جی کو یکساں جہان لے
عارفوں کی زندگی گھٹتی ہے اطمینان سے

نشکام بھاد سے کام کرنے والے انسان کا دل تو بصورتی سے معمور ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں اتنی
طاقت پیدا ہوتی ہے جو اسکی انتہائی خوشی کا باعث ہوتی ہے۔ دراصل یہی کرم کے قانون کا اصلی مطلب ہے
جب دل لطیف ہو جاتا ہے تو وہ برہم گیان کا ادھیکاری ہو جاتا ہے۔ پیچ کوچ صفائے قلب۔ گیان کے
بند دروازے کی ایک چابی ہے۔ ایک مہاتما کا کہنا ہے کہ "گیانی کو یہ ہدایت ہے کہ وہ وعدت کی نظر
سے ہر شے کو دیکھے جس طرح بھگت کو ہدایت ہے کہ جملہ دھرموں کو چھوڑ کر ایک بھگوان کا پور ہے۔ اسی طرح
کرم یوگی کو ہدایت ہے کہ وہ اپنے جملہ کرم بھگوان کے اپن کر دے۔ جملہ کرم بھگوان کے اپن کرنے سے من
مائی کو پہلے چھوڑنا پڑے گا۔ جس انسان میں من دائمی کا دخل نہ ہوگا۔ وہ لازمی طور پر اسی درجہ میں پہنچ جائیگا
جس پر گیانی۔ بھگت اور راج یوگی پہنچتا ہے۔"

قدرت سے ہمیں نشکام کرنے کی تلقین ملتی ہے۔ سورج روشنی پر دان کرتا ہے۔ چاند اپنی چمک سے
نباتات میں شیرینی پیدا کرتا ہے۔ درخت پھل دیتے ہیں۔ ہوا چلتی ہے۔ بارش برستی ہے۔ یہ سب
اپنے لئے کچھ نہیں کرتے۔ بلکہ خالق خدا کی بہتری و بہبودی کا راز اس میں مضمر ہے۔ دیکھتے ہر شے اپنا کام
نہایت خوش اسلوبی (اور با فائدہ) سے نشکام طور پر کر رہی ہے۔ ناک کوئی احسان جتانے کے لئے۔

بھگوان بشری کرشن مہاراج جی نے گیتا میں کہا ہے کہ منہارا ادھیکار پھل کی اچھیا کو تیاگ کر صرف کرم کرنے تک سیرت ہے۔ اس پر منش کو واجب ہے کہ وہ پھل کی چاہ نہ کرتا چھوٹا ہو سکتی سے بہت کامرانی اور ناکامیابی سے بے نیاز ہو۔ اور ان کو برا بھلا سمجھتا ہوا یوگ میں سچت ہو کر کام کرے اور یہ سمتو بھاؤ ہی یوگ کا نام پاتا ہے۔

کرم اپنی قدرتی تقسیم کی وجہ سے تین طرح کے ہیں۔ (۱) سچت۔ (۲) پراربدھ۔ (۳) کریرہ مان۔ سچت ان کرموں کو کہتے ہیں جو جمع کئے ہوتے ہیں یعنی یہ وہ کرم ہیں جن کا نتیجہ موجودہ وقت میں نہیں مل رہا آگے ملے گا۔ پس یہی سچت کرم آگے چل کر پراربدھ بنے گا۔ کریرہ مان کرم وہ کرم ہیں جو ابھی کئے جا رہے ہیں، ان میں سے بہتوں کی متراہ جزا اسی وقت مل رہی ہے۔ چند ایک کرم سچت ہو رہے ہیں جو آئندہ وقت پراربدھ بن جائیں گے۔ سچت پراربدھ اور کریرہ مان کرم ایک دوسرے کی کڑی کا کام دیتے ہیں۔ کرم کی گنتی کہن ہے۔ اور اس کا مسئلہ بڑا پیچیدہ ہے۔ کرم کی بنیادی بات یہ ہے کہ یہ پھل دینے میں اچوک ہے۔ کوئی کرم کیا جائے۔ یا بیج بویا جائے۔ اسکے پھل پیدا نہ کرنے میں کسی کی طاقت نہیں ہے ہاں اگر کرم پوری طرح پر نش کا متا اور بے غرضی سے کیا جائے تو اس میں اچھے یا بُرے پھل دینے کی شکتی مفقود ہو جاتی ہے۔

آخر کرم کسے کہتے ہیں۔ یہ ہے کیا چیز؟ اسکی بنیاد کس پر ہے۔ عام زبان میں کرم کہتے ہیں کام کرنے کو۔ کرم تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) مانیک (دلی) (۲) واپک (زبانی)۔ (۳) شریرک (جسمانی) کرم کی بنیاد خیال ہے۔ ایک انسان کے دل میں برا خیال پیدا ہوا۔ اس کے پیدا ہوتے ہی اس کے دل کو (زہریلا) مسموم بنا دیا۔ اب وہ کسی دوسرے کے ساتھ بد سلوکی کرے یا نہ کرے۔ خیالی طور پر اس نے جو کچھ کرنا تھا کر چکا۔ چاہے اسپر اثر ہو یا نہ ہو جس انسان کے دل میں نیکی کے خیالات مہر لیا رہتے ہوں اور دل کا نیک ہے۔ اس پر بُرے انسان کے بُرے خیالات اثر پذیر نہیں ہوتے نتیجہ کے طور پر جو بُرے خیالات کی دھارا اس کی طرف بھیجی گئی تھی۔ وہ کہیں اپنے رہنے کی جگہ نہ پا کر داپس لوٹ گئی۔ اور بھیننے والے کے دل میں مقام بنا لیا۔

اب بد قولی یا بد زبانی کی نسبت سنو۔ جب تک کسی آدمی کا دل زہریلا نہ ہوگا۔ اسکی زبان سے بُرے الفاظ نکل نہیں سکتے۔ اس میں کسی قسم کی گنجائش نہیں ہے۔ بد زبانی کی صورتیں ہیں کسی کو بد نام کرنا ناحق تہمت لگانا۔ دل دکھانا وغیرہ وغیرہ۔

شاریرک کرم کی بنیاد بھی دل میں ہے۔ جب خیال زبان پر آتا ہے تب ہی بد کلامی کی سوجھتی ہو۔ پس یہاں بھی خیال کا جذبہ کار فرما ہے۔ ان سچائیوں کے پیش نظر یہ نہایت ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر نیک خیالات کو جگہ دے۔ نیک خیالات جاگزیں ہونے کے لئے نیک صحبت

اور اچھی و عمدہ کتابوں کا مطالعہ امرت کا کام کرتے ہیں۔

ایک فلاسفر کا بچہ ہونے کے آدمی حالات و ماحول کی پیداوار ہے۔ یہ بات کچھ حد تک ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن پورے طور پر ٹھیک نہیں ہے۔ اتنا س میں ان جہاں نشوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنے کارہائے نمایاں سے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ کہ انسان کرم کرنے میں مختار و راضی ہے۔ لیکن کرم کے پھل بھونکنے میں آزاد نہیں ہے۔ تب ہی تو کہا گیا ہے۔

خود مختار فاعل

کہتے ہیں۔ عامی و گنہ گار ہوں میں " اسیر حلقہ لیل و نہار ہوں میں " کہتا ہے شاید۔ ہاں حقیقت ہے یہی "پابند کہاں؟ خود مختار ہوں میں"

کرم یوگ کی فضیلت کو بھگوان کرشن جہا راج نے بار بار گیتا میں دہرایا ہے۔ بھگکتی اور گیان انفرادی طور پر انسان کو اونچے درجے پر پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ کرم یوگ سے انسان اپنے من کو پتہ کر کے اور اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے کے ساتھ ساتھ خلق خدا اور دنیا کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یہی کارن ہے کہ بولکمانیہ تلک جی و دیگر بے شمار فلاسفر بھگکتی اور گیان پر فوقیت دیتے ہوئے کرم یوگ کی سراہنا کی ہے اور ان کے بچہ میں کرم یوگ ہی گیتا کا اصلی سندش ہے۔ .. اوم شرم۔

لقل خط منجانب شری ۱۰۸ سوامی شاشوت آنند جی جہا راج بنام شری گورکھ ناتھ منندہ

از رشی کیش، بھگوان بھون ریلوے روڈ۔ مورخہ ۱۱/۵/۲۱

میرم پیلے آتمن۔ اوم آنند۔

میرم پیلے آپ کا کل ہمیں یہاں آتے ہی بلا۔

میرم پیلے بہت اچھے منہ، ایماندار، نیک خلعت اور اوجیہ دھارک سنسکاروں اور جہاں نشوں کا شہر دھارو دکتی ہے۔ آپ نے کام سونپ کر بالکل درست قدم اٹھایا ہے۔ آپ کی زیر گردن وہ ادھی رسالہ کے کام سے روشناس ہو جاتا ہے اور آپ کی نیک وقت آرام کا ہے۔ کیونکہ بروہ اوستھا اور روگی شری ہے۔ جہاں تک سمجھو جو اب بقایا جیون کیوں پر مانتہ ہے۔

میرم عزیزان ارملارانی بھی عملی طور پر پیوی اور ساتو کی جیون بتا کر یہو پر بھروسہ رکھ کر اپنی بہت بہت پرستار کے ذریعہ پرانی کاٹی کے دو سرے پر پیہ کے بالکل عمر کا پ ہو کر چل رہی ہے، اس سے مار چیل ہے جو کہ ستوں کے ذریعہ کی سنگت میں رہ کر اپنے پاپت کیلئے ہماری توسل دہی مانسک اچھائے کہ آپ سب جاتی کے دیکھ جو اس کا کاش سرفور پھیلاتے رہیں۔ فقط شاشوت آنند تیر سٹھ

اوم

مرو اور میں

از قلم سر کوی لوگنا تھہ دل دہلی

تیرے اُنچے نیلے پتھ پر
سبیس اٹھا کر دیکھیں تجھ کو
بچھڑ چکھ جائیں تارے
پر زوت بشکر بچارے

تیرے میگوہ درن کے سنمکھ
دیکھ تیرا مکھ چند رہوں شیتل
نا چھیں بن کے مود
سب سیتیت چسکور

تیرے چرن پکھارنے کو
دھو دھو کر پد پدم اٹوٹھ
بندھو میں سب سریتائیں
سوئے بھاگ جگائیں

بکروں کی مالائیں لے کر
تیرے سنمکھ سندھیا بالا
نبت پرتی اوشا آئے
گیت وداع کے گائے

تارا گن کے دیپ جلا کر
رجنی دیوی آکر تیری
ہاتھ میں لے کر آرتی
آرتی سدا اُتارتی

شیتل ہندو گندھ سمیر
چندت چرچیت انگ شیش
کرے نبت تیری پوجا
کرے نہ کوئی دوجا

وَن اپون کے دیپ دھری
اپنی اپنی بولی میں سب
کمر سبجے بھجائیں
اپنے بول سنائیں

ہے اسمرتھ تیرے گن گانے میں جاگ کا ہر پرانی
تیرے سامنے شیش شاردہ کی بھی کنٹھت زانی

تیری بھرکھی کرتی سرجن اور پرلیہ کی لیلہ
تیرے اک سنکپ سے ہوتی است اُدے کی لیلہ

تو ہے سرو کلا سمپورن تو اک رس سرویشور
تو ہے پرسم پتا پر ماتما تو سچا پر میشور

تو سنسار میں گپت ہے انشی میں ہوں انش اجاگر
میں اک نٹ ہوں جگت مہنج پر تو پریم نٹ ناگر

تو اسیم ہے تو اپار ہے تو ہے پر بھو انت
میرے ار اپنوں میں آجا بن کر سدا بسنت

میں دھرتی کا راج کن ہوں تو امبر کا اُجیارا
کر پا کا مبدنی سے برساوے اب تو اوہی رل دھارا

ٹوٹا منکا اپنی مالا میں اب سوکیم پرولے
یہ دل تیرا ہو نہ سکا تو ہی اس دل کا ہولے

مہرشی رمن

مہرشی رمن کا جنم نام بنگٹ رمن تھا۔ ان کا جنم ۱۸۷۹ء میں متھرا کے قریب ایک گاؤں میں ہوا تھا۔ ان کے پتا سندرم امر دھاراک خیالات پرش تھے۔ اُن کے کئی پوروچ سنیا سی ہو چکے تھے۔ لیکن بنگٹ رمن کا رجحان دھرم میں نہ ہو کر پڑھنے اور کھیلنے کی طرف تھا۔ ان کی شدت روی سے بھی سب پریشان تھے۔ بنگٹ رمن جب سبڑ برس کے تھے۔ تو ایک عجیب و غریب دانو پیش آیا۔ اُنکے ایک پڑھے رشتہ دار متھرا، جہاں وہ اپنی ماما اور بھائی بہنوں کے ساتھ رہنے لگے تھے۔ اُسے اس بات کا علم ہو جانے پر کہ وہ ارونابل سے آئے ہیں۔ نہ جہان بنگٹ رمن کا دل خوشی سے اچھل اٹھا۔ اس کے بعد انہوں نے سائل سنتوں کی کتھائیں بھی پڑھیں مگر یہ تاثرات ان پر زیادہ دیر نہ رہے۔ وہ پھر اپنی پڑھائی اور فن بال جیسی کھیلوں میں مشغول ہو گئے۔

ان کے جیون میں ایک اہم موڑ آیا۔ ۱۶ برس کی عمر میں۔ خود ان کے الفاظ میں — ایک دن مریو کے خوف نے مجھے بھیر لیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں مرنے جا رہا ہوں۔ لیکن مجھے ڈاکٹروں کے پاس جانے کی پھٹکتا تھی۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بلانے کی میں سوچنے لگا۔ مرنے پر شریہ مردہ ہو جائے گا۔ لیکن اس کے بعد ۹ اور میں نے مریو کی تشخیص شروع کر دی۔۔۔ اُسے کیا ہوتا ہے یہ جاننے کے لئے میں نے اپنا سانس روک لیا اور منہ بالکل بند کر لیا۔ اور طے کیا منہ سے کوئی بھی نقطہ — میں "لفظ بھی نہیں نکالنا چاہئے۔ اب اس شریہ کو شمشان میں لے جا کر جلا دیا جائیگا۔ لیکن اس پر کیا "میں" ہے۔ یہ شریہ شانت اور جڑ ہے۔ لیکن اس شریہ کے بغیر بھی میں اپنے اندر "میں" کی آواز سن سکتا ہوں اور اپنی سچائی کی پوری طاقت کا احساس کر سکتا ہوں۔ اس لئے یہ "میں" ہی وہ ہے جو ہمارے اندر ہے۔ شریہ مر سکتا ہے۔ لیکن اندر کی اتنا نہیں مرنی۔ میں وہی امر اتما ہوں۔"

اس احساس کے بعد بنگٹ رمن کا دل سنسار کی تمام چیزوں سے آزاد ہو گیا اور ان کا بیشتر وقت جگوان کی حقیقتوں کا راز جاننے میں ہی گزرنے لگا۔

انکی یہ حالت دیکھ کر ان کے رشتہ دار اور سکول کے اذھیایاں ان پر ناراض رہنے لگے کہ آخر ایک دن کسی کو بتائے بغیر ارونابل جانے کا فیصلہ کر لیا۔ سکول جاتے وقت ان کے بھائی نے اپنی فیس جمع کرانے کے لئے پانچ روپے دیئے۔ میں اپنے پتا کی کھوج میں۔

بنگٹ رمن نے ان میں سے تین کا بیرونی تالے کا ریل کا ٹکٹ خریدا اور باقی دو روپے اور بھائی کے

نام پتر چھوڑ کر نکل پڑے۔ میں اپنے پتا کی کھوج میں اور انکی آگیا کا پالن کرنے جا رہا ہوں۔ یہ ایک پتر آپ کرم کا ارمہ ہو رہا ہے۔ اس لئے کسی کو اس بات پر چستا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرے آپ کی رئیس ادا نہیں کی تھی ہے دو روپے اس پتر کے ساتھ رکھے ہوئے ہیں۔

خود کو تیر "بتا کر اور دستخطوں کی جگہ پر".... "لکھ کر نیکٹ ورن نے یہ جتا دیا تھا۔ کہ اب وہ کوئی دیکتی نہیں ہے بلکہ برہم میں لین آتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کبھی اپنے بارے میں "میں" کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اور ہمیشہ "یہ" "اس" وغیرہ لفظوں کا ہی استعمال کرتے تھے۔

اوردناپس پہنچ کر انہوں نے اپنا سر منڈا دیا۔ ایک لنگوٹی کے علاوہ باقی تمام کپڑے جلا دیئے۔ اور جو کچھ پاس تھا۔ وہ غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ ان تمام چیزوں کا تیاگ کر کے وہ اس بھاؤنا سے آزاد ہونا چاہتے تھے۔ کہ شریر ہی "میں" ہے۔ مندر کے ایک اندرونی کمرہ میں وہ کئی ہفتوں تک بالکل مون رہے۔ گھنٹوں سادھی میں لین رہتے۔ ایک ہلکا ان پر دم کھا کر انہیں کھانا دے جایا کرتی تھی۔ مگر گرد و فوارح کے بچے ان پر پتھر پھینک پھینک کر ان کا مذاق اڑا کرتے تھے۔ ان بچوں کی شرارتوں سے بچنے کے لئے وہ ایک گڑے اور تار ایک گڑھے میں چھپ کر رہنے لگے۔ جہاں بچھو۔ مچھو۔ اور چوٹیاں انہیں تنگ کرنے لگیں۔ لیکن شرارتی بچوں نے انہیں یہاں بھی آرام دین سے نہ بیٹھنے دیا۔

ایک بھگت نے انہیں اس گڑھے سے نجات دلا کر مندر کے ایک کمرے میں جگہ دے دی۔ وہ بھگت دس گھنٹے تک بھگتی میں لین رہنے والے اس نوجوان سوامی کا دھیان رکھتے اور انہیں زبردستی بھوجن کھلا کر زندہ رکھتے۔ سوامی کو ہر وقت بھگتی میں لین دیکھ کر کئی بھگت ان کے پاس آکر بیٹھنے لگے۔ سوامی جی کے پرانی ان کی شردھا اس قدر بڑھ گئی۔ کہ وہ انہیں ایک مندر میں لے گئے۔ جہاں پٹنی سوامی کے نام کے ایک سادہ ہونے ان کی سیوا کرنے اور دھرم گرنہ سنانے کی ذمہ داری خود سنبھال لی۔ وہ سادھو بینٹ برس تک ان کی سیوا میں لگا رہا۔

عام لوگوں کی نگاہ سے بچنے اور اپنے مون برت کو اکلندت رکھنے کے لئے وہ اپنا استھان بدلتے رہے۔ آخر وہ اوردنا چل پریت کے دامن میں اس مقام پر آ گئے۔ جو ان کی زندگی کے آخری ایام تک ان کا مستقل آشرم بنا رہا۔

اس طرح بالکل مون رہ کر انہوں نے تیس برس گزارے۔ اس عرصہ کے دوران ان کا شریر سوکھ کر کاٹا ہو گیا۔ اور ان کا جسم ہر وقت دھول مٹی سے اٹا رہتا تھا۔

ان کی ایسی حالت کے دوران میں ان کے چچا اور بھائی نے کئی بار انہیں ہٹا کر واپس لے جانے کی کوشش کی۔ مگر ہر بار انہیں مایوس ہو کر ہی لوٹنا پڑا۔ ایک بار جب بوڑھی ماں نے آفسو بہانے ہوئے بیٹے سے گھر لوٹ جانے کا اصرار کیا۔ تو ایک شیشیہ کے بار بار کہنے پر انہوں نے تحریری جواب دیا "جو ہونا ہے وہ ضرور ہوگا۔"

اور جو نہیں ہوتا وہ کبھی نہیں ہوگا۔ اس کے لئے چاہے کوئی کتنی بھی کوشش کیوں نہ کرے۔ اس لئے یون دھارن کرنا ہی سہو اتم ہے۔

۸۶ شری میں مہرشی کے بانی کندیہ پر ایک گانٹھسی دکھائی دی۔ جو بعد ازاں بڑھ کر کیفیٹر کے پھوڑے کی صورت اختیار کر گئی۔ ڈاکٹروں کے مطابق ان کا جیون ان کا بازو کا ٹکڑا ہی بنایا جاسکتا تھا۔ لیکن مہرشی نے جواب میں مسکرا کر کہا۔

جسم خود ایک روگ ہے۔ اس کا انت ہونا ہی چاہئے۔ انک کیوں کاٹا جائے۔
پورے ۲۰ سال تک وہ اس مہلک مرض میں مبتلا رہے۔ جب یہ پھوڑا ابھڑنا آپریشن کے ذریعے اسے برابر کاٹ دیا جاتا۔ انہیں بے حد تکلیف تھی۔ مگر ان کا دھیان اس طرف کبھی نہیں گیا۔ علاج بھی انہوں نے اپنے بھگتوں کے اعصار پر ہی شروع کر دیا تھا۔
ان کی ۷۲ ویں ورش گانٹھ کے دن ارون پیل میں گن گائن ہو رہا تھا کہ انکی نبض اچانک بند ہو گئی۔ اور چند ہی لمحات میں وہ اس دنیا کو چھوڑ گئے۔

بندیہ

یاد خدا

(شری آذر جالندھر)

مسئلہ شری تیرہ رام دیوانہ تھو

مسجد میں پڑھ رہے تیری نماز قاری
طاہر چمن بھی مل کر گن تیرے گاہے ہیں
دیتی ہے پتی۔ پتی گل کی پیام تیرا
نطف و کرم سے تیرے دریا میں ہے روانی
جلوے سے تیرے جہنگل پر بوز ہو رہا ہے
تیری ضیا سے روشن خورشید بھی قمر بھی
آذر کو ایسا دل دے جو حق سے باخبر ہو
نیچر کے منظروں میں شان کمال دیکھوں

مندرمیں پوجتے ہیں تجھ کو تیرے پجاری
تجھ کو پکارتے ہیں تجھ کو بلا رہے ہیں
ہر خار کی زباں سے سُنتا ہوں نام تیرا
تیری ہوا کے بل پر لہرا رہا ہے پانی
جس کوہ پر نظر کی وہ طوہ ہو رہا ہے
مغفل طرہ عالم ہاں ایک نظر ادھر بھی
وہ آنکھ دے کہ جسکی تحقیق پر نظر ہو
ہر گل میں ہر شجر میں تیرا جمال دیکھوں

رباعیات آذر

(۱) مرسد شری تیرکہ رام در پوآنہ تاون (۵)

جو راز کہ ہر باک سے نہاں ہوتا ہے
سچ یہ ہے کہ آنکھوں سے عیاں ہوتا ہے
ہوتی ہے محبت کی زباں آنکھوں میں
آنکھوں سے محبت کا بیاں ہوتا ہے

(۲)

پیسے کے ہیں دُنیا میں طلبگار بہت
بُن جاتے ہیں پیسے سے یہاں یار بہت
پسید ہوا کہ پاس تو پھر اے آذر
غنوار بہت مولس و دلدار بہت

(۳)

آرُوح کی پروانہ دکھائیں تجھ کو
آ عالم بالا پر اُڑائیں تجھ کو
جو دیکھنے والوں نے نہ دیکھا ہو کبھی
آ۔ آج وہ منظر بھی دکھائیں تجھ کو

(۴)

آنکھوں کی بُرائی جو کیا کرتے ہیں
آنکھوں کی بُرائی جو سنا کرتے ہیں
وہ لوگ حقیقت میں بُرے ہیں آذر
وہ لوگ حقیقت میں بُرا کرتے ہیں

(۶)

یارب تو ہمیشہ کی خوشی دے تجھ کو
یارب تو ہمیشہ کی مہنسی دے تجھ کو
گر رکھنا ہے زندہ مجھے اس دُنیا میں
مولے میرے تو زندہ دلی دے تجھ کو

(۷)

منعم نظر آتے ہیں یہاں مال میں مسرت
مفسک نظر آتے ہیں یہاں کمال میں مسرت
مستی سے نہ دیکھو گے کسی کو خالی
ہر ایک نظر آگیا اک حال میں مسرت

(۸)

ذولت کو سنبھال نہ قوت کو سنبھال
عزت کو سنبھال نہ عظمت کو سنبھال
سب کچھ یہ سمجھ جائے گا آذر
تجھ سے جو سمجھ جائے طبیعت کو سنبھال

دُنیا میں جو انسان کو راحت ہوتی
دُنیا میں جو آرام کی صورت ہوتی
سوچو تو سہی دل میں تم اپنے آذر
کیوں جانے کی دُنیا سے ضرورت ہوتی

بھگوان کے انینہ بھگت شری روپ اور ستاتن

بھارت ورش کی بھومی پر ایشور کی خاص اکرہ ہے۔ دیگر دیشوں میں تو بھگوان اپنے پیغمبر بھیجتا ہے لیکن بھارت کے بھگوان اور سنتوں کے ذک واران کرنے کیلئے کرشن اور رام کے روپ میں خود پرگٹ ہوتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے بھگت اپنا تن من دھن بلکہ اپنا آپ بھی اپنے پیارے پر بھوکے لئے اپن کر دیتے ہیں۔ وہ بھگتی کی آخری منزلیں طے کرتے ہوئے گیان کی چوٹی پر پہنچ جاتے ہیں۔ پھر ان میں اور بھگوان میں کوئی بھی نہیں رہتا۔ انکے سامنے تمام قدرت ہی قادر روپ ہو جاتی ہے۔ درہ درہ میں اس جیتن ستا کا ظہور ہوتا ہے۔ اور بھگت کو سوائے بھگوان کے کچھ اور نظر ہی نہیں آتا۔ وہ ہر جگہ کرشن ہی دیکھتا ہے۔ کچھ جگہ میں انیک بھگت ہو چکے ہیں۔ جن میں شری روپ اور ستاتن خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ آج ہم پریمیوں کے لئے اس پرچہ میں ان دو بھائیوں کے کرشن پریم کی کھتا درشن کرینگے۔ جس کے پڑھنے سے بھگتی اور ویراگ کا سمندر ٹھاٹھیں مارے گا۔

ایڈیٹر

روپ اور ستاتن دو حقیقی بھائی تھے جو سب پریمی اور پریموں کے سچے بھگت۔ گو انکا وقت زیادہ تر دنیا کے کاروبار میں صرف ہوتا تھا۔ مگر دل ہمیشہ بھگوان کے چروں میں لگا رہتا تھا۔ انہیں سفاری تعلقات بندھن پر تیت نہیں ہوتے تھے۔ یہ دونوں ہمارا بنگال کے گورڈیش کے رمنے والے تھے۔ اس وقت بنگال میں مسلمانوں کا راج تھا۔ اور بادشاہ وقت کی طرف سے ان دونوں کو شاہی منصب عطا ہوا تھا۔ مال و دولت کی گھریں کی نہیں تھی۔ حکومت اور اختیارات بھی حاصل تھے۔ گو یہ لوگ بڑے ذی راسخ آدمی تھے۔ مگر انکی زندگی میں کبھی نہیں سنا گیا کہ انہوں نے اپنی عزت حکومت اور دولت کا کبھی ناجائز فائدہ اٹھایا ہو۔ یا کسی شخص کو یہ نہی تکلیف دی ہو۔ ہندو اور مسلمان دونوں ہی ان کے برتاؤ سے خوش تھے۔ اور دونوں ہی کے دل میں ان کیلئے جگہ تھی۔ یہ پہلک کا کام نہایت خوشی خوشی کرتے تھے۔ ہر ایک کی تکلیف کو رفع کرنا ان کا مقصد تھا۔ پہلک تنگ کر کے رشوت لینا وہ گناہ عظیم سمجھتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ گورنمنٹ پہلک کی سیوا کیلئے بنائی جاتی ہے۔ جنھیں ٹیکس لگا کر غریبوں کا خون پھونکنے کے لئے نہیں سکراری ملازم دراصل پہلک کے

خادم ہوتے ہیں۔ اُن کا آدرش "پلاک سیدوا" ہونا چاہیئے۔

نڈپ اور سناٹن نے بہت عرصہ تک شاہی منصب داری کے فرائض انجام دیئے۔ لوگ دعائیں دیکھ کر اسی طرح گورڈیش کے حاکم بنے رہیں۔ اور عام باشندے انکی وجہ سے امن و امان کی حالت میں رہیں۔ پلاک روپ سناٹن دنیا میں کسی بہتر کام کے لئے مخصوص ہوئے تھے۔ موجودہ حالت اپنے والی حالت کا پیش خیمہ تھی۔ اور اسکے امتحانات اور تجربات کے سلسلہ میں انکے روحانی جذبات نشوونما پا رہے تھے۔ آخر ایک وقت ایسا آگیا کہ اس مرحلہ کو طے کر کے کسی اور بہتر طبقے پر رسائی حاصل کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی اور قدرت نے اُنکے دل کو اعلیٰ خدمت کے قابل پاکر اُن کا فنا ترقی کا منصب عطا کیا۔ ایک دن کا ذکر ہے جب یہ صبح کے وقت سندھیا سے فارغ ہو کر منصبی کام کی طرف رجوع ہوئے تھے ایک باؤلا فقیر مکان کی طرف سے گذرنا اور اس نے عدا دی۔

بند بگسل باش آزاد اے پسر چند باشی بند سیم ز بند ز

روپ اور سناٹن نے یہ عدا سنی سنسکرت کے علاوہ وہ فارسی بھی جانتے تھے اُس کو سنکر مسکرائے اور روپ نے سناٹن سے کہا۔ سننتے ہو۔ فقیر صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟ سناٹن نے کہا یہ آواز غیب ہے۔ اس کے پردے میں سچی ہدایت کا سامان چھپا ہوا ہے۔ اور تھے انوس کی بات ہوئی اگر اس پیغام کی طرف کان نہ کئے جائیں۔ فقیر کو غیرت دیکر یہ سرکاری فرض کی جانب متوجہ ہوئے۔ دن بھر توجہ کے ساتھ کام کیا۔ شام کو گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راہ میں آواز آئی۔

رات گزائی سوئے گردوس گنوا یو کھائے ہیرا جنم امول تھا۔ کوڑی بدلے جائے

کے سونا کے کھاؤنا۔ اور نہ کوئی چیت سنگو رشد بسا ریا۔ ادا امت کا میت

کیرا یہ تن جات ہے سکے تو را کھ بہور خالی ہاتھوں وہ تئے جن کے لاکھ کموڑ

دل کو چوٹ لگی۔ یہ سوچنے کیلئے مجبور ہوئے۔ دنیا میں کتنے آدمی ہیں جو روز فقیر اور سادھوؤں کی عدا سنتے ہیں مگر پردہ انہیں کرتے۔ پردہ صرف اُن کو ہوتی ہے جو اذھی کاری ہوتے ہیں یہ آواز سننے والے کی طرف مائل ہو کر پوچھنے لگے۔ سادھو! یہ امرت بانی دائمی زندگی کے بخشنے والی ہے اس کے پھر تھرنے والی دھاروں میں پریم اور جگتی کی رُوح ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایسے شہدوں کی عزت و توقیر کے کاغذوں سنتے ہیں۔ سادھو! ہمارا بجاتا ہوا پھر بولا۔

آج کہتے ہیں کل بھیجوں گا۔ کل بکے پھر کال آج کل کے کرت ہی۔ اور سر جاسی چال

کال اچانک ماری۔ جیوں ریت کو باج پاؤ پلاک کی سندھ نہیں کرے کال کا کالج

زیادہ سننے کی ضرورت نہیں رہی۔ آنکھوں سے پریم کے آنسو بہنے لگے۔ سادھو کی آواز جگت کی کچھ نہ کر وخصت کیا اور دونو بھائی پریم کے آنسو بہاتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔

شام کی سندھیائی۔ کھوڑا بہت کھانا کھایا۔ اور پھر دنیاوی کام کاج کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس رات اُن کو اپنے گھر کے مال و دولت اور سرکاری خزانہ کا حساب کہتا تھا۔ شمع روشن ہوئی ابھی کھاتے لیکر حساب کرنے لگے۔ اور دل کی یکسوئی کے ترنگ میں اس طرح مستغرق ہو گئے کہ اپنے آپ کو بھول گئے۔ ساری رات حساب کتاب میں گذر گئی۔ صبح کا تارا نمودار ہوا۔ اُن کو خیال تک نہ آیا کہ رات کیسے گذری۔ آخر حساب ختم ہوا اور قریب تھا کہ یہ تھوڑی دیر کے لئے آرام کرتے مگر پھر صبح کی وقت بھیری راگ میں سنانے والے کے شبدگان میں پڑے۔

مانش جنم زربھ ہے۔ بیٹے نہ بارمبار تروڑ سے پتہ بھڑے۔ بہرنہ لاگے ڈار پانی کا سا بلبلہ۔ اس مانش کی ذات دیکھت ہی کھپ جائیئے جیوں تارا پر بھات سنان بولے۔ روپ بھائی! دیکھو ساری رات دنیا کے کام کاج میں اتنی گزری کہ خبر تک نہ ہوئی آج یہ تیسرا موقع ہے کہ ایسے چتانے والے شبدگانوں میں پڑے ہیں۔ کیا اب ضروری نہیں ہے کہ ہم زندگی کے بہتر طبقہ میں داخل ہو کر اس کو سپھل کر لیں۔ اگر یہی وقت بھگوت بھائی اور دست سنگ ہیں صرف ہوتا۔ تو کتنی اچھی بات تھی۔

روپ بولے: بات تو سچی ہے۔ اُو گھر بار کا انتظام کر کے۔ اب ہمیشہ کے لئے آماد ہو جائیں۔ تو مت جانے باورے۔ میرا ہے سب کوئی پتہ پیران سے بندھا۔ یہ نہیں اپنا ہوئے آواز خاموش نہیں ہوئی تھی۔ گانے والا باناک پر باناک لگائے چلا جا رہا تھا۔ جا کھٹ پریت نہ پریم رس پُرن رنا نہیں نام تے نریشو سنسار میں اوپر مے بے کام روپ نے کہا۔ ہمارا ج آپ سنستے ہیں۔ باقی کیا کہہ رہی ہے۔ سنان بولے۔ مالک کی بھگتی کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ روپ نے پوچھا مالک کی بھگتی کیسے کی جائے۔ پھر آواز آئی۔

جا کھو جوت برہما تھکے۔ سر نرمی دیوا کہیں کبیر سن سادھوا۔ کر سنگور سیوا۔ سنان نے کہا۔ بھائی! اٹھو۔ وقت آگیا۔ پس ہمیش کرنا مھول ہے۔ قدرت ہوشیار کر رہی ہے اس کے آپدیش کے الفاظ صاف ہیں۔ اب وقت ضائع نہ کرنا چاہئے۔ یہ کہہ کر دو فو بھائی اُٹھے۔ اُس زمانہ میں شری جتینہ مہار بھوکا جنگالی میں ظہور ہوا تھا۔ پریم کے بادل زندگی کے آسمان پر بھانے ہوئے تھے۔ اور انکی خوشگوار بوندوں سے جنگال کی سرزمین میں خاص قسم کی شادابی اور سیرابی آگئی تھی۔ اور جن پر پریم کی بوندیں پڑتی تھیں وہ کبرتہ کرتیہ ہو جاتے تھے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے جب دنیا میں کوئی روحانی سورج آتا ہے۔ ہر چار طرف روحانیت کا نور چمک اُٹھتا ہے اور جن پر یہ نور برستا ہے۔ وہ نورانی شکل والے ہو جاتے ہیں۔ اور ہزاروں دلاکھوں آدمیوں کی زندگیاں

روحانی ہو جاتی ہیں۔ یہی کیفیت اس وقت بنگال کی تھی۔ پرکیم اور بھگتی کا سہو راج اودے ہو گیا تھا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں ایشور کے بھگت پیدا ہو گئے تھے۔

رُوپ اور سناٹن دونوں بھائی ہمارے جیتن کی خدمت میں پہنچے۔ بھگن کیرتن ہو رہا تھا۔ وجد اور مستی کی حالت طاری تھی۔ پرکیم کا منڈل بندھ رہا تھا۔ سب کے سب جو اس منڈل میں تھے۔ بے خود اور مست تھے۔ یہ دونو بھی مست ہو گئے۔ ہمارے بھگتوں کی نگاہ ان پر پڑی۔ پوچھا کیسے آئے ہو؟ دونوں روتے ہوئے چہروں پر گرے۔

نام دان اب ستگور دیجئے کال سناوے سوا النسا چھیجے
 ڈکھ پایا میں نے بسدن بھاری لگی آئے سوامی اوٹ تھاری
 مانگوں نام نہ مانگوں دان جس چاہو تیس دو موہی دان
 کنکا نام کرے میرا کاج ہے ستگور میری تم کو لاج
 جیتن سوامی کی آنکھ سے خود پرکیم کے آنسو جاری ہوئے۔ ان کو دیکھا دی۔ کچھ دنوں ست سنگ کرایا بھگتی مارگ کا راستہ دکھایا۔ پھر کہنے لگے: "رُوپ اور سناٹن! تم کو مالک نے کسی خاص کام کے لئے بنایا ہے۔ جہاں برج میں وہاں تم کو گھاس گھاس اور پتے پتے سے اپدیش ملے گا۔ اور تمہاری ذات سے بے شمار ایشور کے بندے بھگتی مارگ پر آروڑھ ہوں گے۔"

گورو کا حکم سونیکار کر کے دونوں بھائی بنگال سے اُسی وقت چل پڑے اور پاسبادہ سفر کرتے ہوئے فقیرانہ لباس میں کتھرا کے قریب آئے برج بھومی واقعی سچے پرکیم کی سرزمین تھی۔ جیوں جیوں وہ اُسکے قریب پہنچتے گئے۔ ان کے دل میں نئی نئی اُمنگ اور نئی نئی خوشی پیدا ہوتی گئی۔
 راہ میں دو چار گوالے لڑکے گائیں پڑا ہٹے تھے۔ انہوں نے پوچھا۔ کیوں لڑکو برج بھومی کہاں ہے؟ لڑکے بولے۔ یہی تو برج بھومی ہے۔ جہاں کا ہنا بنسی بچایا کرتے تھے۔

دونوں بھائیوں نے زمین پر گر کر اس مبارک سرزمین کو ڈنڈوت پر نام کیا۔ دھنیہ دھنیہ وہ بھومی جہاں کرشن چندر جی نے ریل کی تھی۔ آگے چلے۔ بوندا دیوی کا مندر بلا۔ رات کو وہاں قیام کیا۔ روایت ہے کہ یہ مسندر رُوپ اور سناٹن ہی کا ستھان تھا۔ انہوں نے اس دیوی کا پوجا دی مقرر کیا۔ ہی ان کا بھتیجا بھی فقیر ہو کر انکی تلاش میں وہاں آ نکلا تھا۔ انہوں نے اس دیوی کا پوجا دی مقرر کیا۔ برج بھومی میں آکر رُوپ اور سناٹن پر محویت اور بھودی کی حالت طاری ہوئی۔ ہر وقت مستی اور سرور میں رہا کرتے تھے۔ اکثر لوگ ان سے ملنے کیلئے آیا کرتے تھے۔ اور ان کو بھگتی مارگ کا اپدیش دیتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ راجہ مان سنگھ ان کے درشن کو آیا کہنے لگا حکم دیجئے میں آپ کے آرام کا سامان بہتیا کرادوں گا۔ وہ تہقہ مار کر منہ سے راجہ! ہم کو مالک کے پرکیم کے سوا کچھ بھی درکار نہیں۔

مال دنیا تن پرستان راحل
 اے خاک جانے کہ بہر عشق وصال
 ما غلام ملک عشق لا زوال
 بدل کردہ غناں و ملک و مال
 گرد و میراں خانہ را از سرخ و زر
 بعد ازاں بخش کند معمر تر
 مسلمانوں کا وقت تھا۔ فارسی زبان کا رواج تھا۔ اس وقت فارسی بولنا لیاقت اور قابلیت کا معیار مقرر ہو چکا تھا۔ راجہ ان سنگھ ان فقروں کی زبان دانی اور ان کی بھگتی بھاؤ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا کہنے لگا۔ اگر آپ کوئی سیدوا نہیں بتاتے تو مجھ کو درشن کا لالچہ کیا ہوگا۔ انہوں نے کہا۔ اچھا اگر تجھ کو یہی منظور ہے۔ تو گو بند دیو کی کامند بنواد۔ راجہ نے قبول کیا۔ اُن دنوں آگرہ کا قلعہ سناب سرخ سے تعمیر کرایا جا رہا تھا۔ راجہ نے اکبر بادشاہ سے حکم لیا اور ایک شاندار مندر بنوایا۔ جس کی صرف ضروری اور مصالحہ پر تیرہ لاکھ روپے صرف ہوئے تھے۔ یہ مندر اب تک برہماؤں میں موجود ہے اور حضرت و نفاست کے لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ بعد ازاں محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں راجہ جے سنگھ گویند دیو کی مورتی کو بے پور اٹھالے گیا۔ اور برہماؤں میں وہ سری مورتی مستحباب کی۔

روپ سخاوت اب برہماؤں میں مقیم ہوئے۔ سارا وقت کھانا پانا میں صرف ہوتا تھا۔ دونوں بھائی سنسکرت کے عالم بھی تھے انہوں نے چند ہی مہینوں میں پانچ لاکھ شلوک تصنیف کئے۔ ان کے گرنہ اب تک موجود ہیں۔ اُن کے نام۔ رس سدھانت۔ اُچل تیل مہنی۔ بھگت رس۔ بھاگوت امرت وغیرہ وغیرہ ہیں۔

جب تالیف اور تصنیف کے کام سے فرصت ملی۔ پھر وہی دیراک کا خیال آیا۔ اور برج کی پرکھا کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس جگہ بیٹھ جاتے دو دن وہیں بیٹھے رہتے۔ ایک دفعہ آپ شہ گاوں برسانا کے قریب آئے اور درخت کے تنے بیٹھ کر کرشن چندر کے لڑکپن کے کھیل کی زمین کا نظارہ دیکھنے لگے۔ پریم غالب آگیا۔ سچو ہو گئے۔ تین روز تک وہاں پڑے رہے۔ کھانے پینے کا خیال تک نہ آیا۔ گاؤں میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ کہ بڑا سا دھواؤں ہیں۔ نہ کچھ کھاتے ہیں۔ نہ پیتے ہیں۔ ایک امیر کے لڑکے کو اُن کے کھانا کھلانے کا خیال پیدا ہوا۔ کھانا لیکر پہنچا۔ اور مسکرا کر کہا۔ تم بھی عجیب آدمی ہو۔ تن آتش والے ہو کر ناحق اس طرح چٹے رہتے ہو۔ اور نہیں تو مسند کا آپکار ہی کرو۔ اور گاؤں کے نزدیک چل کر ٹھہرو۔ یہ بولے۔ جب تم کو ہمارا خیال پیدا ہوا تو پھر ہم کو بھی اپنے لئے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ جس علاقہ نے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک دیئے ہیں۔ آخر ان کا کچھ مقصد بھی ہوگا۔ یونہی تو نہیں ہیں اس واقعہ کے بعد دونوں بھائیوں نے کسی ایک جگہ مشکل سے قیام کیا۔ جہاں جاتے بھجن گیتن کہتے رہتے۔ اور لوگوں کو بھگتی مارگ کا آپدیش دیتے۔ یہ سوائے کنڈل کو پین کے اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے۔ یہ مایا چھایا ایک سی بر لا جانے کوئے ؟ بھگت کے پانچھے لگے۔ سنگھ بھگتے سوئے

دُکھیا کی فریاد

المشہور

سپتک ناجی سنگٹ موچن شری کرشن سنتو تر

نیشنل سوسائٹی
پنجاپ چنای

شری کرشن گوہند مادھو مُراری
اے رادہارمن۔ شیام۔ بانگے بہاری

ہر وچیت میری شرمن ہوں تمہاری

اے دینوں کے رکھشاک۔ اے دیکھوں کے عالمی
ترے نہ یہ آیا ہوں بن کر بھکاری۔۔۔ شری کرشن گوہند مادھو مُراری۔ اے رادہارمن شام بانگے بہاری
ترے در پہ داتا جو آیا سوامی
کیا لوٹ کر نہ کبھی کوئی خالی۔

ہے بخشش تیری بے پناہ رب باری۔۔۔
اے ہر سکھ کے داتا۔ اے ہر مذک کے ہترا
میری طرف بھی ہو نظر ایک باری۔۔۔
نہیں کوئی دُتیا میں میرا سہارا

معصیت پُری ہے میرے سر پہ بھاری۔۔۔
بھنور میں پھنسی ہے جری آج نیا
کنا رے لگا دو اسے ٹاکٹ دھاری
گراہ نے مجھ پر کو جیسے تھا یکڑا

چھڑاؤ مجھے ان سے اے چکر دھاری
خطا پوش کتم ہو۔ خطا وارثی ہوں
خطا میں ہری بخشندو آج ساری۔۔۔
بسو میری آنکھوں میں بن میں سماؤ

ہے رحمت کا چشمہ تیرا عام جاری۔۔۔
جنم اور مرن کے نہ بندھن میں آؤں
رہے نام کی تیرے ہر دم تمہاری

سدا دھیان چرنوں میں تیرے لگاؤں
شری کرشن گوہند مادھو۔ مُراری۔۔۔ الخ
آئی شجھم بھوتو وفا چنای

شری گارڈ صاحب

موجودہ یگ کا۔ ایک الوبک اودھوت۔ جن کو بھگوان کے ساکھشات درشن ہوئے
(از قلم شری دینا ناتھ ڈوگل)

قسط ۱۔ آج سے لگ بھگ ستائیس سال پہلے موجودہ یگ کے اس جہان اور الوبک اودھوت کے ساتھ میری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ انکی پہلی ملاقات سنہ ۱۹۵۱ء میں چھ پرچارو کا انٹر کر دیا تھا۔ لوگ انکو گارڈ صاحب کے نام سے پکارتے تھے۔ الوبک اودھوت کے اس الوبک اور الوبکھے نام کے پیچھے جب میں نے انکے جیون کی انوبک اور اذبحوت اور رہیہ مہی گھٹنا میں سنیں۔ تو میں نے اسی روز ہی انہیں اپنا گورو دیوت بلیم کر لیا تھا۔ کیونکہ پرچھو کے نام میں جیسا دیوانہ میں گورو عیا ہوتا تھا۔ ویسے ہی مسرت مسرت گورو دیوت مجھے اس وقت بل گئے تھے۔ لہذا اب موجودہ یگ کے اس الوبک اودھوت کا الوبک ہی جیون مختصر ملا ختم ہو۔

موجودہ یگ کے اس الوبک اودھوت کا اپنے والدین کی طرف سے رکھا ہوا سندساری نام شری ودھا ورام تھا۔ آپ کا شہدہ تخم آج سے لگ بھگ ایک صدی پہلے موجودہ صوبہ ہریانہ ضلع انبالہ تحصیل نارائن گڑھ کے ایک قدیمی اور تاریخی قصبہ ساڈھوہ میں ایک درمیانہ طبقہ کے سینے پر یوار میں شری مولچند جی کے گھر میں ہوا تھا۔ آپ نے ایف۔ اے تک تعلیم پائی تھی۔ ایف۔ اے کرانے کے بعد آپ کے تپانے آپکو کھیتی کے کام میں لگانا چاہا۔ لیکن کھیتی کے کام میں آپ کا من نہ لگ سکا۔ اس کے بعد آپکو ایک زدکان بنا کر دی گئی۔ لیکن پرچھو تو آپ سے کوئی اور کام ہی لینا چاہتے تھے۔ اس لئے زدکان کے کام میں بھی آپ اپنا من بھیک طرح نہ لگا سکے۔ کیونکہ آپ کا من تو پرچھو کے چرن کلوں میں جڑا ہوا تھا۔ آپکے پتا شری مولچند جی نے جب آپکی ایسی حالت دیکھی تو سمجھ گئے اور کھیتی کا سارا کام اپنے دو سرے لڑکے شری جیوتی رام کو سونپ دیا۔ شری مولچند جی نے جب اپنے سب سے بڑے لڑکے شری ودھا ورام کا من کسی سندسارکے کام میں بھیک طرح نہ لگتا دیکھا تو انہوں نے آپکی شادی کر دی۔ لیکن آپکی شادی ہو جانے پر بھی آپ سندسارک موہ میں نہ پھنس سکے۔ ان کے اندر پرچھو شری کرشن جہاراج جی کا سچا پیار کھا اٹھیں اور ہاتھ انکی گھڑا لے آپ کو سندسارک موہ جال میں پھنسانا چاہتے تھے۔ جب آپ نے اس موہ روپی جال کی پھنسیں کو اپنے چاروں طرف پھلتے پھولتے دیکھا تو دل کی پوری گہرائی سے پرچھو سے پرارنضا کرنے لگے کہ وہ انہیں اس موہ روپی جال میں نہ پھنسا کر اپنے چرن

کملوں کی اٹوٹ اور اوجیل بھگتی پر دان کریں۔ اس طرح آپ گروہیت کے سارے دھندے اور دوکان کے کام کو بھی یہ امر مجبوری صرف بیرونی من سے چلا رہے تھے۔ لیکن دراصل آپ اپنے دل کی پوری گہرائی سے اس سارے موہ جال سے پوری طرح آزاد ہونا چاہتے تھے۔

پھر کھوسام کا کسے تھے تو آپ اپنے دل کی پوری گہرائی سے کرتے۔ لیکن دیگر سنسارک سبھی کام صرف مجبوری کے تحت کسی نہ کسی طرح پورے کر رہے تھے یعنی آپ سنسار میں تو رہ رہے تھے۔ لیکن سنسارک موہ مایا سے بالکل بے غرض تھے جس طرح پانی میں رہتے ہوئے بھی کمل کے پتے پر پانی نہیں ٹھہرتا۔ اسی طرح آپ سنسار میں رہ کر بھی سنسارک موہ مایا سے تزلزل رہے۔ آخر کار اس طرح پر بھوکو دھجھاتے رہتے رہتے اندر دم تنہا شمع کے نیووں کا پالن کرتے کرتے آپ نے دوکان کے کام کو بھی چھوڑ دیا۔ اور پھر اپنے پر تپم پر بھوکو شری کرشن جہاراج کے بھجن و کیرتن میں پوری طرح مصروف ہو گئے۔ جب آپ کے والدین آپ کی ایسی حالت دیکھی تو کچھ دن کے بعد آپ کو کوئی نوکری کرنے کے لئے مجبور کرنے لگے۔ گھر والوں دوارا اس طرح مجبور کئے جانے پر آپ برا چلے گئے اور وہاں جا کر ریلوے کے محکمہ میں نوکری اختیار کر لی۔ آپ نے وہاں نوکری تو شروع کر دی لیکن پھر بھی نوکری کے آگے آپ کو یہ سنسارک نوکری بالکل تجھ نہ کھائی دینے لگی۔ آپ کا تن تو وہاں ریلوے و بھاگ میں نوکری دے رہا تھا۔ لیکن آپ کا من میراں کے گردھر گویاں کرشن میں اٹکا ہوا تھا۔ پھر کھوسام میں دھجھو ہوا آپ کا من اس نوکری کے بندھن کو بھی توڑنے کا رچار کرنے لگا۔ کیونکہ نوکری میں وقت کی پابندی تو ضروری تھی۔ آخر کار آپ نے ایسی ہی مستی کی حالت میں ریلوے کی اس نوکری سے استعفیٰ دے دیا۔ اور اپنے دلش بھارت کے آبائی قصبہ ساڈھوا میں واپس آ گئے۔

میں آکر آپ پھر پھر بھوکو کی بھگتی میں مگن ہو گئے۔ اور شرمید بھگوت گیتا کے پرتی آپ کا اٹوٹ و شو اس اور اتسار اُٹھ پڑا۔ دن رات آپ شری گیتا جی کے پاٹھ میں اور منن میں گزارنے لگے۔ شری گیتا جی کا ایک ایک شلوک آپ کے روم روم میں گھر کر گیا۔ آپ کے گھر والے آپ کی ایسی اٹوٹ مستی کو دیکھ کر پھر موہ و ش گھبرا گئے۔ اور آپ کو پھر کوئی اور نوکری کرنے کیلئے مجبور کرنے لگے۔ آخر کار گھر والوں کی طرف سے بہت مجبور کئے جانے پر آپ نے پھر نوکری کرنا مان لیا۔ اور آپ کو اپنے ہی دلش بھارت میں پھر ریلوے و بھاگ میں گاڑ دی نوکری بل گئی۔ ہر طرح کی ٹریننگ کے بعد آپ کی ڈیوٹی بنارس سے اگلے اسٹیشن منسراٹے سے لکھنؤ اور واپس لکھنؤ سے منسراٹے تک گاڑی جانے کے لئے لگا دی گئی۔ آپ اس طرح ہر روز مسافروں سے بھری وہ گاڑی مقررہ وقت پر لے جانے لگے۔ آپ کو عموماً صبح چار بجے مغل سرائے سے چلنا پڑتا تھا۔ اب یہ نوکری بھی ایسی ہی تھی جس میں وقت کی پابندی لازم تھی۔ لیکن پھر کھوسام کے نام میں رنگا ہوا ایسا مستی المست دیوانہ بھلا کیسے وقت کے ایسے کھوڑ بندھن میں ہمیشہ کے لئے بندھ سکتا تھا۔

آپ کا ہر دیر پھر ایسے کھڑ بندھن توڑ ڈالنے کے لئے دیا گئی ہو اٹھا۔ اور اپنے دل کی پوری گہرائی سے یہ سب بندھن توڑ ڈالنے کے لئے دن رات پر بھروسے پر اترھنا کرنے لگے۔ بھگتی کی ایسی درندہ اور اٹل بھادنا کے نتیجے کے طور پر پورن ویراگیہ اور گیان آپ کے دھرم رزم سے ٹپکنے لگا۔ نوکری کرتے ہوئے اور اپنی دھرم تپنی کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی یعنی گرمہست میں پوری طرح رہتے ہوئے بھی آپ سندھاری دشیوں میں لپاٹا نہ ہوئے۔

ہوتے ہوئے اب آپ کی حالت ایسی ہو گئی کہ آپ سدا بھی اوستھیا میں جانے لگے۔ جب بھی آپ کو وقت ملتا اور آپ پر بھروسے کے دھیان میں بیٹھتے۔ کچھ ہی لمحوں میں آپ سدا بھی اوستھیا میں چلے جاتے۔

۱۹۳۷ء کا واقعہ ہے کہ ایک روز آپ نے صبح چار بجے منگل سر رائے سے ریل گاڑی لیکر لکھنؤ کیلئے چلنا تھا۔ اُس روز آپ کو ایک بجے ہی اٹھکر رفق حاجت سے فارغ ہو کر اور شان وغیرہ سے نیٹ کر ٹھیک ڈوب بجے سندھیا پر بیٹھ گئے۔ تاکہ سندھیا سے فارغ ہو کر ٹھیک چار بجے گاڑی لے جا سکیں۔ لیکن پر بھروسے کی اپار کر پائے آپ اس روز سندھیا کے لئے آٹھ بجے ہی نرو کلیپ سدا بھی اوستھیا میں چھو ہو گئے۔ پرمانند کی پراکاشٹھا کو پہنچ کر اس پر کار آمد ساگر میں ڈکیاں لگاتے لگاتے آپ کو صبح کے آٹھ بج گئے۔ جبکہ آپ نے پرجات کے چار بجے دہلی گاڑی لے جانی تھی۔

بھگتوں کے اُس سرتاج کی ایسی بے حد یکسوئی دیکھ کر بھگوان کو اپنے بھگت راج کی لاج رکھنے کے لئے خود گاڑو کاروپ دھارن کر کے ریل گاڑی چلانی پڑی۔ لہذا اتر لو کی ناقتہ سر و شکتیمان اور گھٹ گھٹ انتر یامی پر بھروسے شری کرشن مہاراج جی نے ایسا ہی کیا۔ ٹھیک پر بھگت کے چار بجے اپنے بھگت راج شری ودھوا و ارام کا بھیس دھارن کر کے سیٹی اور لال تھکا ہری بھنڈی ہاتھ میں لیکر گاڑی کے گاڑو والے ڈبے میں پہنچ گئے۔ اور گاڑی کو منگل سر رائے سے لیکر لکھنؤ تک ہی پہنچا دیا۔

سدا بھی کھٹنے پر جب بھگت راج نے گھڑی پر وقت دیکھا تو صبح کے آٹھ بج چکے تھے۔ سدا بھی کھٹنے کے بعد آپ اُسی وقت سیشن پر دروڑے چلے گئے۔ اور اُس روز گاڑی نہ لے جا سکنے کیلئے اپنی مجبوری ظاہر کرنے لگے۔ ریلوے کمرچاریوں نے جب آپ کے یہ الفاظ سنے تو وہ خود حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے سامنے تو آج پراٹہ ٹھیک چار بجے گاڑی لیکر گئے تھے۔ اور یہاں آپ نے اپنے دستخط بھی کئے تھے۔ تنہا آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ کہ میں آج گاڑی لیکر نہیں گیا ہوں۔ اور سب سے زیادہ حیران کن ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ کو تو اس وقت لکھنؤ ہونا چاہئے تھا۔ یہیں تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ آپ وہاں سے اتنی جلدی یہاں واپس کیسے پہنچ گئے۔ بھگت راج نے ایک دفعہ پھر دہرایا۔ کہ میں آج گاڑی لیکر

حقیقتاً ہی نہیں کیا ہوں۔ لیکن جب ریوے کر مجاریوں زوارہ گھیرتا پورے کبے ہوئے یہ شدید انہوں نے پھر
سنئے۔ کہ آپ واقعی آج چار بجے سویرے گاڑی کے ساتھ گئے ہیں۔ اور یہ رہتے آپ کے دستخط۔ تب آپ کو
ذرا احساس ہو گیا۔ کہ آج میرے بدلے میری گاڑی لے جانے والے میرے پرانے آدھار میرے پرانیش
ٹرلو کی ناگہ سرنہ صلیتھان گھٹ گھٹ انتریانی پر بھو شری کرشن مہاراج جی تھے۔ ایسا سمجھتے ہی اس لوگ
اودھوت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ وہ خوشی سے پاگی ہو اٹھے اور مستی میں آکر تھو منے اور ناچنے لگ
گئے۔ تب اسی مستی کے عالم میں آپ نے ریل کر مجاریوں کو یہ بھید بتایا۔ کہ آج میں ریل گاڑی
حقیقت میں ہی نہیں لے گیا تھا۔ میرے بدلے گاڑی لے جانے کا کشت آج سوئیم میرے پر
پوجیہ مری منوہر بانے بہاری اور گرو زبھاری پر بھو شری کرشن مہاراج جی کو کرنا پڑا ہے۔ ہائے
اُن کو آج میرے لئے کتنا کشت سہن کرنا پڑا ہے۔ یہ کہنا ہی تھا کہ پریم کے آنسوؤں کی اُن کی
آنکھوں سے جھڑی ہی لگ گئی۔ اس طرح پریم کے آنسو بہاتے بہاتے آپ پلبیٹ فارم پر آ
گئے۔ اور بڑی نمرتا۔ عاجزی و انکساری کے ساتھ دونو ہاتھ جوڑ کر رو رو کر پر بھو سے کہنے لگے۔ کہ
میرے پرانے آدھار پر بھو اس اپنی غلطی کے لئے آپ سے دو کر جوڑ معافی کا خواستگار ہوں۔
واقعی آپ کو آج میرے لئے بے حد کشت اٹھانا پڑا ہے۔

بھگت جی کی اتنی نمرتا اور اٹوٹ بھگتی بھاونہ دیکھا کر ترلو کی ناگہ۔ مری منوہر پر بھو
شری کرشن مہاراج جی نے وہاں ہی ساکھشات درشن دیکر اپنے اس ایتنت پیارے
بھگت راج کو تسلی دی۔ پر بھو تو اپنی منوہر جھانکی اور چھپی دکھا کر نہ ہیں امتردھان ہو گئے
لیکن اُس بھگت راج اور لوگ اودھوت کی خوشی اپنے پر بھو کا ساکھشات کار پا کر اور بھی
بڑھ گئی۔ وہ اب پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ خوشی اور مستی میں آکر ناچنے لگ گئے۔ (باقی پھر)

تخریفی خط

از ہوشیار پور۔ مورخہ 25/7/57

شریمان جی نمسکار ! آپ کی ارسال کردہ کتب مل گئی ہیں۔ ابھی اُن میں سے ایک دو کتب ہی پڑھی
ہیں۔ لوگوں کو صحیح راستہ پر لانے کے لئے آپ بہت اچکامہ کا کام کر رہے ہیں۔ مبلغ بیس روپے کا چیک
ارسال ہے۔

این۔ ایس۔ بھلہ

(خویدار اوم نمبر 8767) ایڈیشن سولی اینڈ میشن جج ہوشیار پور

اے تے نواز ازلی نغمہ طراز آجا

(شری زیندناکھ شترما۔ نربندر۔ ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس)

مسدود ہو گئی راہ۔ اے کار ساز آجا بندے کی رہبری کر۔ بندہ نواز۔ آجا
 محوِ دعا ہوں کب سے ہیں در پہ سر بسجود کب علم و حکمتوں نے تیرا سراغ پایا
 لے کر دیا ہے دل کو۔ دنیا و دین سے خالی دیرانِ دل میں میرے رُوح نماز آجا
 زم سے تیرے ہیں مادھو۔ رعنائیاں چین میں رخ سے نقاب الٹ کر۔ اے حسنِ ناز آجا
 تارِ ربابِ دل ہے۔ خاموش ابالم سے اک جنبشِ طرب دے۔ اے تے نواز آجا
 کیفِ سرور بھر دے۔ تو غم نصیبِ دل میں اے تے نواز ازلی۔ نغمہ طراز آجا
 لاؤں جواز کیونکر رحمت کا تیری کیشو مطلقِ مجاز ہے تو۔ خود بے جواز آجا
 اعجازِ نئے نگاہ سے بے خود بنادے مجھ کو مستانہ وار۔ نٹور۔ گیسو دراز آجا
 مومن کسے بتاؤں۔ کافر کسے کہوں میں آنکوش میں ہیں تیری۔ حق و مجاز آجا

ہے نار و آتمنا جز درو۔ عاشقی میں

خاموش رہ نربندر۔ خاموش۔ باز آجا

سنت دھرم داس جی عارف کامل

(از قلم ماسٹر فتح چند جی بنگلانی)

شہری ۱۵۸ سوامی دھرم داس جی کا جنم استھان گڑھ ہمارا جہ ضلع جھڑا ہے۔ انکے پتا کا نام چودھری مایا رام پنہاتی اور ماتا کا نام شریہتی دیواں بانی تھا۔ ان ہردو کو سادھو پنہاتا کی سیوا میں دلچسپی تھی۔ بڑے دھرماتما اور سادہ زندگی بسر کرنے والے تھے۔ ان کے ہاں چار لڑکے علیکے بعد دیگرے پیدا ہو کر مسرگیا شہر ہو گئے۔ دل بہت بے چین سا رہتا تھا۔ ایک دن قدرت کی مہربانی ہوئی۔ کانوں میں آواز آئی۔ کہ گڑھ ہمارا جہ کے مغرب کی طرف آندہ بارغ ہے۔ وہاں پر سبھ سادھو تشریف لائے ہیں۔ وہاں درشنوں کے لئے گئے۔ ماتا دیواں بانی نے خوب آدرستکار سے سیوا کی۔ جہاں تا جی نے خوش ہو کر فرمایا کوئی اچھا ہو۔ تو بتاؤ۔ ماتا جی نے کہا۔ اور تو کچھ نہیں میرے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ چاروں مسرگیا شہر ہو گئے۔ گھر سنتان نہیں۔ مہربانی فرما کر اشیر باد دیو میں کہ لڑکا بڑی عمر والا ہو۔ حکم ہوا کہ تیرے اور چار لڑکے ہونگے مگر پہلا لڑکا بھی دینا ہوگا۔ البتہ لڑکا جب پیدا ہوا۔ اُس سے بہت محبت چار ہو گیا۔ چار لڑکے زیادہ تھا۔ کچھ عرصہ گزرنے پر جہاں تا جی نے پھر اُسی بارغ میں ڈھیرہ لگایا۔ جب ماتا پتا کو تہہ لگا کہ جہاں تا جی آئے ہوئے ہیں۔ وہاں درشن کرنے سے منہ موڑنے لگے۔ مہ میں آ گئے۔ آخر کار جہاں تا جی کے بلانے پر بارغ میں حاضر ہوئے۔ جہاں تا جی نے کہا کہ وعدہ پورا کرو۔ اور لڑکے کو لے آؤ۔ جواب ملا کہ جہاں تا جی لڑکے سے بہت پیار ہو گیا ہے۔ آپ اُس کے بدلے میں جو بھی حکم کریں سیوا کے لئے نقد رقم دے سکتے ہیں۔ چنانچہ جہاں تا جی اپنی دکھنا لے کر راضی ہو گئے۔ بعد میں تین لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

سب سے چھوٹے لڑکے کا نام دھرم داس تھا۔ پندرہ برس کی عمر تھی۔ کہ ان کا چچا سیرگیا شہر گیا۔ وہاں منسکار کیلئے ان ہی کو منتخب کیا گیا۔ جب انہوں نے چچا کو لڑکے لگائی۔ تو انکے دل میں دیوانگ پیدا ہو گیا۔ اور شمشان بھومی سے واپس گھر نہ گئے تین چار سال ادھر ادھر جنگلوں میں عمر گزاری۔ انیس سال کی عمر میں شہری ۱۵۸ سوامی داس رام جی نے ان کو اپنا چیلہ بنایا اور ان کی بھٹکانا ختم ہوئی۔ والدین نے بہت کوششیں کیں کہ گھر مستی بنے۔ مگر یہ اپنی ذہن میں لگے رہے۔

مندرجہ بالا آندہ بارغ کی بنیاد شہری ۱۵۸ سوامی جس رام جی نے ڈالی۔ وہ پہلے ذات بھادل پور کے پاس فوکر تھے۔ ریٹائر ہوئے پر یہ بارغ لگایا۔ اور وہیں اشیر بھگتی کرنے لگے۔ یہ جہاں تا گلاب داسی پنہتہ کے پیروکار تھے۔ جو کہ ویدانتی تھے۔ یہ زندہ گورو کو مانتے ہیں۔ ذات پات سے بالاتر ہیں۔ کوئی خاص

لباس نہیں۔ ان کے بعد شری ۱۰۸ سوامی دس رام جی نے سنیا س لیا۔ اور اس گدھی کے جانشین ہوئے۔ ان ہی سے شری ۱۰۸ سوامی دھرم داس جی نے گورو منتر لیا۔ اور کئی سال تک انکی سیوا میں وہ کر تعلیم حاصل کی۔ ان کے ہمراہ پنجاب ہندو مختلف اطراف کی یا ترا کے بعد سکندر آباد تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان استھان بنا لیا۔ اور دھرم پرچار کرتے رہے۔ سمیت ۱۹۷۴ء بکر جی میں سرگباش ہوئے۔ آپ اردو پنجابی کے شاعر تھے۔ انہوں نے کئی پستکیں شائع کیں۔

پرکھو سے پرارتھنا

پنڈت مدن موہن جی مالویہ

سب دیون کے دیو پرکھو سب جگ کے آدھار
 درڑھ راکھو موہے دھرم میں رونے ہوں بارم بار
 سرت چرت آنند گھن پرکھو سر و شکتی آدھار
 دھن بل جن بل دھرم بل دیکھے سکھ سنسار
 پاپ در درتا دین تا اور واسنا پاپ
 پرکھو دیکھے سوا دھیتا مٹے سکل سنتاپ
 جا کے من پرکھو تو بسو سوڈر کاں سوکھائے
 سر جاوے سو جاوے پرکھو کنتو دھرم نہیں جائے
 اٹھوں دھرم کے کام میں اٹھوں دیں کے کاج
 زین بندھو تو ہے نام ہے ناٹھ رکھیے لاج

تیری یاد

از قلم :- شری ۱۰۸ سوامی پری پورنا نند جی مہاراج ، رشی کیش

جس نے ہی تیری یاد کو دل میں بسا لیا
 سوئے ہوئے نصیب کو اُس نے جگا لیا
 سودہ کیا اُسی نے ہی اس جہاں میں خوب
 دے کر خودی کو خود میں ہی خدا کو پا لیا
 دن رات تھا پریشاں جس کی تلاش میں
 مُرشد کی نظرِ کرم سے خود میں ہی پا لیا
 دیتا اُسی کو دلبر ہے دیدارِ رُومرو
 دل کو فریب دیتا ہے جس نے ہٹا لیا
 صد بار اُس کو کزنائے دلبر بغل گیر !
 ہم تکھوں سے اپنی جس نے دریا بہا لیا
 بچھڑا ہوا تھا صدیوں سے نہ معلوم ہے کہاں
 رو رو کے دل سے روٹھا یارِ منا لیا
 روز و شب دیدارِ پورن بخشش کی کیا کہوں ؟
 اب دل کو میرے اُس نے ہے گھر بنا لیا

تعریفی خط

از مقام مہادیو، ضلع منڈی - مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۷۵ء

شریمان نندہ جی منسکار - آپ کی ارسال کردہ کتب ملیں - جن کے پڑھنے سے از حد آندہ پراپن ہوا۔ اس قسم کی
 دھارمک کتبیں گھر گھر پہنچانے کا جو کام آپ نے شروع کیا ہے، اس کے لئے ہماری بھگوان سے پراعتنا ہے کہ وہ
 آپ کو اور عزیز برہمانند کو زیادہ سے زیادہ روشنی دیں تاکہ آپ دیش، دھرم اور قوم کی سبواگر سکیں۔ دھرم
 پرچار پرکاشن کے لئے ایک یاد رکھو روپے کا منی آرڈر ارسال ہے۔ وصول فرمادیں۔

خیر اندیش :- رام چندر - از مقام مہادیو H.P.

اوم نام دہلی کیلئے

اوم نمہ شوائے

از قلم شری دار کا ناتھ ریہہ
حاجب کشمیری

- (۱) لیلا چانی پر نے آئے - شوائے نمہ اوم نمہ شوائے پورا چانی کرنے آئے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۲) برہمانہ پھچک اوپلاوان - دشو رویہ پڑی زگہ پالان - شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۳) برشاواہن چھی شوبان - بھوشن واسک کیا لبان - کھووا کیوں رشتہ دوائے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۴) دیکس پیٹھ چندر گاہ ماران - ہمسابلت چھک یوگ داران - گدگا بہت منتر جوائے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۵) ترہیون ناتھ چھک ٹی اسودن - پاپ تے شاپ چھک ٹی کاسہ دھون ناو چھٹی کلیان کارے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۶) ٹی چھک دیون ہندی دیو - ٹی چھک سادنی زلیو زلیو - اسہ پائین کرپڑہ اوپے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۷) شوشکرہ چھک کلیان کاری - پائین ہوند بخشن ہاری - اوہ کرہ کردن چھک پڑاے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۸) شکھتی سدا سیت سیت چھے - اسہ کاس پاپ بیہ میہ سند بھے - پورہ کرسانہ منہ کامنائے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۹) برہماؤشن چھٹی ٹی گاران - ساری دیوتا ٹی ترہا ران - کس دوت چانی مایاے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۱۰) بہریش دوہ ایش کرہوی سال - ٹی چھک سائین نیرن لال - لگیو چانی مایاے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۱۱) کرپورہ گورم نیت پرناؤ - پارہتی کرہ ناؤ دوت درناؤ - اسہ چھے چانی آٹنائے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۱۲) شو ٹی بھولا بھنداری - نید کنٹھ ٹی چھک توپری - جئے جئے چانی لیلاے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے
- (۱۳) حاجب پراران درشنسی - چائس امرتہ درشنسی - آشاوان چاند دیلاے شوائے نمہ اوم نمہ شوائے

اوم

اردو ترجمہ

(اوم نمہ شواٹے)

شواٹے دووار کا ناتھ رینہ حاجت کشمیری

اوم

- (۱) ہم آپکی لیلیا پڑھنے اور آپکی پوجا کرنے آئے ہوئے ہیں۔ بے شہوجی آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔
- (۲) برہما کے روپ میں آپ پیدا کرنے والے ہیں۔ وشنو روپ میں جگت کے پالک بننے والے ہیں۔ اور شیو روپ میں سنگھار کے کارن ہیں۔ سب شنگھ بھوان آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔
- (۳) آپ کو برشپ (بیل) کی سواری شوبھادیتی ہے۔ آپ کے گائے میں واسکی ناگ کا زیور دل کی موہ لیتا ہے۔ آپ کے بائیں طرف شری ماتا اڈما براہمان ہے۔ آپ کو نمسکار ہو بار بار نمسکار ہو۔
- (۴) آپ کے ماتھے پر چندرما دیوتا چمک رہا ہے۔ آپ بھسم لگا کر سادھی میں یوگ دھارن کئے ہوئے ہیں۔ آپکی جھاؤں میں گنگا جی نواس کئے ہوئے ہے۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔
- (۵) آپ تریموون کے سوامی ہیں۔ اور بھکتیوں کے پاپوں کو ناش کرنے والے ہیں۔ اسی لئے آپ کا نام کلیان کاری شنگھ ہے۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔
- (۶) آپ دیویوں کے دیوتے ہیں۔ آپ سب جیوؤں کی زندگی ہو۔ ہم پاپی لوگوں کا ادھار کر رہے۔ آپ کو نمسکار ہو۔
- (۷) بے شہوجی آپ کلیان کرنے والے ہیں۔ اور پاپیوں کو بھلا کرنے والے ہیں۔ آپ پر ہما گوان کرہ کرنے والے ہیں۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔
- (۸) شکتی اور سدیا آپ کے ساتھ ساتھ ہے۔ ہم پاپیوں کو میراج کا بیٹے زندہ کر رہے۔ ہماری کامناؤں کو پورا کر دے۔ آپ کو نمسکار ہو۔
- (۹) برہما جی اور وشنو جی آپ کی تلاش میں ہیں۔ سارے دیوتا آپ کو ڈھونڈتے ہیں۔ آپکی مایا کو کسی نے نہیں جانا۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔
- (۱۰) ہم شہور اتری کے جن آپکی دعوت کرتے ہیں۔ آپ ہی ہماری آنکھوں کی روشنی ہیں۔ ہم آپکی مایا کے صدمے جاتیں۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔
- (۱۱) آپ ہمیں کرپورہ گورم کا ہاتھ ہمیشہ کر دے۔ ہمیں پارہی کر دے اور درت دھارن کرنے کی پریرنا دے۔ ہمیں صرف آپکی آشا ہے۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔
- (۱۲) بے شہوجی آپ بھولا بھنداری ہیں۔ آپ ہی میں کٹھ اور ترپاری ہیں۔ آپکی لیلیا کو جے جے کار ہو۔ آپ کو نمسکار ہو۔ نمسکار ہو۔
- (۱۳) حاجت آپ کے درشن کا منتظر ہے۔ آپکی امرت درشا اور دیا کا آشار دان ہے۔ آپ کو نمسکار ہو بار بار نمسکار ہو۔



پرا اور اپرا ودیا

ہرشی شوٹنگ اور انگرا کی گفتگو



ایک دفعہ شوٹنگ ہشی بڑی شزدھا کے ساتھ ہرشی انگرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ذرا دیر بعد فنا کرنے کے بعد مودیا نے ان کے سامنے بیٹھ کر ان سے یوں مخاطب ہوئے۔
 شوٹنگ: ہے بھگوان۔ وہ کوئی ہویا ہے جسکے جان لینے پر یہ سب کچھ جان لیا جاتا ہے!
 انگرا: ہے پیارے۔ دو ودیا ہیں۔ ایک تو پرا ودیا ہے۔ اور دوسری اپرا ودیا! شوٹنگ: ہے بھگوان۔ ان ہر دو ودیوں سے مجھ کو آگاہ کیجئے۔
 انگرا: بگ۔ وید۔ یجروید۔ سام وید۔ اتھرو وید۔ بشکھیا۔ کلپ۔ ویاکین۔ چھند اور جوتش یہ اپرا ودیا ہیں اور پرا ودیا وہ ہے جس سے اس اکھشر برہم کا بودھ ہوتا ہے! شوٹنگ: وہ اکھشر برہم کیا ہے؟
 انگرا: وہ جو ناقابلِ نظارہ ناقابلِ گرفت۔ اگرچہ بے رنگ و روپ آنکھ اور کان کے ذریعے سے بالآخر وہ ادراہ جو جنم فرن سے رہت انتہ سرب ویا پاک لا محدود و سوکھم اور چشم تصور سے دور ہے۔ اور جو تمام کائنات کا منبع ہے۔ اسے گیان وان پرش سب جگہ ہی دیکھتے ہیں۔
 شوٹنگ: یہ جو مختلف قسم کی کائنات ہر جگہ دکھائی دیتی ہے۔ یہ برہم سے کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟
 انگرا: جیسے مکڑی جب چلتے اپنا جالا بناتی اور جب چاہے اسے سمیٹ لیتی ہے۔ جیسے زمین سے نباتات اُگتی ہیں جیسے زندہ انسان کے جسم سے بال اور دم پیدا ہوتے ہیں۔ ویسے ہی اکھشر برہم سے کائنات پیدا ہوتی ہے۔

شوٹنگ: برہم سے اس کائنات کی پیدائش جس سلسلہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ برائے ہر مانی اس سلسلہ کو تفصیل وار بیان کیجئے!

انگرا: علم آفریش کائنات کا جو گیان ہے۔ اس سے انسان لطیف سے بھی لطیف برہم کی شناسائی حاصل کر لیتا ہے۔ لطیف برہم کی اچھا شکتی سے سمجھتا یعنی کثافت یا مادہ کی پیدائش ہوتی ہے۔ پھر اس کثافت سے اناج پیدا ہوتا ہے۔ اناج سے پران من سیتہ لوک اور کرم سے امرت پیدا ہوتا ہے۔ وہ جو سڑوگیر یعنی علم کل ہے۔ بسب کو مساوی طور پر ایک سا جاننے والا ہے۔ جو سب پر ود ہے یعنی گھٹ گھٹ کا جاننے والا ہے۔ اسی اکھشر برہم سے یہ دشنہ ظہور میں آتا ہے۔

شونکت۔ سب بھگوان وہ ہستی لا محدود جو بنیاد کا کائنات ہے۔ کیسے مانی جاتی ہے۔
انگرا۔ جو شانت اور ایک گرچت والے ہاتھ لوگ جنگل میں رستہ پر تھے تب اور شردھا کے ساتھ بھگوان
کا دھیان کرتے ہیں۔ وہ سورج لوگ کے راستے سے وہاں جاتے ہیں۔ جہاں وہ غیر فانی اور لا محدود پرش قیام
پزیر ہے۔

شونکت۔ بے بھگوان سونک کے راستے سے اس منزل حقیقی تاک سائی مابں کرنے کا ذریعہ کونسا ہے؟
انگرا۔ یہ سب سنسار ناشوان ہے۔ اس سنسار میں قائم بالذات اور غیر فانی شے کوئی بھی نہیں۔ اس لئے اس
تمام سلسلہ سے ہمیں کیا مطلب اس طرح کا زیراگ دھارن کر کے تب کو جاننے کیلئے ہاتھ میں سمدایسکر
شردھری برہم نیشھی گورو (عالم فانی برہم لیاں میں ماہر گورو) کے پاس جلیا سو پونج جاوے۔ تب وہ دیوان لادوس
شانت چیت اور اندر کے زمین کرنے والے شاگرد کو اس برہم دیو کا آپدیش کرتے ہیں جس سے اس قائم و دائم
اور لافانی ہستی کا علم ہوتا ہے۔ اسی لافانی ہستی (اکشر پرش) سے پران یعنی قوت حیات پیدا ہوتی ہے۔ اسی
سے من جو اس اکاش ہوا۔ آگ۔ پانی۔ اور زمین پیدا ہوتی ہے۔ گنی اس کا متک ہے۔ چاند اور سورج اس کی
ہیں۔ اطراف کان ہیں۔ وید بانی ہے۔ دیو پران ہے۔ وشنو ہر وہ ہے۔ اس کے چرخوں سے پرتھوی پیدا ہوئی ہے۔
وہ سب دی روحوں کا روح وہاں ہے۔ سب دیوتا اسی سے پیدا ہوئے ہیں۔ سادھیا گنی۔ پنش پشوپتی۔
پران۔ اپان۔ جپ۔ تپ۔ غرہا۔ برہمچریہ اور ودھی یہ سب اسی سے پیدا ہوئے ہیں۔
شونکت۔ یہ درشہ مان جگت سب غیالی ہے اور مہیا ہے۔ بھرف پرش آتما برہم ہی کیوں ستیہ ہے۔ کیا ایسا ہی
سمجھنا چاہئے؟

انگرا۔ نہیں یہ سارا جگت کریم اور تپ بنات خود پرش ہی ہے۔ برہم ہے۔ امرت ہے جس رمرتہ چھی
ہوئی صداقت کو جانتا ہے۔ وہ جہالت کی تیغ کھنی کر دیتا ہے۔

وہ برہم ذرہ ذرہ میں سمایا ہوا ہے۔ اس میں تمام کائنات اور تمام جو مقیم ہیں۔ وہی لافانی خدا ہے۔
وہی زندہ گی ہے۔ وہی زبان اور وہی دل ہے۔ وہی سلتیہ اور امرت ہے۔ اسی میں لین ہونے کی کوشش کرو۔
شونکت۔ بھگوان اس کو پانے کا کیا طریقہ ہے۔

انگرا۔ اے عزیز! اپنشدوں کا اسلحہ عظیم ہے کہ آپاسا سے تیز کیا ہوا تیر اس پر پھوٹا اور شردھا سے پھرے ہوئے
دل کے ساتھ اسے پکھنچ کر اکشر برہم روپی نشانہ پر پھوٹو۔

شونکت۔ بے بھگوان وہ اپنشد ہوا ستر (اپنشد کی کڑی کمان) کیا ہے۔ وہ تیر کونسا ہے۔ اور اس سے
نشانہ کیسے کرنا چاہئے؟

انگرا۔ پر نو (اونکار) ہی وہ دھنش ہے آتما ہی بان ہے۔ اور وہ برہم ہی نشانہ ہے۔ چوگٹا ہو کر اس
نشانے کو بید ہونے کے لئے تیر کی طرح چست ہونا چاہئے۔

جس میں دنیا اور مافیا اور سب پردوں کے ساتھ بنا ہوا ہے۔ اس ایک آتما کو جانو، وہی امرت کا ہر مشہد ہے۔ جو سر و گلیہ اور سر و زور ہے، جسکی یہ نہا روئے مستی پر ہے۔ وہی یہ آتما برہم پوراکاش میں منیم ہے۔ وہی من اور پران کو ایک جسم سے دوسرے جسم میں اور ایک دنیا سے دوسری دنیا میں لپکاتا ہے۔ اس استھول جسم میں وہ دل کے اندر ہے۔ اُس کے دگیان کو پراپت ہو کر شانت چت انسان اُس پرکاش مان آند سر و پ امرت کو ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ اس ذات الہی کا دیدار ہونے پر دل کی بے قراری جاتی رہتی ہے تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اعمال کے جنجال سے بھی بچھوٹ جاتا ہے۔ وہ امرت برہم ہی آگے ہے۔ وہی پیچھے ہے۔ وہی دائیں ہے۔ وہی بائیں۔ وہی نیچے ہے۔ وہی اوپر العرض یہ تمام کائنات برہم ہی برہم ہے۔ بقولیکہ

تیرا جلوہ ہر جا عیاں دیکھتا ہوں یہاں دیکھتا ہوں وہاں دیکھتا ہوں
شنوناک۔ اس برہم کے ساتھ اس جیو کا کیا تعلق ہے؟

انگرو۔ یہ دونوں ہی خوبصورت پروں والے دو پرندوں کی طرح ایک ہی درخت کا سیرا لئے ہوئے دو دوست ہیں۔ ان میں سے ایک اُس درخت کے پھلوں کو کھاتا ہے اور دوسرا کھانا انہیں صرف دیکھتا ہے۔ جو کھاتا ہے وہ عاجز ہو کر مبتلائے مصیبت ہوتا ہے۔ وہی جب دوسرے کو ایشوریا نشان و شوکت میں پا کر اُسکی نہاں کو دیکھتا ہے تب وہ بھی دیکھوں سے بچھوٹ جاتا ہے۔ جاگت کرتا ایش پرش کو دیکھ کر وہ پاپ پن دونوں کو تیاگ کر اور نرگجن ہو کر حیات ابدی حاصل کر لیتا ہے۔

شنوناک۔ اُس ایش پرش کو دیکھنے کا اپنا ئے کیا ہے؟

انگرو۔ سرت (سجائی) تپ (زیا عدت) اور برہم پر دھارن کرنے والے پاک طینت یوگی اپنے باطن میں نور مجسم صورت میں دیکھتے ہیں۔ وہی آتما ہے۔ وہ لطیف سے لطیف ہے دور سے دور ہے نزدیک سے نزدیک ہے۔ اور نورانی ہے۔ وہ دیکھنے والوں کی دل کی گہرائیوں میں چھپا رہتا ہے۔ وہ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا۔ بانی یا مہسری، اندریوں سے اور تپ یا کریم سے نہیں جانا جاتا۔ گیان کے پر ساد سے باطن کے پاکیزہ ہونے میں اُس لافانی ہستی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے جسے وہ جلوہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ جو کچھ بھی ارادہ کرتا ہے اُس کے تمام ارادے پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے پرش کی جو آپاسنا کرتا ہے۔ وہ بندھن سے آزاد ہو کر امر یا کو پراپت کر لیتا ہے۔

شنوناک۔ رُش کی حقیقت آشکارا کرنے والے شاعروں کو ذہن نشین کر لینے سے کیا اُس کی پراپتی نہیں ہو سکتی؟
انگرو۔ نہیں۔ یہ آتما مطلق کتب، غور و فکر اور بہت کچھ سننے سے بھی نہیں ملتا۔ بلکہ صرف اُسی کو ملتا ہے جو اس میں ہمہ تن مچو ہوا ہوتا ہے۔ اُسکے سامنے یہ آتما اپنا رُپ پرگٹ کر دیتا ہے۔ جو شخص بہت، استقلال، شروہا، سنیا س اور تیاگ کے ذریعے سے آتما کو پراپت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آتما سے اپنے دھام میں لے آتا ہے۔

شنوناک۔ جو کوئی آتما تم کو پراپت کر لیتا ہے۔ اُسکی کیا حالت ہوتی ہے؟

انگرا۔ جو اس پار برہم کو جان لیتا ہے۔ وہ برہم ہی ہو جاتا ہے۔ وہ شوک کو نر جاتا ہے۔ پاپ کو پار کر جاتا ہے۔ ہرزہ گر بھیوں سے دمانت ہو کر امرت ہو جاتا ہے۔ اور اس کے خاندان میں بھی کوئی شخص برہم گیان سے عاری نہیں ہوتا۔

” اوم شانتی شانتی شانتی اوم “

درشنائے بندہ حق

برہم لین مہاتما شہنشاہ جی مہالین

حق کے بندے کو راز دنیا سے کچھ کام نہیں
خوشیوں ساری میں ننگ برنگ چڑھا
ننگ اور نام کی پرواہ نہیں اس کو رہی
اس محل پہ بے چڑھا جسکا نہیں کچھ بھی نشان
ہے سماں ایک ساسب ایسے بشر کو یارو
رام دنیا کا نہیں اس کی نظر میں یارو
سب میں وہ کبھی فقط ملتا ہے وہ ایک سے ہی
جسم تو رکھتا ہے پر فکر نہیں اس کا اسے
قید سے چھوٹ گیا۔ وارہ نہیں۔ دام نہیں
بے پئے مسرت ہوا۔ ساقی نہیں جام نہیں
وہ برا ذات میں اب ذات نہیں نام نہیں
در نہیں کھڑکی نہیں۔ زینہ نہیں۔ بام نہیں
جلد اور دیر نہیں۔ صبح نہیں۔ شام نہیں
رام اب رام ہوا۔ وہ تو رہا رام نہیں
سب میں رہتا ہے مگر فاعل نہیں عام نہیں
دل تو رکھتا ہے مگر دال نہیں لام نہیں

سر پہ اس کے ہے ہمیشہ ہی ہما کا سایہ

ہے شہنشاہ وہ مگر ملک نہیں دام نہیں

۱۔ ذات پاک۔ فاتح الہی۔ نجات دہ۔ ۲۔ تملیل۔ ۳۔ یہاں ایک سے مراد ایشور ہے۔

یوگیراج شری اربند وگھوش کے یوگ کے متعلق خیالات

شری اربند کی تصنیف

THOUGHTS ON YOGA

(مترجم: شری خیرایتی رام جی پوری بی ایس سی)

جس یوگ کے راستے سے ہم یہاں منزل مقصود پر گامزن ہونا چاہتے ہیں۔ وہ دوسرے یوگ کے راستوں سے قدرے مختلف ہے۔ اس کا منشاء صرف دنیاوی مایا واد سے بالاتر ہو کر صرف پرما تم کو حاصل ہی نہیں بلکہ پرما تم بھاد کے وگیان کو من بدھی۔ پران اور جیون میں ڈھالنا ہے یعنی کہ پرما تم کو پروگٹ کر کے جوڑ پر کرتی میں دو تیر جیون کا نرمان کرنا ہے۔ یہ منزل بہت ہی مشکل اور عبرت آزا ہے جینر اصحاب کو تو یہ ناممکنات میں معلوم ہوتا ہے۔ عام ناواقف اور جسم کی نشوونما میں ہی مشغول دنیا دار تو ایسی ہستی سے ہی منکر ہیں۔ اور اس کے حصول میں گوں ناگوں تبسم کی رکاوٹیں ڈالنے میں کوشاں ہیں۔ آپ خود بھی ملاحظہ کریں گے کہ آپ کا من۔ پران اور شریہ اس راستہ پر چلنے میں کب قدر مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر آپ اس کے حصول کے لئے مصمم ارادہ کریں تمام رکاوٹوں کو عبور کرنے کا مادہ خود اعتمادی سابعہ و گزشتہ تمام مشکلات سے کنارہ کشی اور مستقبل کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کیلئے تیار ہو سکیں تو ہو سکتا ہے۔ کہ اس حقیقت ازلی وابدی سے آپ ہلکار ہو سکیں۔

اس یوگ سادھنا میں کوئی خاص ایسے قواعد و ضوابط نہیں۔ اور نہ ہی کوئی منتر یا تتر ہیں۔ اس طریق یوگ کی شروعات سادھنا کرنے والے کے اس ارادہ مصمم سے ہوتی ہے۔ آتم دھیان ہونے اور اس جیوتی سرزپ پرما تم مت کی طرف بڑھنے سے جو ہمارے اندر ہی ہے۔ اور اوپر بھی ہے۔ اسکے سامنے اپنا آپ کھول دینے (شرناگتی) اور جو جو خیالات اور احساسات اس میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ ان کو آہستہ آہستہ ترک کر دینے میں ہے۔ بالغانا دیگر شر دھما۔ دشوا اس اہل ارادہ حصول منزل اور مکمل آتم سمرن ہی اس کے حاس کرنے کی کنجی ہے۔

اگر یہاں کسی شے کا پرچار یا نشر کرنا ہے تو وہ وگیان ہی ہے۔ یعنی اس عالم غانی میں صرف من اور بدھی بلکہ سب شریہ اور جوڑ پر کرتی میں اس پرما تم کی شکتی کو جگا دینا ہے جس سے سب کچھ درخشاں اور جگمگا اٹھے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اہم بھاد (اہنکار) کو دنیا کے لوازمات عیش و عشرت و غیر غرضی کے

زیر اثر تمام بد کرداری کے لئے کھلا چھوڑ دینا ہے۔ اور آزادی کا مطلب بے لگامی نہیں بلکہ ایک ایسی دنیا کے طریق کار کو بنانا ہے کہ ہم نے وہی کام کرنا ہے جو بھگوان ہم سے کروانا چاہتے ہیں۔ اور ہم نے دنیا میں ایک ایسے ماحول کو پیدا کرنا ہے جس سے یہ ظہور پذیر ہو کہ اس نظام میں تمام تحرکات کا حقیقی ماخذ بھگوان کی اچھیا ہی ہے۔ اور اس میں کوئی تغیر و تبدل انسانی خواہشات اور خود غرضی، خود نمائی یا خود ستائی سے ممکن نہیں۔ اس دلیان (سائنس) کے یگانہ میں سادہ بنا کرنے والے کو جو کام کرنا ہوتا ہے۔ وہ اس کا اپنا نہیں بلکہ بھگوان کا ہے۔ بحسب ہمارا یوگ ہمارے لئے بلکہ بھگوان کیلئے رہے۔ اس میں ہماری شخصیت یا انفرادیت یا ہنگام کی آمیزش نہیں بلکہ اس قادر مطلق کے عالی نظام کا جز بنے۔ ہماری تکمیل انفرادیت خواہشات و انسانیت کوئی ہمارے اہم بھاؤ کا ارتقا نہیں بلکہ یہ سب ہمارے لئے بلکہ بھگوان کے لئے رہے۔

یوگ کے معنی عرف بھگوان کی پراپتی ہی نہیں بلکہ اندرونی اور بیرونی طور پر جیون کا ایسا اعلیٰ ارتقا اور تبدیل ہے جس سے بھگوان کی شکتی کا ظہور اور ان کے نظام کا ایک انگ بن سکیں اس کیلئے بیرونی و اندرونی شدھی اور سداچار کی ضرورت ہے۔ جو کہ کھن تب اور کرشن چندرا سن بورت سے بھی بہت مشکل اور ریاضت طلب ہے۔ اور یہ یوگ مارگ دوسرے یوگ مارگوں سے بالاتر اور زیادہ محنت طلب ہے۔ اس لئے اس مارگ پر کوئی ایسا شخص پاؤں نہ رکھے جب تک وہ اس حق الیقین کو نہ پہنچ جاوے کہ یہ اُسکی انتر آتما کی پکار ہے۔ اور وہ ایسی ریاضت کے لئے کربت ہے۔

سابقہ یوگوں میں اُس آتما کے انجھو کی کھوج تھی جو اس پر م آتما سے غیر منقسم ہے۔ اور کہ ہماری انسانی فطرت اس میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو سکے۔ اس سے سو بھاؤ اور فطرت کے لوازمات تبدیل کرنے کی سعی کی جاتی تھی۔ کئی تو صرف بدھیا حاصل کرنے کی دیر میں مشغول تھے کہ لوگوں کو کراماتیں دکھا کر قائل کر سکیں وہ دنیا کو نیا جیون عے خیالات دینے اور سکھی بنانے کی طرف سے بالکل لاپرواہ اور بے نیاز تھے۔

آدمی کی جتن پر کرتی کا نمائندہ تو من ہی ہے۔ اور اسکی بوجھ شکتی و عشق سلیم کو اس پر م شکتی سے ملنے کیلئے اوپر اٹھنا ہو گا اور اُس پر م جتن شکتی من پران اور جسم خاکی میں اتارنا ہو گا۔ تب ہی درمیانی رکاوٹیں دور ہونگی۔ اسی سے پراپر کرتی مکمل طور پر اپنا پر کرتی کو اوپر اٹھا کر گیان کی شکتی سے اُسے ایک دیوی شکتی بنانے کے لئے میزوں بن سکیں گی۔ ہماری پرتھوی مان ترقی کی موزوں جگہ ہے۔ اور من بدھی پران و گیان پر ماتم تو اس میں ہی پوشیدہ طور پر بسے ہوئے ہیں۔ مگر دنیا کے نظام اور فطرت سے پہلے اجسام غرضی بنتے ہیں۔ بعد ازاں ان میں پوان بن کر حرکت اور زندگی کے دیگر آثار پیدا ہوتے ہیں۔ در ان سے نباتات اور حیوانات بنتے ہیں پھر ان میں من کے شامل ہوتے سے منش بنتا ہے۔ اب کوشش یہ ہونی چاہئے کہ من اور بدھی سے پرے جو دلیان ہے۔ اُس کو حاصل کر کے دلیان سے بھرپور منش جاتی مسند میں بسے اور شانتی کا بول بالا ہو۔

آتم افو بھوکے لئے اتنا ہی کافی نہیں کہ جیو پر کرتی رملدی اشیاء سے کنارہ کشی کرے بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کا جو مادی اشیا سے لگاؤ (آسکتی) ہے اس پر قابو پایا جاسکے اور اس پر ابھگوتی شکنتی کی مٹرن لے سکے۔

مادی شکنتیوں کو جو قانون قدرت کے ہمیشہ مستحکم یا جابو ہیں۔ اتنا سمجھنا درست نہیں یہ صرف سنسار کی ارتقا کے لئے مامور ہیں جیسا کہ منو ابھیانی پران ابھیانی یا دیہم ابھیانی آتما پرما اتما نہیں مگر وہ آتما پرما اتما سے ہی ہے۔ ویسے ہی پر کرتی کا کھیل بھگوت شکنتی اتا نہیں۔ گو اس کے پیچھے اس اتا کا ہاتھ ہے۔ جو اس کے تمام کاروبار کا نگبان ہے۔ پر وہ اتا کوئی اور یا کی شکنتی نہیں بلکہ بھگوان کی اچھیا شکنتی۔ جوتی۔ پر پر کرتی ہے جس سے ہم شکنتی اور زندگی کے منکبیل کی کاٹنا کر سکتے ہیں۔

اپنے آپ میں حقیقت ہونے کا احساس۔ شناخت آزاد دیتوں گوں (ساتوگ راجس تانس) کے گزروں سے الگ ہونا ہی شکنتی کا سادھن ہے۔ اور انہی خیالات کو عن۔ بدھی اور پورانوں میں لانا ہوگا۔ اگر اس میں کچھ کامیابی ہوگئی۔ تو دنیاوی بیشتر تکالیف سے خلاصی پائی۔

مگر یہ شناختی سم بھادو دہر ایک کو سمان دیکھنا شکنتی اور آتم تو اس ایشوری شکنتی کے آنے کا اولین قدم ہے۔ اس سے پرے ایک ایسا گیان ہے ایک ایسی سچائی شکنتی ہے۔ ایک ایسا ہمیشہ رہنے والا آتم ہے جس کا عام حالات میں غاص ساتوگ گن میں بھی ہونا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ بھگوت گن ہے سب سے پہلے شناختی سم اور شکنتی ضروری نہیں۔ سادھن کی غابیوں کے ایام میں اس شکنتی کو اُتارنا ممکن ہی نہیں

اگر اس پر ماتم تو اور اس حقیقت کے شناخت کا احساس رہتا ہو تو اس کے حصول کی کوشش بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ ہر ایک لوگ کا اپنا افو بھو ہے۔ اور ہر لوگ کا ستیہ بھی ایسا نہیں مگر ایک ایسی حقیقت بھی ہے۔ جو کسی بھی لوگ میں نہیں رہتھیل داسنا اور اہنگار ان سے۔ منو سے اور پران سے کی ستا کھے۔ ان کے بغیر تو منش بے جان معلوم دیگا۔ مگر جب ہم اس لوگ سے ترقی کر کے اہر جاتے ہیں تو داسنا اور اہنگار کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی۔ بلکہ وہ سوت سند کا پ اور آتم افو بھو کے لئے گمراہی کا سامان بنتے ہیں۔ یہاں ہمیشہ دیوی اور ایشوری طاقتوں کا سنگرام ہوتا رہتا ہے۔ مگر جوں جوں ہم ترقی کرتے ہیں ایشوری (شیطانی) طاقتیں کمزور ہو جاتی ہیں اور بھگوان کے وگیان کے افو بھو میں اگر ان کی قوت۔ اہمیت۔ اور جگہ ہی تیرا یہ ہو جاتی ہے۔ نرنس یاد بھی ہیں دیگ۔ سند ظاہر اور انیکت دلپ شیدھا کا بھید معدوم ہو کر دونوں ایک ہی روپ بن جاتے ہیں جس کو یہ پر گیا (بدھی) خاص نہیں جوتی۔ وہ اس پر تم تو کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ انسان کا من ایسا ہے کہ وہ اپنے افو بھو کو سلسلے رکھکھ چھانٹنے لگتا ہو اور جسے وہ انسان اور اپنی طبیعت اور فطرت کے مطابق سمجھتا ہے۔ اپنے آپ کو اس سانچے میں ڈھالنے کی

کہ شش کرتا ہے۔ مگر وہ مرتبہ تو اس کا بھرم (وہم) ہی ہے اور حقیقت سے بعید ہوتا ہے۔ دراصل اوپر
 چڑھنے کے لئے ایک ایک قدم مضبوطی سے رکھ کر اہستہ اہستہ ترقی کر کے انسان منزل پر پہنچتا ہے نہ کہ
 چھلانگ لگا کر۔ شبیوں والی ادنیٰ پر کرتی اور کاپڑوں پر نینا لے کر منہ کرنا بہت بڑی نادانی ہے۔ گو اس پر
 قابو پانا ضروری ہے۔ مگر ان دو کا دل کو دودھ کرنے کی بجائے یہی تمام وقت صرف کرنا بھی فراست سے بعید
 ہے۔ اس میں تو اس تو گلیاں کو اپنے آپ میں اتارنا ہے۔ اگر اس انتظار میں رہیں کہ پہلے ادنیٰ قسم کے خیالات
 مکمل طور پر ختم ہو جائیں پھر تہ گلیاں کا دخل ہو۔ تو تمام عمر اسی انتظار میں صرف ہو جائیگی۔ یہ صحیح ہے کہ
 جتنی ادنیٰ پر کرتی شدہ ہوگی اتنا ہی تو گلیاں کا سورج جلد پرکاش دیگا۔ مگر یہ حقیقت اس سے بھی بالاتر
 ہے کہ جتنا اس گلیاں کا پرکاش ہوگا۔ اتنی ہی جلدی ادنیٰ پر کرتی کمزور اور بے اثر ہوتی جائیگی۔ ایک ہی بار
 و اسناؤں کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تو سادھنا سے کافی عرصہ کے بعد ممکن ہوتا ہے۔ سادھنا میں چرت کی شادی
 اور تو گلیاں کی آمد ساتھ ساتھ ہی چلتی ہیں۔ مگر شردھا و شواس اور استقلال ضروری ولا بدی ہیں کسی سدا
 بھاؤ (راچی اور نریں بھاؤ) کا من میں نہ تاک قیام نہیں ہوتا۔ جتنا کہ انسان کی پودھ شکتی (عقل سلیم)
 زبوی نہیں بن جاتی۔ اور یہ سادھنا سے کافی وقت لگا کر حاصل ہوتی ہے۔ جب یہ حیو اس شکتی سے
 ناواقف ہوتا ہے تو سادھنا کے وقت وہ بڑی شکتی خفیدہ طور پر کام کرتی رہتی ہے۔ اور انسان اپنی
 نا سمجھی سے نالاں رہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جو مجھے روشنی ملی تھی۔ وہ کچھ غائب ہو گئی۔ مگر کچھ منزل کرنے
 کے بعد اسے اس بات کا حق یقین ہو جاتا ہے کہ وہ روشنی غائب نہیں ہوئی۔ بلکہ دائم و قائم ہے۔
 : شالتا اور بے پناہ شانتی (تسکین قلب و روح) میں (غاموشی و رونی و بیرونی) کا جو ریاقت کش
 کو احساس ہوتا ہے۔ وہی اتنا ہی شانت برہم ہے۔ یوگ کی کئی حالتوں کو منتہائے مقصود یہ آتا یا
 شانت برہم ہی مانا گئے ہیں۔ مگر ہمارے یوگ میں اس شانت برہم کو حاصل کر کے حیو کا اس جھگوت جیتیں
 کو پانا جسے ہم دیوی کرن یعنی زبوی بھاؤ پر اپت کرنا کہتے ہیں۔ صرف پہلا قدم ہے۔
 سدا آتما (روح الروح لطیف) کے دو روپ ہیں۔ ایک آتما اور ایک انتر آتما اس دوسرے
 روپ کو ہر دے پرش یا جیتن پرش کہتے ہیں۔ اس کا احساس سادھنا کرنے والوں کو ایک یا دونوں حالتوں
 میں ہو سکتا ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ آتما تو تمام کائنات میں دیا پاک معلوم ہوتا ہے۔ اور انتر آتما
 انفرادی شخصیت کے بن پران اور شریر میں سرمایہ مولڈ بھو میں آتا ہے۔ جب ادنیٰ میں اس کا انویجو ہوتا
 ہے تو اسے سب اشیاء سے علوہ اپنے آپ میں قائم و دائم اور سنسار میں آسکتا (مشغول) سمجھتا ہے۔
 اسکی تمثیل ناریں کا تشاک بھس ہے۔ مگر انتر آتما کا انویجو بالکل مختلف احساسات کا حامل ہے۔ اس میں انتر
 آتما کا جھگوتان سے وحدانیت (ایک اکار ہوتا) اسی کا آخر (توکل) اور اسی کی شرنمائی ہوتی ہے۔ اور
 پنج قسم کی پر کرتی (دنیاوی لذات و لازمت) کی بجائے خدا آتہ کرن سند پران آتما اور سند شریر آتما کو

ڈھونڈ کر نکالنے کی قوت (شکست) کا حصول ہوتا ہے۔ اس یوگ میں ان دونوں اقسام کے اوتھو کی ضرورت ہے۔ میں (اہم بھاد) یعنی اہنگار اس پر کرتی کی معمولی سی ساخت ہے۔ اور اسکے ہمراہ انسک پران کے دو بار اور عنصر کی ساخت بھی شامل ہیں۔ اس میں سرورنی اشیا کا علم اور انفرادیت میں کام آنے والے کرموں کا مرکوز کرنا ہے۔ جب سدا تمہا بل جاتا ہے۔ تو اہنگار کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ پھر پہلی انفرادیت نہ ہونے سے وہ اعتنا م پذیر ہو جاتا ہے۔ تینوں گن جب شدہ اور نریل ہو جاتے ہیں تو ان میں دیوی شکتی جھلکتی ہے۔ ساتوک سے جیتی (اعمال) یعنی نریل اتم تیج۔ را جس سے تپ یعنی شانتی بھی پرچند۔ دویہ شکتی (قوت علمی کارکردگی) و نامس سے شمس یعنی ہر ایک میں غیر انفرادیت (سم بھاد) اور شانتی و شو برہمانڈ (کائنات) میں تینوں شکتیاں برہم پیکار رہتی ہیں اور انہی کے تحت سب نظام خلق ہے سرشتی بستمتی اور سنگھار (آفرینش بقا و فنا) جو جو کچھ پیدا ہوتا ہے۔ کچھ وقت تک رہ کر فنا کر دیتا ہوتا ہے۔ اگر سنگھار شکتی (قوت فنا) نہ ہو تو اس کا مطلب ایسی کائنات سے ہوگا جس کا کچھ خاتمہ نہ ہو۔ بلکہ وہ ہمیشہ تبدیل ہوتی رہے۔ گیان میں رہتے ہوئے ترقی کے لئے فنا ضروری ہے۔ مگر گیان میں (پرانا کا علم عظیم) میں حقیقت حق کا اپنی ہی دویہ سرشتی (کائنات روحانی) میں اشکال کا خود بخود تبدیل ہونا ہی خاصہ قدرت ہے۔

(اوسم شمس)

اک شرط ذرا سی

نیری کا سیکھو۔ کے آرٹ
دلی ۵

اللہ۔ ایشور کہ یزدان	دور نہیں تجھ سے بھگوان
لیکن ہے اک شرط ذرا سی	پہلے اپنی ذات پہچان
ہنستا روتا رہیگا تب تک	جب تک رہیگا تو انجان
اٹھکے بگڑی آپ بنالے	کیوں سویا ہے لمبی تمان
بھول کے اپنی اصلیت کو	بن بیٹھا ہے تو انسان
تیری اپنی گن کا نتیجہ	تیرے سامنے ہے نادان
آبتاؤں تجھ کو شہ	گھٹ گھاٹ کر پڑ چھان
شوق معرفت اور ریاضت	کرتا ہے منزل انسان
یہ مانا کہ تو ہے آمنت	کرے آپ اپنا کلیان
لیکن ہے اک شرط ذرا سی	پہلے اپنی ذات پہچان

(مسل)

جوگ ساگر

(حضرت غلام جیلانی صاحب)

(مرسلہ پنڈت ہرنس لال جی شرمانکو در)

م۔ مکت مارگ ول آچھیتی ول کا متان پیر پسا ناہیں
 رچھے بیت لگی جہڑی بیتی سی آگے واسطے کریں اودھا ناہیں
 نہ عیا کامناں ول حیران ہوویں چرن دھار کھنڈے اُتے مار ناہیں
 جکے بند سنسار دیاں کامناں او انہاں وج وڑ عمر گزار ناہیں
 کپڑی وڑے جد چھانی وج پیارے باہر نکالے چھال مار ناہیں
 غلام جیلانی شاہا بیڑی کا غذاں دی چوڑھ تنگھے سمندر دیا پار ناہیں
 کتھا۔ پیرے پرمی سمجھو! آپ کو معلوم ہے کہ ممکتی کیا ہے؟ نجات نخلصی بندھن سے چھٹکارا۔ جنم مر
 کی قید سے رستگاری اور جسم کی خواہشات سے رہائی۔ یہ تمام ممکتی کے معنی ہیں۔ بیض بے غر بے جسی
 اور بے حواسی کو ممکتی کہتے ہیں۔ اور کوئی پتھر کی طرح بے حس و حرکت ہونے کو ممکتی سمجھتا ہے اور کوئی بوند
 پانی کی پانی میں مل گئی اسکی ممکتی تصور کرتا ہے۔ یہ سب غلط ہے۔ ممکتی سنسکرت کا لفظ ہے جسکے معنی ہیں
 آزاد شدہ یا پر راز کرتا ہوا۔ اور سنتوں نے یہی معنی صحیح سمجھے ہیں۔ اب فرض کرو کہ ایک شخص
 اس سنسار میں ہے۔ نہ اسے مرنے کا علم ہے۔ نہ جیتے رہنے کی خواہش ہے۔ اور کبھی بدلہ یا جزا کیلئے
 نیک اعمال نہیں کرتا۔ ہر وقت رنج و راحت سے بری ہے۔ ہر حالت میں خوش ہے۔ تو یہ شخص جیون
 ممکت ہے۔ کیونکہ یہ شخص سنسار کو تماشا گاہ تصور کرتا ہے۔ بیض بے خبر پریشوں نے کھربار دن و فرزند
 مال و دولت کے قیام کرنے کو ممکتی سے تعبیر کیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ راہ جنک۔ راہ گوبی چند
 سری راہ چندر جی ہمارا ج۔ شری کہن چندر جی ہمارا ج اور اور بہت سے ایسے راجے لڈر چکے ہیں جو
 جیون ممکت تھے۔ اور یہ سب دھوئے سے کہا کرتے تھے۔ کہ اپنشدوں کے سمجھنے کا مادہ پریموں میں
 تھا ہی نہیں۔ یہ صرف کشتریوں کی میراث ہے۔ جب برہمن ان راجاؤں کے پاس چلیے مرنے کی ہدایت
 میں حاضر ہوتے تو یہ راجگان ان کو علم تصوف یعنی وید کی اپنشدوں کے اسرار باطنی جو کہ علم جوگ
 کے متعلق ہوتے تھے سمجھا دیتے تھے۔ اسوامی شنکراچاریہ برہمن تھے۔ وہ اپنی کتاب شاریرک بھاشیہ
 میں لکھتے ہیں کہ وید کی اپنشدوں کو جو کچھ کشتری سمجھتے ہیں۔ ہم براہمن نہیں سمجھ سکتے۔ اور اب کھی

آپ اگر انصاف کی نظر سے دیکھیں تو براہمن کو کم کا مذہبی یعنی دھرم کے ظاہری احکام ہی پر چلنے والے ہیں۔ یہ ان کی پادری میراث ہے۔ اور اسکے دعوے دار اور لوگ کم ہوتے ہیں۔ اور گیان کا مذہبی اصل میں آپکو اب بھی کھتری لوگ ہی ملیں گے کیونکہ گیانی کے لئے سب سے چھی الوالعزمی وسیع خیالی اور ذریعہ دلی کیفیت ہوتی ہے۔ یہ محنت یا جیون نکمت لوگ سندسار میں پہلے بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ کوئی چیز کبھی الوب نہیں ہوتی۔ نہ ہوگی اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہ لوگوں کی محض غلام خیالی ہے۔ کہ تمام نیا کام اور نیا کام کرنے والے پرش پچھلے ہی زمانہ میں ہو گزرے ہیں۔ بلکہ اس زمانہ کے لوگ ان نیا لوگوں کو بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ہمارے پرش تو بہت ہیں۔ مگر ان کو پہچاننے والے بہت ہی کم لوگ ہیں کیونکہ لوگوں میں یقین کی کمی بہت پیدا ہو گئی۔ ہمارے مشو! گزری ہوئی بات کا غم کرنا کہ افسوس ایسا ہوتا یا ایسا نہ ہوتا۔ اور آنے والے وقت کی اُمید سے کہ ایسا ہو اور ایسا نہ ہو انسان کا دل ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ اور غم پیدا ہونے رہتے ہیں۔ اگر وہ دو نو چیزیں دل سے نکال دیں۔ اور دل سے ان کو بہت جانیں تو کوئی کشٹ باقی نہ رہیگا جیسا کہ گھمار کا چکر جب تک گھومتا ہے۔ مٹی کے برتن بنتے رہتے ہیں۔ جب گھم گھم گیا تو بس ہو گئی۔

جس شخص کا دل پریشان ہے۔ وہ کوئی کام کرے یا نہ کرے۔ سب کام کرتا ہے اور خواہ وہ بیکار ہی بیٹھا ہو۔ کام کرنے کی تمھکاوٹ یا کشٹ اسے معلوم ہوتی رہتی ہے جس طرح کوئی شخص سینے میں کوئیں کے اندر گرا ہو۔ تو سینے میں اسکی تکلیف اٹھانا ہے۔ خواہ وہ لیٹا ہوا ہی ہے۔ جو شخص کچھوے کی طرح اپنے انک عیاروں طرف سے سمیٹ لیتا ہے اور اندریوں کو ریشیوں سے روک لیتا ہے۔ وہ گیانی ہے۔

ہری کرشن چندر جی ہمارا ج کا بچن ہے کہ اے ارجن جس کی اندریاں دیش میں نہیں۔ اُس سے دھیان بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا چرت قائم نہیں۔ اسکی مکتی پر اپت نہیں ہوتی۔ اے ارجن جس شخص کی اندریاں دیشیوں کے ادھین ہیں۔ وہ من کو بھی ساتھ لے جاتی ہیں جیسے ناؤ کو ہوا کھینچ کر لے جاتی ہے۔ اس لئے دیشیوں کو دیش میں کر۔

ارجن نے پوچھا۔ کہ اے ہری کرشن جی۔ جو پرش پاپوں کی اچھا نہیں کرتا اس کو کون بے سمجھ پرش کے نیایش پاپ میں لگا دیتا ہے۔ کرشن جی ہمارا ج نے کہا۔ کہ وہ کام کہ وہ دھتھ پیچ جو گن برتی سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بڑے پانی ہیں۔ ہو کش مارگ میں ان کو دشمن جانو جیسے دھوئیں سے آگ اور تیل سے دزین اور آئل سے بکڑھکا ہوتا ہے۔ ایسے ہی گیان گیان سے چھپا ہوا ہے۔ اے ارجن! اس مت شتر۔ کام نے گیانیوں کا گیان گھیرا ہوا ہے۔ اور کدو چرت (کسی دنت) آگ کی نیایش ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ ساری اندریاں من اور بدھی اس کام کے استھان کہلاتے ہیں۔ یہ کام اندریوں میں باس کر کے من کو موہ لیتا ہے۔

اے راجن! تم سوہنے جانے سے پہلے ہی ساری اندریوں کو روک کر اس پانی کا مریو کو جیتو کیونکہ یہ
شاہ ستر اور گورد اپدیش دونوں کا ناشاک ہے۔

میرے پریمی سمجھو! اس بات کو خوب یاد رکھو کہ ممکتی کی دولت تب ہی حاصل ہوتی ہے جب باسنا
اور ترشنا کا تیاگ ہو۔ سنتوش اور بچکار کو دھیان کر کے سنسار کے سب ریشیوں سے نیریز کر لئے جائیں
جب تک من اور اندریاں بشیوں کی طرف دوڑتی ہیں۔ ایسی ہی جیسی جاں میں سچھی بندھا ہے۔ جو
یشیوں کی قید سے آزاد ہو گیا۔ وہ سدا ہی ممکت ہے۔ من اور اندریاں بشیوں کی طرف دوڑنے والی
منیں کی طرح ہیں کہ جب تک اس کا پتہ لگتا رہتا ہے کچھ نہ کچھ بناتا رہتا ہے۔ جب بھگیا تو کچھ نہیں
بناتا۔ ایسے ہی جب من پر ماتما کی یاد میں مگن ہو جائے تو پھر کوئی خودیش پیدا نہیں ہوتی۔

درشنانت۔ ملک مالوہ میں ایک راجہ تھا۔ جو اپنے کرم دھرم کا پکا تھا۔ پرتو برہم ہویا کے نہ جانے
سے اس کو اتما کا گیان نہ تھا۔ اور اس کی رانی ہاتھاڑوں کے ست سنگ کے پرتاپ سے برہم ہویا
میں بڑی چتر اور دیگ ابھیا سے بھر پڑتی تھی۔ سندھ ہی اندریوں اور من کو روک کر برہم کے صہروپ میں
نکھن اور جیتن رہتی تھی۔ مایا اور اویا اور شہتا اور برہم کے بھید کو ہاتھاڑوں کے اپدیش سے بھی پرکھا
سے سمجھ لیا تھا۔

ایک دن اس کے راجہ نے اسکی طرف دیکھا اور پوچھا کہ اے رانی! میں تم کو سدا ہی آندت
دیکھتا ہوں۔ کبھی کسی سے بھی تم کو اُداس نہیں پاتا۔ اس کا کیا کارن ہے؟ رانی نے فرمائی سے جواب
دیا۔ کہ اے راجن میں ابھو گیا کہ بھوکتی ہوں اور اسنگ کا سنگ کرتی ہوں۔ جو دیکھا نہیں جاتا۔ اُسے بھکتی
ہوں۔ اور جو آندت دو جہاں کی نعمتوں میں بھی نہیں ہے۔ وہ آندت مجھ کو پراپت ہے۔ یعنی میں اپنی خودی
کو کھا چکی ہوں۔

چاہ گئی چنتا گئی من بھیا بے پرواہ۔ راجن کو کچھ نہ چاہئے سوئی شہنشاہ
اور برہم برہم جو تروکی کے سب اپادھیوں سے الگ ہے۔ میں اُس پر ماتما کا سنگ کرتی ہوں اور
اور پر ماتما بڑا کار نرنکار رہے اور کسی کو دکھائی نہیں دیتا۔ میں اُسکو گیان کے نیتروں سے دیکھتی ہوں
اس لئے برہم آندت مجھ کو پراپت ہے۔ اور میں سدا ہی آندت رہتی ہوں۔ راجہ نے یہ سن کر مجھو ہم و دیا
سے ناواقف تھا۔ رانی کی بات کو سنت نہ جانا۔ راجہ نے اپنی استری سے کہا کہ تو باؤلی ہو گئی ہے
جو ایسی باتیں کرتی ہے۔ تیرے بچنوں کو کون مانے گا۔ اسنگ کا سنگ کیونکہ ہو سکتا ہے اور کوئی اپنی
خودی کو کیسے کھا سکتا ہے۔ اور جو چیز آنکھ سے نظر نہ آوے۔ اُسے کوئی کس طرح دیکھے؟
رانی نے سوچا کہ راجہ کو اتما کا گیان نہیں ہے۔ اس لئے مجھ کو باؤلی کہا۔ یہ سمجھ کر رانی چرپ ہو گئی۔
پرتو رانی کو اس وقت سے یہ فکر ہوا کہ کسی مذہب سے راجہ کو پورن اتما کا گیان ہو جائے رانی ہر وقت

اسی سوچ میں رہتے لگی اور نہایتاؤں کی سنگت سے راجہ کو یہ دم دیا کی باتیں سنوائی رہی۔ اسی پر کار بہت دن بیت گئے تو پھر بھی راجہ کو گیان نہ ہوا۔ مگر کچھ کچھ من کا میل گھٹنے لگا۔ اور ویراگ پیدا ہوتا راج کے سبب پدارتھوں کی محبت دل سے دُور ہو کر یہ خیال پیدا ہوا کہ رات کو جب رانی اور داسی وغیرہ نیند میں بے خود ہو جائیں تو میں گھر سے نکلی چلوں اور کسی جنگل میں جا کر تنہا کروں مگر دن کو جاتا رہوں تو مجھے کوئی جانے نہ دیکھا۔ چند دن اسی خیال میں رہا اور ایک رات موقع پا کر گھر سے چل نکلا۔ اور جنگل کی راہ لی۔ رانی بڑی بدھی مان تھی اور رات دن جیتن (ہوشیار) رہتی تھی اس نے راجہ کو اکیلے جنگل کی طرف جاتے ہوئے دیکھا اور جوگ کے بن سے راجہ کے بن کی بات کو جان لئی کہ راجہ کو ویراگ آتین ہو گیا ہے۔ راج کے سبب پدارتھوں کو تیاگ کر تپ کرنے کے لئے جنگل کو جا رہا ہے۔ اب تو راجہ کا عیہ جانا ہی اچھا ہے۔ پھر دیکھا جا بیٹا گا۔ راج کا کام خود کرنے لگی۔ راجہ اپنے دس سے دُور جا کر ایک جنگل میں چھوٹی بنی بنا کر بیٹھ گیا۔ اور بجھن تپ کرنے لگا۔ جب کچھ مدت بیت ہو گئی تو رانی نے جوگ کے بن سے اپنا شر بچھڑ کر ایک رشی کا رُپ دھارا۔ جنگل میں اُس جگہ پہنچی جہاں راجہ بیٹھا تپ کر رہا تھا۔ راجہ اُسکو سچا رکھن رہا کہ اپنے اُس سے اٹھا اور تعظیم کی اور اُسے اُذب سے بٹھایا اور پوچھا کہ آپ کا آنا کس طرح ہوا؟ اور کیا نام ہے؟ رکھن نے اُتر دیا۔ کہ راجن میرا نام کچھ ہے اور تیرے اُپدیش کے لئے آیا ہوں۔ یہ سن کر راجہ کو یقین ہو گیا اور کہا اے بھگوان! اپنے دس پر اپنے بڑی کرپا کی۔ آپ کے دشمن سے میں بڑا خوش رہوں۔ کچھ نے کہا کہ اے راجن! تم اپنا سب راج اور اتم سوت سنگ اور گدڑ مہاتما اور اچھی گیان دان رانی کو چھوڑ کر بن میں کیوں آئے ہو؟ میں خوب جانتا ہوں کہ تمہاری استری بڑی چتر اور برہم کو جانتے والی ہے اور نہایتا تمہارا بے ندر میں موجود ہیں۔ تم نے سوت سنگ کو چھوڑ کر بن میں باس کیا ہے۔ راجن تم اپنے سر رُپ میں جاگو! میں نے ایک دفعہ برہما جی سے سوال کیا تھا کہ مذہبی رسومات اچھی ہیں یا گیان برہما جی نے جواب دیا کہ گیان پانے سے کوئی دکھ نہیں رہتا سب آند کا گیان آند ہے۔ پرنتو گیانی کو مذہبی رسومات ہی اچھی ہیں۔ ان کے کرنے سے انسان پاپ کم ہوں سے بچ رہتا ہے۔ کیونکہ پاپ کرنے سے انسان نرک کو جاتا ہے۔ اور شجہ کریم کرنے سے سورت پرایت ہوتا ہے۔ اگرچہ مذہبی رسومات کے بجالانے سے معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ مگر نرک سے انسان آزاد ہو کر آخر سورت میں چلا جاتا ہے۔ جیسے کمبل سے رشتی پوشاک اچھی ہے۔ اگر رشتی پوشاک نہ ملے تو کمبل ہی بھلا ہے۔ ایسے ہی گیان رشتی پوشاک کی مانند ہے اور مذہبی رسومات کمبل کے برابر ہیں۔ صرف مذہبی رسومات میں پڑے رہنے سے چرت کو شانتی نہیں ہوتی۔ ہے راجن! تم اس گڑھے میں کیوں پڑ گئے ہو؟ اگے تم راج باشی تھے۔ یہ تم نے کیا کیا کہ گیانی کے دس میں ہو کر مورکھتا میں آ پڑے۔ جب تک تم

کو ظاہری عبادت کے عوض ثواب ملنے کا خیال ہے تب تک بھول میں رہو گے تم کو چاہئے کہ بلا خواہش عوض یا ثواب اپنے سر پہ یعنی اتنا میں جاگو۔ بلا خواہش ہونا ہی ممکن ہے۔ اور خواہش میں پڑنا قید ہے۔ خواہش دو طرح کی ہے۔ (۱) ملین دامن (بڑی خواہش) اور (۲) شندھ (شنا۔ بلین دامن) میں لوہے کے طوق اور بیڑیاں اور شندھ یا شنا والے شنوص کو سونے کے جڑاؤ طوق و زنجیر پہنائے جائیں گے۔ جب تو دامن کا تیاگ کرے گا۔ تب تجھ کو ممکت پدارتھ پراپت ہوگی۔ مثال کے طور پر ایک دکایت ہے کہ۔

ایک شکاری جس کا کام ہاتھی پکڑنے کا تھا۔ بن میں مستی (ہاتھی) پکڑنے کو گیا۔ اسکو جنگل میں دو ہاتھی سوتے ہوئے ملے اس نے لوہے کے بھاری سنگوں کے انہیں باندھ دیا اور آپ بکھش پر چڑھ گیا۔ اب ان ہاتھیوں کو جب بھاگ آئی۔ بل کر کے سنگ توڑ ڈالے۔ ہے راجن! پھر وہ ہاتھی اور جگہ جائے سوتے وہی شکاری درخت سے آواز میں بہت گڑھا کھود کر اس پر پتی پتی لکڑیاں ڈالیں اور اوپر پتی پھیلا کر اس نے اس پر کاغذوں کی ہتھنی بنا کر کھڑی کر دی۔ جب وہ ہاتھی نیند سے جاگے تو گھاس وغیرہ کھاتے اور پھرتے پھرتے اس ہتھنی کی طرف آئے۔ ایک ہاتھی اس ہتھنی کی طرف بڑھا۔

دوسرے نے منع کیا کہ دراصل یہ ہتھنی نہیں ہے بلکہ شکاری کی مکاری ہے اور تم کام و شہ ہو کہ شکاری کے پھندے میں پھنس جاؤ گے۔ مگر اس نے کہا نہ مانا۔ ہتھنی کی طرف بڑھا اور گڑھے میں گر گیا۔ دوسرا ہاتھی وہاں سے ذرا بھاگ گیا۔ ہے راجن! وہی بارتا (مثالی) تمہاری ہوئی پہلے تم انہیں انہی لوہے کے سنگوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ ہاتھتاؤں اور تمہاری استری کے پتھر پتھروں سے تم کو بیراگ پیدا ہوا اور تمہارا ہتھنی رونی تن ٹوہ کے سنگ کو توڑ کر ویراگ کے بن میں چلا آیا پرتو تم ایک بندھن سے چھوٹے تو فوراً کھائی سے دوسرے یعنی تپ اور بھجن کے گڑھے میں گر پڑے۔

ہے راجن! ایک گڑھے سے نکل کر دوسرے بندھن میں پھنس جانا بدھی والوں کا کام نہیں۔ یہ باتیں سن کر راجہ ادا اس ہو گیا۔ اور بلا کہ ہے ہاتھتا! میں آپ کا دس بیوں اور آپ میرے گورہ ہیں۔ جھک گین کا آپدیش فرمائیں۔ کبھ نے کہا جب تک تم بشتین کا تیاگ نہ کرو گے تب تک ہم آپدیش نہ کریں گے۔ راجہ بلا کہ میں نے راج پاٹ محل مندر ہر چیز کو تو پہنے ہی تیاگ دیا ہے۔ اب یہ میرا شری ہے۔ اسے بھی اگنی میں جلاتا ہوں۔ یہ کہہ کر لکڑیاں جمع کیں اور آگ لگا کر اس میں کودنے ہی کو تھا کہ رشی کبھ نے کہا کہ شری تمہارا نہیں۔ یہ تو پرانا تیاگ کا پانی ہے۔ اور پانی ختم ہونے کا پانی ہے۔ راجہ نے کہا کہ ہے ہاتھتا اس سے زیادہ جو دستو میرے پاس ہو وہ بتاؤ میں تیاگ دوں! کبھ نے جواب دیا کہ ہے راجن تم نے ہنکار یعنی خودی کو تیاگ ہی نہیں اور اس جسم کو اپنا آپا جان رکھا ہے جب اس کو تیاگ دو گے تو تم کو آتم یاد کی پراپتی ہوگی۔ یہ بات سن کر راجہ کو گین ہو گیا۔ اور ہنکار کو تیاگ کر سما دھی میں بیٹھ گیا۔ اور برہم گیان دھیان میں ایسا نو لین ہوا کہ شری بھی شندھ نہ رہی

رجب گھڑا شراب کا آٹھ پیادچ گنگ : ذات درن سب مٹ گیا بھیا گنگ کا گنگ

لوہست نامہ : ہری ادم : ہری ادم : ہری ادم : ہری ادم

نورِ الہی

نتیجہ فکر :- منشی جے چند پریم جرنلسٹ - کانپور

اک تماشے کے سوا کیا ہے شبابِ زندگی
زندگی کہتے ہیں جس کو ہے سُرابِ زندگی
موت کیا ہے انقلابِ ہوش ہے کچھ بھی نہیں
زلیست کیا ہے عارضی سا جوش ہے کچھ بھی نہیں
کاشی اور کعبہ میں اُس کو ڈھونڈتے ہو کس لئے
اپنے ہی دل میں اگر ہو دیکھنا تو دیجھیے
روح کہتے ہیں جسے، وہ نور ہے، وہ نور ہے
دل بے سینے میں تو دل میں آتماستور ہے
میں حقیقت آشنا ہوں، نور کا طالب ہوں میں
کب خدا سے ہوں جدا، یک جان دو قالب ہوں میں
میرے دل کے تیرہ خانے کا اندھیرا دور کو
اے خدا! تو اپنے جلوں سے اسے پر نور کر
پریم جب سے پریم کی دنیا میں ہوں آباد میں
شادماں ہوں اور ہر حالت میں ہوں دلشاد میں

بادا صوفی شاہ صاحب

از قلم :- ماسٹر فتح چند مگلائی

آپ کا شہید نام صوفی جلال الدین تھا اور سید خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جنم بہتان نگلی متعل امرتسر تھا۔ بی اے تک تعلیم حاصل کی کہ حکمہ انیم ٹیکس پنجاب کے ہیڈ کلرک بنے۔ دماغ میں بچپن سے ہی روحانی خیالات موجزن تھے۔ اس لئے مرشد کامل کی تلاش کرنے لگے۔ چنانچہ وقت آنے پر مرشد کامل بیٹی سرکار بادا مالن شاہ مست قلندر کے درشن علاقہ مرنگ لاہور میں ہو گئے۔ آپ وہاں مختلف علاقہ حیات سے گھومنے کے بعد کبھی کبھی تشریف لاتے تو دن رات راگ رنگ کی محفل گرم رہتی۔ اور کافی دور دور سے ملتان، دہلی، گجرات کے قوال پہنچ کر قوالیاں گاتے۔ جناب بادا صوفی صاحب حیب دفتر سے فارغ ہوتے تو ان کے درشن کے اور سنت سنگ کا لالہ اٹھا کر بعد میں گھر تشریف لے جاتے۔ حیب میں جو کچھ ہوتا، مرشد صاحب کے سر سے دار کو قوال کو دے دیتے۔ چنانچہ ایک دن سالم ماہ کی تنخواہ قربان کر دی۔ کپڑے اتار دیے اور وہیں جسم پر خاک لگائی۔ تو اس پر جناب بادا مالن شاہ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنا ہے تو پہلے گھر سے خیرات لے کر آؤ۔ چنانچہ گھر سے خیرات لائے۔ دفتر جانا بند۔ دفتر کے افسروں کو حیب پتہ چلا تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر، موٹر کار میں بٹھا کر دفتر لے گئے اور حساب کتاب کئی دن سمجھتے رہے۔

ان کو پنجابی شاعری کا شروع سے شوق تھا۔ جو ابتدائی درجہ فقیری حاصل کرنے پر پنجابی نظمیں لکھیں۔ چند شعر مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اپنے مرشد سے مخاطب ہو کر عرض کی :
 شہدا ڈھڈ کوہن میری جان پے گیا !
 میں ہزارے داساں دالی۔ کیتی اس نے بے خالی
 میری ذات ہے سی اعلیٰ۔ میرا بول ہے سی بالا
 مینوں کیتا اس وکھ پے چھڈیا نہ ککھ
 دو نویں ہمتہ دھو کے مینوں کھان پے گیا
 ڈھڈ خالیاں داخانی وی رلان پے گیا
 کیتا ڈھڈ نے مٹہ کالا۔ کی شیطان پے گیا
 بادا ڈھڈ کوہن رکھ۔ ایہہ شیطان پے گیا

سبھا و ارتھ :- یہ بے حیا پیٹ کی بھوک میری جان کو عذاب لگ گیا ہے۔ اپنی پوری طاقت سے مجھے کھانے کو دوڑتا ہے۔ میں (آتا) اپنے شدہ سخت آئندہ سرپ میں مست تھا۔ لیکن اس پیٹ کی جھڑپ نے مجھے حال سے بے حال کر دیا ہے۔
 ڈھڈ بمعنی پیٹ ہے۔ باقی ارتھ صاف ہی ہیں۔

اس طرح کی کئی پنجابی نظمیں انہوں نے قلمبند کیں۔ وہ فارسی بھی جانتے تھے۔ انہوں نے فارسی کی نظمیں بھی لکھیں۔

۱۔ اب اردو کی شاعری ملاحظہ فرمائیے۔

جس طرح پہن لیا ہے اسے اتار کے پھینک
 تیرے کس کام ہے یہ گندہ لباس ہستی
 خوابِ حال کیا اس نے اچھے اچھوں کو
 بس یہی غیر ہے مجرم سے بنائے مجرم کو
 جھوٹ ہے جھوٹ کوئی ثقل اس کو لاکھ کرے
 یہ قسم کھا کے دغا کرتی ہے صوفی
 جامہ ہستی کے ٹکڑے بنا سنوار کے پھینک
 یہ بلاؤ تو ہے بلا کی مانند خار کے پھینک
 سیاہ مار ہے، یہ نفس مار کے پھینک
 کرے خدا سے عدا جو سرے بازار کے پھینک
 ایک دو روز کی ہے بات یہ شمار کے پھینک
 شاہ مالن کے تو قدیموں پہ داروار کے پھینک

۲۔ اپنے مُرشد سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :-

تجھ سے رہ آئے خدا سے رہے رہے نہ رہے
 مجھ سیاہ فام سے اللہ کی تو کچھ پوچھیو نہ
 مُشت بھر خاکِ بلبلا سے رہے رہے نہ رہے
 رہے ذرا سے، ذرا سے رہے رہے نہ رہے

اعلیٰ حضرت جناب بادا مالن شاہ کے درشن راقم نے اپنی آنکھوں سے کئے۔ جو بھی دُنیا دار
 اُن کے دروازہ پر گیا، اپنی مُراد حاصل کر کے لوٹا۔ عالمِ باعمل تھے۔ اُن کی خدمت میں ہندو، سکھ
 مُسلم، جو بھی ایثار پر اپنی کے لئے تشریف لاتا، تو اُن کو مختصر الفاظ میں یہ سمجھاتے کہ ہر مذہب کے
 رہبر نے اپنی اپنی نیت کی گیتا، دربارِ صاحب، قرآن شریف میں نصائح بصورتِ احکام درج کر لکھے
 ہیں۔ جب تک اُن کی تعمیل نہیں ہوگی، خدا کا بلنا مشکل ہے۔

اپنے وطن شریف موضع منگلی، ضلع امرتسر ہر سال ہولی کے موقع پر آٹھ دن میلہ لگا رہتا تھا۔
 صبح شام رات بھر راک رنگ اور تو آلیاں ہوتی تھیں۔ ہندو مسلمان ہزاروں کی تعداد میں شامل ہوتے تھے۔
 جو نظارہ وہاں دیکھا، کسی جگہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا ہے۔ اور نہ ہوگا۔ جہاں کوئی بیٹھتا ہے وہاں ہی اس کے
 پاس اُن کے ہندو سکھ سیوکوں نے سکھوں اور ہندوؤں کو بیٹھتی لسی پیش کی۔ اسی طرح اُن کے مسلمان سیوکوں نے

مسلمانوں کو ہر چیز مہیا کی۔ کسی کو مانگنے کی ضرورت نہ رہتی کہ پیاس لگی ہے۔ کہاں جا کر پینا ہوگا۔ بغیر مانگے لسی چاہے حاضر۔ کھانا کھانے کے وقت ہر دو مذہب کے لوگوں کو وہیں جہاں کوئی بیٹھا ہے، کھانا مل جاتا تھا۔ ہندو مسلمان پاس پاس بیٹھے رہتے۔ ایک دوسرے میں کوئی بھید نہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ بھروسہ ایمان ہے۔ ادب سیوا سلوک ایک قسم کی نماز ہے۔ درگند کا نام روزہ اور آزمائشی اسباب کا نام رمضان ہے۔ کوئی اپنا ہے نہ بیگانہ سانس بھی اپنے نہیں۔ ”چھرو جانے تے دگ جانے“ جیسے بحریاں چرانے والا مالک (ایالی) بحریوں بھڑوں کو جیدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی رہبر کامل مل گیا تو تمہیں بُری طرف جانے نہیں دیگا۔ اگر متہارائن تمہیں بُرے کرموں کی طرف لے جاتا ہے، تو اپنے گوڑو، اپنے مُرشد کو یاد کرو۔ بُرا کرم ہو نہیں سکے گا۔ راقم نے یاد ادا صاحب کی مہربانی سے ایسے ایسے نقطہ دیکھے، جن کو بیان کرنے کی طاقت زبان میں نہیں پاکستان میں عدلانہ تحصیل چینیٹ ضلع جھنگ کے سکول میں ٹیچر تھا۔ شوق پیدا ہوا کہ ایک بچے دوپہر رخصت کے بعد اپنے ڈو سا بیٹوں شری پیرانندہ طلبہ ماسٹر، شری موچند جی گنگانی ہارمونیم ماسٹر کو لے کر بادا صاحب کے دربار پر کچھ قوالی سنا آئیں۔ جب دربار پر گئے، آپ کڑکتی دھوپ میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم بھی دھوپ میں بیٹھ گئے۔ پانچ سات منٹ بعد حکم ہوا کہ شوق پورا کریں۔ چنانچہ راگ شروع ہوا۔ ادھر غضب کی گرمی، ہارمونیم ماسٹر تو ایک ہاتھ سے باجہ بجاتا، دوسرے ہاتھ سے پسینہ پونچھتا طلبہ ماسٹر چاراپسینہ سے تر تر بھیجی ختم ہونے کے بعد فرمایا۔ کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ بارش ہو جائے؟ ہم نے کہا۔ مہاراج! گرمی بہت ہے۔ دھوپ برداشت نہیں ہوتی۔ فرمایا۔ اچھا دوسرا بھیجن شروع کر دو۔ چنانچہ دوسرا بھیجن شروع کیا گیا اور اُس کے ختم ہونے سے پیشتر ہی سیاہ بادل آسمان پر چھا گئے اور اس قدر ٹوسلا دھار بارش ہوئی کہ ہمیں پھرا استجا کرنی پڑی کہ کافی بارش ہو گئی ہے۔ اب بند ہونی چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنا کام چاؤ کریں۔ بارش جانے اور بارش والا جانے بھیجن شروع کیا۔ بھیجن ختم ہونے سے پہلے بارش بند ہو گیا۔ بادا مابن شاہ صاحب نے اپنے ایک پیروکار کو جبکہ پھانسی کا حکم ہو چکا تھا اور اُس کی مالنے آٹھ دن چینیٹ شہر کی پہاڑی پر سردی کے دن رات ایک کپڑے میں بغرض تپ گزارے۔ بادا صاحب نے فرمایا کہ جاؤ پھانسی کی موت نہیں مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ بڑی ہو گیا۔

اُن کی خوراک بالکل سادہ ہوتی تھی۔ دودھ گھی کو انہوں نے پاس نہیں آنے دیا۔ فرماتے تھے کہ دودھ گھی دُنیا داروں کے لیے ہے۔ اگر ہم نے یہ استعمال کرنا تھا تو اس لائن پر وار نہیں ہونا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے، بندہ کو اپنے ساتھ لیکر ایک ایلیمینٹ (سلور) کا برتن اٹھا کر چل پڑے۔ راجاہ کے کنارے پر تک کے پودے کھڑے تھے۔ بندہ کو فرمایا کہ یہ ہماری زمینیں ہیں۔ بغیر کھائے پئے دودھ دیتی ہیں۔ دودھ پکاتے پکاتے جب ڈیڑھ دو چھٹانک ہو گیا، منہ لگایا اور پی گئے۔ پاس ہی آدھ میں پر میدان تھا۔ دہانے کے پودے کافی پھل لیے ہوئے تھے۔ فرمایا، فتح چند لوگوں کو رات بھر خرگوزوں کی رکھوالی کرنی پڑی ہے ہم تو رکھوالی کے بغیر ہی خرگوزے کھاتے ہیں۔ کیا چاہو ہے؟ بندہ نے کہا۔ ہاں جی! یہ چاہو حاضر ہے۔ دربار کی طرف چلتے بھی رہے اور تھکے کو جو کہ کافی زرد رنگ کا لیکا ہوا اور سخت کڑوا تھا، لیکر خرگوزہ کی طرح کھانا شروع کیا اور دیکھتے دیکھتے ختم کر دیا۔ گویا بھگوان ششوی طرح اُن کو زہر اور مرگ یکساں تھے۔ ایسے فقیروں کی مہما کا درن کرنا امر محال ہے۔ بلو کو دیکھی ہے۔ مہا پریشوں کی ہے

ساتھی سے خطاب

مستانہ کلام

ریجنیابی

جگر نشینی، بادا صوفی شاہ صاحب مسیت قلندر ممالن شاہی
منڈی بہاؤ الدین (پاکستان) مسئلہ ماسٹر فٹچ چند مکملانی - بہادر گڑھ

آج دن ہے موج بہار والا - خوب گھوٹ کے بھنگ پلا ساقی
ایسی گھوٹنی گھوٹ کہ گٹ کر دے - اے مست متوالا بنا ساقی
چارے مغز بادام، الا پچیاں تے زعفران، مصری سولف پاشاقی
تھوڑی جھی اجوائن، وچ گھٹ کے تے رگڑے نال ترکیب لکاساقی
صافی صبر دے نال پین چھان کر کے، میل گرد غبار گنوا ساقی
دوتی مار نگدا پھرے کاکھ چھکدا، سبھو ہوش حواس بھلا ساقی
لبالب پیالے نوں پر کر کے نال شوق دے ہتھ اٹھا ساقی
نیناں نال پھر نین مل کے تے میرے دست پیالہ پھڑا ساقی
مالن شاہ قلندر دا نام لے کے دیوال حیدری نعرہ سنا ساقی
بسم اللہ کر کے منہ لے نال لاوال، جاوال پی مین ٹپک لکاساقی
بھر کے اک دما کر ا بعد اس دے، دوتی چار پنج دم لو ساقی
اوسے اکھیاں وچ سرور تاں پھر گفتگو دا آوے مزا ساقی
ملاں مولوی جانن کی سار اسدی لیتی رمز درویشاں پاشاقی
حرف دوتی والا دیوال دور کر کے دے وے حق دی بات سنا ساقی
صوفی جہاں تائیں اکوار جے کر دیویں عشق دی پینگ چھٹا ساقی
واللہ کرن تعریف تے کہن ہر دم، مرخبا ساقی، مرخبا ساقی

لوگ

از قلم :- پنڈت حویلی رام جی بھار دواج

لوگ سنسکرت کا شبد ہے۔ جس کے کوش کے آدھار پر بیسیوں معنی ہیں اور اس کے ساتھ اور شبد جوڑ کر تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں معنوں میں اس کا پر لوگ ہو سکتا ہے۔ سادھارن روپ سے یہ ہی جان لینا کافی ہے کہ دواشی یا زیادہ کے ملنے کا نام لوگ ہے۔ چونکہ اُن کو باہمی ملنا ہے لہذا اُن میں کسی نہ کسی طرح کی یکسانیت ہونی لازمی ہے۔ شرمیوں کے بعد ستر میں کھٹ شاستروں کا اپنا مہتو پورن سہان ہے یا پوئ کہہ لینے میں بھی کوئی ہرج نہ ہوگا کہ فلسفے کے یہ گرنہ آدتی ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام لوگ شاستر ہے۔ جس کے قابل مقصد پنجلی رشی ہوئے ہیں۔ اس شاستر کی رچنا ستروں میں ہوئی ہے اور اُن کی دیکھا انیک و دواون نے فرمائی ہے۔ دراصل انہوں نے نہایت مختصر، سادہ، اور عام فہم شبدوں میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ مگر موخرین نے اپنے اپنے تجربوں اور ابھياس کے مطابق اس کو بہت ہی دسحت دی ہے۔ شاستر کی ابتدا تو ملے ہوئے انہوں نے اپنے منہ لائے مقصود کو دو لفظوں "چیت ورتی نرودھاراتی یوگا" میں ہی بیان فرمادیا۔ لیکن اس کی دیکھا کرنے والوں کو کئی ضخیم پستکیں رچی ضروری ہو گئیں۔ اسی طرح لوگ کے آشت انگوں کے متعلق انہوں نے صرف تہیدی الفاظ میں ہی بیان کو محدود کیا۔ لیکن وہ شبد ہندی کے اس مقولہ سے "گاگر میں ساگر" کے مترادف ہیں۔ مثال کے طور پر آسن کو انہوں نے صرف چند لفظوں میں بیان کر کے محدود کر دیا کہ جس طریق نشت سے یوگ کا طالب بہ آرام و ریزنگ بیٹھ سکے اور اس سے اُس کو اکتاہٹ اور تھکاوٹ کم ہو۔ لیکن بعد کے یوگیوں نے اس کو چوراسی آسنوں تک پہنچا دیا۔ ان محققوں کو یہ جان کر تعجب ہوا کہ چرند سے اور پرند سے جس طرح بیٹھتے ہیں اس سے نہ صرف تھکاوٹ ہی دور ہوتی ہے بلکہ اس سے اُن کو صحت اور طاقت بھی بہم پہنچتی ہے۔ بنابرین انہوں نے بیور آسن، سرپ آسن، متیہ آسن وغیرہ وغیرہ کی اختراع کی۔ جیسا کہ عوام الناس کا خیال ہے، لوگ شاستر کے مولف کا مقصد مختص تھا اور پرمانا کو بلادیشا نہیں۔ بلکہ مبتدی یا مہکشو کو سماجی اور تھکاؤ کو کٹ کر انایا اس میں یکتائے کرنا بھی ہے یوگ کے ساتھ انیک شبدوں کو جوڑ کر گائیوں اور دواون نے اُن کو یکجا کر دیا ہے۔ مثلاً (۱) اکرم یوگ (۲) بھگتی یوگ (۳) گیان یوگ (۴) پریم یوگ (۵) ہتھ یوگ (۶) یوگ آسن

دغیرہ وغیرہ۔ لیکن آتما کے ساکھشا لکار کے لئے یا پرما تا کی پراپتی کے لئے ابتدائی لکھتے تین یوگ ہی زیادہ مشہور اور پرستید ہیں۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ مہرشی پتجنجلی نے یوگ کا مطلب بتایا ہے چیت کی ورتوں کا نردودھ - نردودھ کیا ہے، چیت استوا من کو قابو کرنا، بے جان بنا دینا یا اس کو بھڑکنے سے قطعاً روک دینا وغیرہ - فارسی اور عربی میں اسی من کی ورتوں کو نفس امارہ کہتے ہیں اور اس سلسلے میں اردو کا ایک شعر ہے

بڑے موزی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا نہنگ و اندھا و شیر نر مارا تو کیا مارا

غرضیکہ دنیا کی طاقتور سے طاقتور چیزوں یا جانوروں پر غلبہ پالینا اتنا مشکل نہیں جتنا اس من یا چیت کو قابو کرنا ہے۔ گیتاجی میں ارجمن نے بھی بھگوان شری کرشن چندر سے استدعا کی کہ مہاراج ! یہ من بڑا ہی چپلی ہے۔ اس کا قابو کرنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب بھگوان نے صرف یہی دیا کہ من کو ابھیا اس اور ویراگ سے قابو میں کیا جاسکتا ہے۔ مگر گیتا کا یہ ذاتی مضمون نہیں تھا بلکہ ایک ضمنی سوال تھا۔ جس کا بھگوان نے مختصراً جواب دے دیا۔ پرتو یوگ شاستر کو تو لوگ یوگا بھی اس کا شاستری مانتے ہیں۔ اس میں پتجنجلی بھگوان نے یوگ کو انشائنگ بتایا ہے۔ یعنی اس کے آٹھ انگ ہیں۔ جو اس طرح سے ہیں :- (۱) ایم (۲) نیام (۳) آسن (۴) پرانیام (۵) پرتیار (۶) دھارنا (۷) دھیان اور (۸) سادھی۔

ان میں سے ابتدائی پانچ باہری انگ ہیں اور موخر الذکر تین اندرونی۔ انھیں کے ذریعہ سادھنا میں کشتا پراپت ہوتی ہے۔ بیرونی انگوں کا چوک کہ اجزلے جسمانی سے سیدھا حلق ہوتا ہے۔ لہذا ان کو باہری انگ کہتے ہیں اور باقی تین کا ادھار صرف من، مبدھی، چیت اور اہنکار ہیں۔ لہذا وہ اہینتری انگ کہلاتے ہیں۔ نیم یعنی بڑائیوں کا پورن تیاگ۔ اس کو پانچ حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ (۱) اہنسا استوا کسی پرانی کو بھی بھی دکھ نہ دینا یا کسی کو شریہ، بانی اور من سے نہ دکھانا۔ اور جس طرح بھی ہو سکے سب کو ہر پرکار سے سکھی اور پرت کرنے کی کوشش کرنا (۲) ستیہ یعنی جھوٹ نہ بولنا (۳) استے یعنی چوری نہ کرنا (۴) برہم چریہ یعنی اپنے ویرہ کو اٹھ پرکار کے دونوں سے سرکھشت رکھنا۔ اور (۵) اپرگریہ - خانگی اور دینی کاروبار کے لئے بڑی محنت اور دیانتداری سے کمائی کرنا۔ ان کے اپنانے سے منش کو پورتا پراپت ہوتی ہے اور اس کا من ہر قسم کے پاؤں سے بہرا ہو جاتا ہے۔

اب نیم بھی پانچ ہیں۔ (۱) شوچ یعنی پورتا نہ صرف باہری جسمانی بلکہ من، مبدھی، چیت اور اہنکار کی

بھی۔ (۲) سننوش۔ (۳) تپ (۴) سوادھیائے۔ اس کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) بلجاٹ لفظی معنی اس کا مطلب ہے کہ سو یعنی اپنا آپ ادھیائے یعنی مطالعہ کرنا یا جاننا اور دوسرے دھرم گرتھوں اور شرتی سمرتی آدی کا ادھین کرنا اور (۵) "ایشور پرند دھان" یعنی اپنے آپ کو ایک کٹھ پتلی یا جتر سمجھ کر جس کے چالاک یا کرتا دھرتا بھگوان ہیں، شانتی پوروک سدا شرتا گت ہو کر وچن کرنا۔

(۳) آسن :- بھگوت پراپتی کے لئے ایسی نشست اختیار کرنا جس سے سکھ پوروک بیٹھا جاسکے، آسن کہلاتا ہے

(۴) پرانا یام اتھوا پران کی درزش :- اس کے تین روپ ہیں۔ پورک یعنی ہوا کا بھڑنا۔ مکھک یعنی ہوا کا ٹھہرنا۔ اور ریچک یعنی اس ہوا کو باہر نکالنا۔

(۵) پرتیاہ :- اندریوں کا اپنے دشیوں سے اٹا اتھوا دیکھ ہونا یا انتر مکھ ہوجانا ہی پرتیاہ ہے۔

(۶) دھارنا :- چت کو دوسرے دشیوں سے ہٹا کر اپنے دھیہ میں جوڑنا ہی دھارنا ہے۔

(۷) دھیان :- اپنی دھارنا کے اوسار من کو ادول اور مسلسل جوڑے رکھنے کا نام دھیان ہے۔

(۸) سادھی :- جب مکھشو اپنے دھیہ میں مسلسل دھیان سے اس قابل ہوجاتا ہے کہ اس کو اپنے تن بدن کی بھی خبر نہیں رہتی، وہ سادھی اوتھکا کہلاتی ہے۔

اوپر بیان کئے ہوئے یوگ کے انگوں کو عمل میں لانے کا نام ہٹھ یوگ ہے۔ ان ہٹھ یوگیوں نے اپنے اوتھو اور تجربات سے نئی نئی معومات حاصل کئے کئی طریقے ایجاد کئے ہیں۔ مثلاً آسن کی سیدھی سادھی صورت کو چوراسی حالتوں میں درشایا۔ اسی طرح پرانا یام کے ساتھ نیتی، ادھوتی، نیولی اور وسطی کرم وغیرہ کی اختراعات کیں۔

یوگ ابھیاس کی راہ میں روکا وٹیں

کہا جاتا ہے کہ یوگی کے راستے میں سدھیاں بھی بہت بڑی روکا وٹ ڈالتی ہیں۔ بناریں یوگ درشن میں کہا گیا ہے کہ سادھک کو ہمیشہ ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ جب یہ کہ جب مکھشو ان سدھیوں سے ہٹکارا ہوجاتا ہے تو اسے ایثار پراپتی یا مکتی ملتی تا مکن ہوجاتی ہے۔ یہ سدھیاں حسب ذیل آٹھ ناموں اور گنوں سے موسوم کی گئی ہیں۔

(۱) انیا :- یوگی اوتھ یعنی چھوٹے سے چھوٹا اتھوا اوتھ برابر ہو سکتا ہے۔ (۲) مہا :- یوگی چاہے تو بہار کے

سمان بڑا بن سکتا ہے۔ (۳) لگھا :- یوگی چاہے پر روتی سے بھی ہلکا ہو جاتا ہے۔ (۴) پراپتی :- یوگی جو چیز چاہے منگو سکتا ہے یا پراپت کر سکتا ہے۔ (۵) پراکامیہ :- یوگ کی شکتی بادھا بہت ہوجاتی ہے۔ (۶) وشتو یوگی سب جیود کو دشمنی بھوت کر سکتا ہے۔ (۷) رشتو :- یوگی سب بھوتک پدارتھوں پر ادھیکار جما سکتا ہے۔ (۸) یتر کا ما و سا اتو :- اس کی جو بھی خواہش ہو پوری ہوجاتی ہے۔

ہٹھ یوگ سنسار سے مٹ نہیں گیا۔ لیکن آج کا داتا ورن اس کے اوتھ کو نہیں ہے۔ اوتھ تار اور کھان پان میں بد پرہیزی اور اشدھی وغیرہ ایسی چیزیں ہیں جن سے بنا ماحول یکسوئی کے لئے بادھک ہے۔ اپنی اپنی رچی کے اوتھ ہر منش کم یوگ، بھگتی یوگ اور گیان یوگ سے بھی مکتی یا رہو پراپتی کر سکتا ہے۔ گیتا، رامائن اور مہابھارت ان کے حصول کے لئے نعمت ہائے غیر متبرکہ ہیں۔ بھگتی یوگ کے لئے شرید بھاگوت پران اور رامائن بالخصوص بڑی لاجبھد ایک ہیں۔ کیونکہ ان کا سمجھنا زیادہ آسان ہے۔ لیکن گیتا گیان کو تو کل دنیائے ہی اپنا یا ہے۔

نوٹ :- خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ جو کہ پتہ کو ملی چٹ پر درج ہوتا ہے تاکہ جلدی تعمیل ہو سکے۔
"مینجر"

گیان لوک

کُماری رَمَانَدہ ایم۔ اے (سنسکرت)

رسالہ آوم میں شائع ہونے والا کُماری رَمَانَدہ کا یہ پہلا مضمون ہے۔ دراصل یہ ایک ہندی لیکچر کا اُردو روپاंतर ہے۔ ہندی لیکچر کو اُردو جامہ پہنانے کی جہاز اس کو "شیش کو" آوم "پریمی پسند کریں گے" یہ اُمید رکھ کر ہم آئندہ بھی اس طرح کے نئے نئے بلند پایہ ہندی لیکچر عام فہم اُردو زبان میں تبدیل کر کے شائع کرتے رہیں گے۔

ایڈیٹر۔

اس مایا موہ رُوپی سنسار سے وِرکت منش اس سچّہ اندہ سو رُوپ پر ماتما میں لین ہو جانا چاہتا ہے جسے پراپت کر لینے کے بعد پھر کوئی دُکھ، کلش اور سَنَتاپ باقی نہیں رہ جاتا۔ دراصل دُنیا کے تمام عیش و آرام اور ساز و سامان حاصل کر کے بھی انسان کی پریشانی دُور نہیں ہوتی۔ بلکہ انہیں بھوکوں کی وجہ سے جب اُسے تکلیفات اُٹھانی پڑتی ہیں تو ان کی حقیقت پہچان کر وہ پشیمان ہو جاتا ہے۔ تب اُسے ویراگ ہوتا ہے۔ اور اُسے صرف یہی خواہش دامگیر رہتی ہے کہ وہ دُکھ رُوپی سنسار سے جھٹکارہ پاکر پر ماتما کی شرن گرہن کرے۔ جو دُکھ ساگر میں ڈوبنے ہوئے پرائیوں کا ایک ہی سہارا ہے۔

لیکن جس پر ماتما کے سنگلیپ سے ساری کائنات ظہور میں آتی ہے اور جو اپنی ہی اَدبیت مایا شکتی سے دھکا رہتا ہے، اُس سچّہ اندہ سو رُوپ پر برہم پر ماتما کو کیسے پراپت کیا جائے جبکہ : —

“ न तत्र चक्षुर्गच्छति, न वाग्गच्छति, न मनो, न विद्वो
न विजानीमो, यथैतदनुशिष्यादन्यदेव तद्विदितादथो
अविदितादधि । ”

بھگوتی شرتی (اُپنشد) کا کہنا ہے کہ اُس برہم تو تو تک نہ لکھ، زبان وغیرہ اندریوں اور من کی پہنچ نہیں ہے۔ وہ پر برہم پر ماتما ان سب سے بہت پرے ہے۔ تب اُس پریشور کو کیسے جانا جائے ؟ اس جگیا سا پر آگے فرمایا ہے کہ سچّہ اندہ سو رُوپ پر برہم پر ماتما کا ہر وقت لگاتار چنتن کرنے کرتے مرنے والے پوروک اُس کی یاد میں مشغول رہتے ہوئے نرمل ہرے اور دشنہ بدھی سے اُسے پراپت کیا جاسکتا ہے۔

“ नैव वाचा न मनसा प्राप्तुं शक्यो न चक्षुणा ।
अस्तीति ब्रुवतोऽन्यत्र कथं उपलभ्यते ॥ ”

وہ پرہم پر ماتما کرم اندریوں، گیان اندریوں اور انتم کرن دوارا پراپت نہیں کیا جاسکتا۔ اُسے تو ایسا لٹچے کرنے پر ہی جانا جاسکتا ہے کہ ”وہ ہے“ مطلب یہ کہ پہلے تو اُس کی ہستی میں پکا وثوق اس کیا جائے۔ پھر اُسے پراپت کرنے کے لئے درڑھ سنکلیپ کیا جائے۔ تبھی اُسے پایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی بھی طرح اُسے پراپت نہیں کیا جاسکتا۔

حَبّ منش اپنے من اور اندریوں کو قابو میں رکھ کر پرماتما کو پراپت کرنے کے علاوہ دیگر سبھی کامناؤں کا تیاگ کر دیتا ہے تو وہ سچا اندر روپ پرماتما کے درشن اپنے ہر دے میں ہی کر لیتا ہے اور پھر وہ انہیں کبھی نہیں بھولتا۔ تب سبھی طرح کے شوک اور موہ سے چھوٹ کر وہ امر ہو جاتا ہے اور اُسے جنم مرن کے بندھنوں سے رہائی حاصل ہو جاتی ہے۔

आत्मानं रश्मिं विद्धि शरीरं रथमेव तु ।

बुद्धिं तु सारथिं विद्धि मनः प्रग्रहमेव च ॥

اگر منش اپنا بلیان چاہتا ہے تو اُسے اپنے شریر، اندریوں، من اور بُدھی کو قابو میں رکھنا پڑے گا۔ اس بارے میں ایک بڑا ہی سُندر روپک اپنشد میں آیا ہے۔ منش شریر کو ایک رکتھ، جیو آتما کو اُس رکتھ کا سوامی، بُدھی کو سارثی اور من کو دھام سمجھنا چاہیے۔ یوں سمجھو کہ اندریاں ہی اس شریر روپی رکتھ میں جتے ہوئے پینچل گھوڑے ہیں جو دشنے بھوک روپی راستوں پر بھاگتے ہیں۔ اندریوں کا دشنے بھوکوں کی طرف رخ کرنا ایک قدرتی بات معلوم پڑتی ہے۔ لیکن کوئی اندری کسی دشنے میں تبھی آسکتا ہوتا ہے جب کہ من اُس کے بھوک کا چنتن کرنا ہے۔ اسلئے جیو آتما کو دو یک بُدھی سے کام لیتے ہوئے من کے دشنے بھوکوں کے چنتن سے باز رکھنا چاہیے۔ پھر شریر اور اندریوں پر کنٹرول رکھنے میں بھی زیادہ دقت پیش نہیں آتی۔ شریر اور اندریوں سے من بلوان ہے۔ من کی نسبت بُدھی شریٹھ ہے۔ اور بُدھی سے زیادہ شریٹھ جیو آتما ہے اور اُس سے بڑھ کر ہے ایثور کی پرکرتی۔ لیکن ان سب سے وہاں اور شریٹھ پر پُرش پرماتما ہیں۔ انہی کو پراپت کر کے جیو آتما پر مگنی کو پہنچتا ہے۔

यच्छेद्वाङ्मनसि प्रातस्तद्यच्छेज्ज्ञान आत्मनि ।

ज्ञानमात्मनि सहति नियच्छेत्तद्यच्छेच्छान्त आत्मनि ॥

”بدھیان منش کو چاہیے کہ وہ زبان وغیرہ اندریوں کو باہری دشنوں سے ہٹا کر من میں دلیں کر دے“ من کو گیان سوروپ بُدھی میں اور بُدھی کو اپنے آتما میں بلادے۔ ارکھات آتم چنتن کرتے کرتے ایسی سہتی میں پہنچ جائے جہاں سوائے آتم تو کسی چیز کی یاد بھی باقی نہیں رہ جاتی۔ اُس کے بعد اپنی ہستی کے خیال کو بھی

سچا اندر سو روپ پر ماتا کے ساتھ ملا کر سنسار بندھن سے مُکت ہو جائے۔

यस्तु विज्ञानवान् भवति समनस्कः सदा शुचिः ।

स तु तत्पदमाप्नोति यस्माद् भूयो न जायते ॥

پرماتما کا چنن کرتے کرتے شدہ آتما گیان لوگ کے دوارا اُس پریم پد کو پراپت ہوتا ہے کہ جہاں پہنچ کر پھر وہ دکھ روپی سنسار میں واپس نہیں آتا۔

विद्यां चाविद्यां च यस्तद्वेदोभयं सह ।

अविद्याया मृत्युं तीर्त्वा विद्यायामृतमश्नुते ॥

شرقی بھگوتی نے پرماتما کی پراپتی کے لئے گیان اور کرم دونوں سادھن اپنانے کی آگیا دی ہے۔ منش کے لئے ضروری ہے کہ اپنے کلیان کی خاطر وہ یگیہ، دان اور تپ، اتیادی شاستری کرموں کو نشکام بھاؤ سے کرتا رہے۔ ان کرموں کا شر دھاؤ روک اوشٹھان کرنے سے اُس کے آنتہ کرن کی شدھی ہوگی۔ تبھی وہ برہم تھ کے شر دن، منن اور بدھیاسن روپی گیان دوارا پرماتما کا ساکھشا تکار کرنے کے قابل ہو سکے گا۔ جو لوگ صرف وید شاستر پڑھ کر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ انہیں پرماتما کا گیان ہو گیا ہے، اس لئے اب انہیں کرم کرنے کی ضرورت نہیں رہی، وہ بڑی بھول کرتے ہیں۔ بہت کچھ پڑھ سن کر پرماتما کے بارے میں جو آومان گیان حاصل ہوتا ہے اُسی کا ابھیان کر کے اگر کوئی کر تو یہ کرموں کا تیاگ کر دیتا ہے تو اُسے برہم تھ کا اصلی گیان کبھی پراپت نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو لوگ دنیاوی اور شاستری کرموں میں ہی لگے رہتے ہیں اور ویک، ویراگیہ، اتیادی گیان پراپتی کے سادھنوں کا اوشٹھان نہیں کرتے وہ بھی پرماتما کو پانے سے وِچیت ہی رہ جاتے ہیں۔

اس لئے گیان اور کرم کے رسمہ کو اچھی طرح سمجھ کر جو منش دونوں کا ایک ساتھ اوشٹھان کرتا ہے، اُسی کو پرماتما کا ساکھشا تکار روپی سدھی پراپت ہوتی ہے۔ اپنے اوشٹھو دوارا برہم تھ کا بھخارہ گیان ہونے پر چڑا آتا تبھی بندھنوں سے مُکت ہو جاتا ہے۔ پھر اُسے جنم مریو کا بھے نہیں ستانا۔

नायमात्मा प्रवचनेन लभ्यो न सेधया न बहूना श्रुतेन ।

यमेवैष वृणुते तेन लभ्यस्तस्यैष आत्मा विवृणुते तनू-स्वाम् ॥

پربرہم پرماتما نہ تو بہت پڑھنے سننے سے اور نہ زبردست بحث مباحثوں سے پراپت کیا جاسکتا ہے۔ واصل وہ تو اُسی کو پراپت ہوتا ہے جسے وہ چاہتا ہے۔ اور وہ اُسی کو چاہتا ہے جسے اُسے پراپت کرنے کے سوا دوسری کوئی کامنا نہیں ہوتی۔ (ادم شرم)

(صری پرنے خریاروں کے لئے۔ جو میعاد خریاری دسمبر ۱۹۷۵ء میں ختم ہو جانے پر سال ۱۹۷۶ء کا چندہ ادا کر چکے ہیں)۔ اگر آپ کو گزشتہ سال بھیجا گیا بالیکسی رامائن کا حصہ اول جواب ہو گیا ہے یا کم ہو گیا ہے تو آپ ہمیں ۳۱ جنوری ۱۹۷۶ء سے پہلے لکھیں۔ ہم حصہ دوم کے ساتھ ہی آپ کو حصہ اول کی ایک نئی کاپی مفت ارسال کر دیتا ہے۔ اپنے خریاری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ تعمیل نہیں ہو سکے گی۔ پتہ مکمل لکھیں۔

یا مہشی رامائن حصہ اول

مینجر

رسالہ اوم بابت ماہ دسمبر ۱۹۷۵ء کے صفحہ ۶۵ پر شائع ہوئی چھٹی کا
شری ۱۰۸ سوامی شاشوت آنند جی مہاراج
 کی طرف سے جواب

از بھگوان بھون، رشی کشیش — مورخہ ۱۱/۲۹

پیائے زندہ جی! دستِ پتر پڑھا۔ پڑھ کر خوب آنند ساگر میں ڈبکیاں لگائیں — گورکھ جی نے برہمانند کو پالیا۔ برہمانند "اوم" کے روپ میں اپنی مہاکو پرگٹ کرتے کے عین یوگیہ ہے۔ اس میں گورکھ جی کے جیون بھر کی محنت کی سچھلتا سادھ ہوتی ہے۔ گرہستہ آشرم میں رہ کر تیاگ اور تپ کا جیون جس پر کار آپ کا سارا پرلوار بسر کر رہا ہے۔ اور جس پر کار آپ نے لیکھتی دوارا جن کلیان کا پٹرا اٹھایا ہوا ہے، آپ اس کشتی کا بتوار آپ کی شاریرک اوستھ کے انور روپ یوگیہ ہاتھوں میں آگیا ہے۔ پر بھو اس کے پھل کو آپ کے تیاگ پر اپن جیون میں ہی پھلی بھوت کے سرپ کو اس کی سگندھی اور ادبھت رس کا آسودن کرنے کا بل بختے میری شجہ کا منائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ عزیز پر پر بھو کی کرلیہے۔ یوگیہ، محنتی، آگیاکاری اور تپسوی تھقا سنت سیوی اور سترہی اور نمر سو بھاؤ کا ہے۔ اوشیہ ہی سچھلتا اس کے چروں کی داسی بنے گی۔ ایسی پورن آستا ہے۔

آپ کا شیش جیون نش چیتا اور آتماند آسودن کے لئے سوستھ رہے، یہی ہار دک کا منا ہے۔ اپنے سنگور کے نام کو آپ نے خوب چپکایا ہے۔ ایسا ہی عزیز برہمانند بھی چپکا دیکھا۔ پر بھو اس کو سامتھ پر دان کرے۔ ان شبدوں کے ساتھ اور چند اپہاروں کے ساتھ

آپ کا اپنا آپ
 شاشوت آنند تیرکھ

از چرچ روڈ، رسول لائن لدھیانہ — مورخہ ۱۲/۲۷

پرم آدریہ زندہ جی! سادر پرنام! — اوم کی اشاعت میں قابل قدر اور قابل تعریف اضافہ ہونے کا لوٹ یعوان "بدھائی" پرچہ ماہ دسمبر ۱۹۷۵ء میں پڑھ کر بید خوشی ہوئی۔ شری برہمانند جی نے تو اوم کے پرچوں کو بدھائی دی ہے لیکن حقیقت میں بدھائی کے پاتر آپ دونوں باپ بیٹا ہیں جنہوں نے ایک طرح سے اپنا تن من اور دھن ہی پیائے اوم کو بھینٹ کر دیا ہے۔ آپ دونوں کی لکن، دھرم پریم، قربانی اور شجہ بھادناؤں کا ہی یہ نیک ثمر ہے۔ بھگوان سے پراگھنا ہے کہ عزیز برہمانند کو پریشور عرصہ دراز تک اس ادبھت سبوا کرنے کے لئے دیرگھ آؤ پر دان کریں۔ اور آپ کا بھی سایہ اس پر قائم رہے۔ ایسے حالات میں اور ایسے وقت میں دھرم پرچار کے رسالہ کا اس طرح سے دن دگتی اور رات چوگنی ترقی کرنا ایک معجزہ ہے۔ اس کی بنیادی وجہ آپ دونوں کی سمرن بھادنا ہے۔ میں آپ دونوں کو ہار دک ددھائی پیش کرتا ہوں۔

کانشی رام چاؤک

انر شملہ - مورخہ 13-12-75

آدریشہ نندہ جی - جے ہند ! میں اسی سال رسالہ اَدَم کا خریدار بنا ہوں۔ جہاں مجھے رسالہ اَدَم کے دھارک
 و انتہا سبک مضامین کے پڑھنے سے آئندہ بلا ہے وہاں پر "بالیکی رامین حصہ اَدَل" کے ادھین سے جو دلی مسرت
 حاصل ہوئی ہے اس کا بیان کرنا میری قلبی طاقت سے باہر ہے۔ اسے ایک دفعہ پڑھنے پر اکتفا نہ ہوئی، تب اس سال
 نو راتوں کے دوران دوا بہ اسے پڑھ کر آئندہ میں غوطے لگا تا رہا۔ اور میں اس بات کا بیتابی سے منتظر تھا کہ بالیکی رامین
 حصہ دوم کے شایع ہونے پر بھوکا ان کے گھٹوں کا رہائے نمایاں سے روحانی خوراک کی پراپتی کر کے اپنے جیون کو سنبھل
 بناؤں گا۔ لیکن اس کی اشاعت میں دن پرتی دن تاخیر ہو جانے کے کارن رامین کے پیچھے پرمیوں کو تھیس لگ
 رہی ہے۔ لہذا اب جو آپ کی طرف سے اسے ۱۹۷۶ء کو شایع کیے جانے کا اعلان ہوا ہے اسے پوری طرح
 عملی جامہ پہن کر رامین کے پیچھے شردھاؤں کو بے بہرہ نعمت سے لطف اندوز ہونے کا سٹہری موقع پر دان کر کے لیش کے
 بھاگی بنیں۔

آپ کا شمیم چنتک :-

بجنتی پرتاپ سنگھ

دائیں چیئر مین :- نیشنل سیونگز سٹیٹ ایڈوائزری بورڈ

ہما چل پردیش - شملہ ۲

خودیدار نمبر 8413

مداح سب ہیں تیرے

مداح سب ہیں تیرے جو ہیں زبان والے
 سنتے ہیں نغمے تیرے یاں جو ہیں کان والے
 کرتے ہیں تیرے در پہ جو سلطنت کو قریاں
 دل کے غنی ہیں کیسے یہ آستان والے
 بندے ہیں خاک در کے سجدے میں سر جھکے ہیں
 توقیری شان والے جاہ و نشان والے
 مسند و مسجدوں میں وہ خالص نہیں بے
 کیوں شور و غل مچاتے ہیں ٹن ٹن آذان والے
 دل میں تیرے نہاں ہے کیوں ڈھونڈتا نہیں تو
 باہر نہیں ملے گا آہ و فغان والے

مرسلہ رانے صاحب ملک راج جی چڈھا۔ کلکتہ

رسالہ "ادم" دہلی کا دھرم پرچار پرکاشن

"ادم" پریسوں کی سہائیت سے "دھرم پرچار پرکاشن" کے انترگت گزشتہ چار سال کے دوران ہم رسالہ ادم کے سالانہ خریداروں کی سیوا میں اٹھارہ ٹپکیں مفت بھیجتے رہے ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں مندرجہ ذیل ٹپکیں شائع کی گئیں۔

- ۱۔ بالیسی رامائن حصہ اول (تین ایڈیشن)
- ۲۔ شرمہ بھگوت گیتا کا سناہشیت پانچواں (دو ایڈیشن)
- ۳۔ گوپند اپدیش (دو ایڈیشن)
- ۴۔ لوگ ابھیاں اور گائتری جاپ (دو ایڈیشن)

ان دنوں نئے بننے والے رسالہ ادم کے سالانہ خریداروں کو ہم مندرجہ بالا چاروں ٹپکیں مفت بھیجتے رہے ہیں اور فروری ۱۹۷۶ء میں "بالیسی رامائن" حصہ دوم خاص رعایتی قیمت پر بھیجتے رہیں گے۔ جس کا اعلان صفر ۱۹۷۶ء پر کیا گیا ہے۔

اپنشد

"بالیسی رامائن" حصہ دوم شائع کرنے کے بعد ہمارا ارادہ اپنشد شائع کرنے کا ہے۔ اس کے متعلق اپنے مفصل پروگرام کا اعلان ہم رسالہ ادم کے کسی آئندہ شمارہ میں کریں گے۔ ناظرین انتظار فرمادیں۔

جن دھرم پریمیوں نے اپنی سچائی کے لئے ہمیں مورخہ ۸/۵ سے ۱۶/۵ تک رقم ارسال فرمائی، ان کے شہد نام حسب ذیل ہیں۔

- | | |
|---|---|
| (۱۳) شری گنگا رام پٹا دہلی | (۱) میسرز سنت لال اندر سین شملہ |
| (۱۴) گپت دان نالویہ نگر | (۲) شری چتر سنگھ سانگوان سرائے اورنگ آباد |
| (۱۵) میسرز موہن لال ہرکشن لال سیپل دہلی | (۳) میسرز سلجہ برادر "P" لمیٹڈ دہلی |
| (۱۶) شری دینا ناکھ ڈوگل سنی مزراہ | (۴) شری بی، ڈی شرما، کپور قلعہ |
| (۱۷) شری بشو دیال پنجابی دلپت پور | (۵) لالہ گوردت چند جی ابرو جلیپور |
| (۱۸) گپت دان دہلی | (۶) شری ہنس راج جی کھنہ دہلی |
| (۱۹) میسرز کاورام اینڈ سنز بھوپنپور | (۷) میسرز سنت لال اینڈ کمپنی وارانشی |
| (۲۰) پندت سنت پال بھار دواج جالندھر | (۸) شری جی کرشن سرینگر |
| (۲۱) شری امیں چند ایڈوکیٹ شملہ | (۹) کیپٹن لکشمی چند جی، انبالہ سٹی |
| (۲۲) شری لہجورام جی پرکاش ہردوار | (۱۰) شری چتر سنگھ جی سانگوان نیہار پور |
| (۲۳) شری منوہر لال مہندی رتہ امرتسر | (۱۱) شری دیپک پوری جالندھر |
| (۲۴) رام صاحب مکھراج جی چدھا کلکتہ | (۱۲) شری لے پی۔ بگا نئی دہلی |

- (۲۵) میسرزہ ارجن داس مدرن لال جیند
(۲۶) شری اوم پرکاش گویل
(۲۷) ڈاکٹر کنڈن لال جی دہلی
(۲۸) شری امیر چند جی چاولہ دہلی
(۲۹) شری پدم ناتھ جی مودگل بدودال
(۳۰) شری خیرائی لال جی مندرہ بھلور
(۳۱) شری سکھ مندر جی
(۳۲) دیوان سوہن لال جی مہندپور
(۳۳) گیت دان - (کوٹہ راجہ تھان)
(۳۴) شری ایم - آر - منگل
(۳۵) شری دیارام ابرول
(۳۶) شری جگدیش چند گھٹی لدھیانہ
(۳۷) شری جھانگی رام جی داہود
(۳۸) شری پیار لال جی لدھیانہ
(۳۹) شری جوبندر سنگھ جی مالہ منڈی
(۴۰) شری رام سرودپرتن - گرساٹہ
(۴۱) بھگت جگن ناتھ جی مظفرنگر
(۴۲) شری نند لال جی جین دہلی
(۴۳) شری اوم پرکاش جی دہلی
(۴۴) لالہ منگت رام جی مہاجن مالک سپر بلاک کیتی نئی دہلی

- (۲۵) میسرزہ رام چند اینڈ سنز منڈی (H.P.)
(۲۶) میسرزہ جیت رام امر چند جی سود سولن
(۲۷) شری منشی رام ککیرج علی گڑھ
(۲۸) پنڈت لکھپت رائے جی جالندھر
(۲۹) پنڈت رام سرنداس جی اکھنور
(۵۰) میسرزہ آر - ایل - چوپڑہ ڈیرہ ڈون
(۵۱) ڈاکٹر ویشیشتر ناتھ جی چلڈھا ایم ڈی، کلکتہ
(۵۲) گیت دان جو من خاص نئی دہلی
(۵۳) شری چند لال سونی بھگوارہ
(۵۴) چوہدری ہوشیار سنگھ بدھاڑ
(۵۵) شری نارائن داس شاستی جوالا گڑھ (H.P.)
(۵۶) شری آر - ایل - منگل
(۵۷) شری اوم پرکاش کوشک دہلی
(۵۸) شری ایم - این - کول
(۵۹) شری دھنی رام راجپوت بھوگروال
(۶۰) شری آر - جے - ریواری
(۶۱) شری ملکھی رام پٹواری
(۶۲) پنڈت جھجرام شرما لدھیانہ
(۶۳) شری بھگوان داس جی بلیٹ گڑھ

ناک نئی بنوالو بلا آپریشن

دایک زلزلہ کام ہو۔ ناک میں مسہ، ہڈی، گوشت یا رسولی بڑھ گئے ہوں۔ جھینکیں زیادہ آتی ہوں۔ خوشبو بد بو آتی ہو۔ نکسیر پھوٹتی ہو۔ کلا خراب رہتا ہو۔ سنسن پھوٹتا ہو یا ناک میں کوئی بھی تکلیف ہوتی ہو۔ ۵۵ سال سے بلا آپریشن علاج ہو رہا ہے۔ بیشتر مریض شفا پا چکے ہیں۔ مریض اپنا مقفل حال لکھیں۔ بیشتر سندات موجود ہیں۔

پتہ:-
بھگتوں کا شفا خانہ ناک
6W 29
پٹیل نگر۔ نئی دہلی 8

گیان درشی

از قلم شری امیر چند جی دہلی

جسے اگیان کے کارن نہ اب تک ڈھونڈ پایا ہے جو دیکھیں گیان درشی سے تو کن کن میں سمایا ہے اوڈیا اگلین سے ہی تو دیہہ کو مان بیٹھا ہیں جو دیکھیں گیان درین میں یہ تجھ جیتن کا سایہ ہے سچن جاگرت، شستیتی میں تو تینوں کال کا ششی تیرے پھرنے سے ہی سارا جگت درشی میں آیا ہے کرم، من اور بانی سے کرو جیب ستیہ کو دھارن مرم آتم کے اوتھو کا گورو جی نے بتایا ہے ستائیں گے تجھے تب تک یہ تینوں تاپ پر دیسی ہے جب تک گیان سے وچیت سروپ اپنا بھلایا ہے

بالیکی رامائن (منکشفیت)

(حصہ دوم)

بالیکی رامائن کے دوسرے (آخری) حصہ کی لکھائی چھپائی کا کام تسلی بخش ڈھنگ سے ہو رہا ہے۔ اور لگ بھگ ایک تہائی کام جنوری ۱۹۷۶ء کے پہلے ہفتہ تک مکمل ہو جانے کی اُمید ہے۔ اس کے بعد سالنامہ "یوگ انک" کے کام سے فراغت مل جانے پر ہم بالیکی رامائن کے دوسرے حصہ کی لکھائی چھپائی کی طرف پوری توجہ دے سکیں گے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ بقایا کام ایک ماہ کے اندر مکمل کر لیا جائے اور ہماری یہ کوشش ہوگی کہ اسے فروری ۱۹۷۶ء میں شائع کر دیا جائے۔

رسالہ "اوم" کے جن خریداروں نے دوسرے حصہ کی خاص رعایتی قیمت ہمیں پیشگی ارسال کر دی ہے ان کی سیوا میں اسے بذریعہ ریجسٹری بھیجا جائے گا اور ڈاک میں کم ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوگا۔ اس لئے نہ پہنچنے کی صورت میں ہمیں شکایت لکھنے سے پیشتر وہ چند روز مزید انتظار کر لیں۔

بالیکی رامائن حصہ دوم کی قیمت بتیس روپے مقرر ہوگی۔ لیکن رسالہ اوم کے سالانہ خریداروں کی سیوا میں یہ حصہ رعایتی قیمت بارہ روپے علاوہ دو روپے ڈاک خرچ کل مبلغ چودہ روپے کے لئے بذریعہ وی پی آر سال کیا جائے گا۔ یہ رعایت صرف ماہ فروری ۱۹۷۶ء تک دی جائے گی۔ یکم مارچ ۱۹۷۶ء سے اس رعایتی قیمت میں دو روپے کا اضافہ ہو جائے گا۔ اس لئے جو سچے رسالہ اوم کے سالانہ خریدار بننے کا ارادہ رکھتے ہوں انہیں اپنا چندہ جلد ہی بھیج دینا چاہیے۔ تاکہ وہ بھی موجودہ رعایت سے مستفید ہو سکیں۔

منیجر

ضروری نوٹ

رسالہ "اوم" کی اشاعت اور ترقی کا انحصار سالانہ چندہ کے طور پر حاصل ہونے والی آمدن پر ہی ہے۔ دیگر رسالہ جات کی طرح نہ تو ہمیں کاروباری اشتہارات سے کوئی خاص آمدن ہوتا ہے اور نہ کتابوں کے بیوپار سے کمائی کی گئی ہے۔ اس

لئے حاصل ہوتی ہوں۔ یہ رسالہ تو اوم "برہمنوں کی شبیہ کا مذاق کے نل کوٹے پر ہی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ پھر بھی چونکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ "اوم" کے کچھ برہمنی پیروں کی آمدن ہونے کے سبب بحشت اور چندہ ادا کرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے ہماری یہ خواہش ہے کہ ایسے تمام بھائیوں کو مناسب سہولیت دی جائے۔ مالی مشکلات کے باعث اگر آپ سالانہ چندہ چھپانے کے روپے ادا کرنے میں پریشانی کا احساس کرتے ہوں تو آپ ہمیں لکھیں۔ ہم آپ کو چندہ میں خاص رعایت بھی دینگے اور اسے دو قسطوں میں لینے کے لئے بھی تیار ہوں گے۔ یہ رسالہ آپ کا ہے اور اس کے سوا دھیائے کا تار نہ لگے آپ کو پورا حق ہے۔ اگر آپ اس کی پوری قیمت ادا کرنے کے ناقابل ہوں، تو بھی اس رسالہ پر آپ کا حق بدستور قائم ہے گا۔ آپ یقین جانیے، آپ کے چندہ کی اہمیت ہم آپ کی سرپرستی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

منیجر